پسند فرمودہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
استاذ دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی
استاذ جامعۃ العلم والہدیٰ (بلیک برن یو۔کے)

مؤلف

مولانا محمد یونس قاسمی سہارنپوری
استاذ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانگ گندیوڑہ

مکتبۃ البلاغ (متصل وقف دار العلوم) دیوبند

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

دُرِّ بے نظیر

شرح اردو
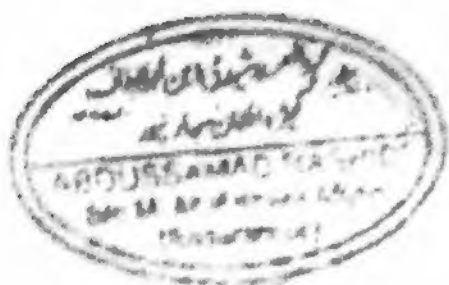
نحو میر

پسند فرمودہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی؍استاذ دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی

استاذ جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، یو. کے.

مؤلف

مولانا محمد یونس قاسمی سہارنپوری

استاذ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گندیوڑہ، سہارنپور (یوپی)

ناشر

مکتبہ البلاغ دیوبند سہارنپور (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب : درِ بے نظیر شرح اردو نحو میر

پسند فرمودہ : حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی

استاذ جامعۃ العلوم والہدیٰ، بلیک برن، یو۔کے۔

مؤلف : مولانا محمد یونس قاسمی سہارنپوری

سن اشاعت : ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء

صفحات : ۳۳۶

قیمت : ....

کمپیوٹر کتابت : الفضل کمپیوٹرس دیوبند (موبائل نمبر:9412528824)

ناشر : مکتبہ البلاغ دیوبند سہارنپور (فون:01336-224325)

ملنے کے پتے

● دیوبند و سہارنپور کے بھی کتب خانوں پر دستیاب ہے

● مکتبہ اسلام جھنجھل پور ● شریف بک ڈپو جھنجھل پور

● مکتبہ رحمانیہ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم ٹانکہ کندیوڑہ

● قرأۃ اکیڈمی ترکیسر گجرات ● کتب خانہ عبداللہ کاکوزی ترکیسر گجرات

انتساب

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام

جس کی وجاہت ووقعت کے آگے تخت طاؤس ہیچ ہے

◆◆◆

مادرِ علمی دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات کے نام

جو علمی دانش گاہ کے ساتھ ساتھ بیک وقت معرفت الٰہی کی کارگاہ

اور حسین تربیت گاہ بھی ہے

◆◆◆

مادرِ علمی جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور کے نام

جس کے بال و پر اور علمی برگ و بار کے تابندہ نقوش خود

اس کے فیض یافتگان ہیں جو افراد سازی میں اپنی مثال آپ ہیں

◆◆◆

پیکرِ شفقت والدین ماجدین کے نام

جنھوں نے اس پرشور دنیا کی ہنگامہ آرائیوں سے ٹکرا ٹکرا کر ہم تینوں بھائیوں

کے لیے حصول علم کی راہ ہموار کی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین!

◆◆◆

محمد یونس قاسمی

فہرست مضامین

کیا؟	کہاں؟

تقریظ

اجمل العلماء
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی دامت برکاتہم
استاذ دارالعلوم دیوبند

عربی زبان سیکھنے اور عربی عبارتوں کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کے لیے علوم میں علم نحو کو وہی درجہ حاصل ہے جو کھانے میں نمک کو حاصل ہے جس طرح نمک کے بغیر کھانا بے مزہ بلکہ بدمزہ ہو جاتا ہے اسی طرح نحو کے بغیر عربی زبان اور عربی عبارتیں بے مزہ ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علوم اسلامیہ کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنے والے طالب علم کو سب سے پہلے صرف اور نحو پڑھایا جاتا ہے اس کے بعد ہی دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی ہے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ جل جلالہ نے مبتدی بچوں کے لیے نحو کی کتابوں میں نحو میر کو جو مقبولیت عطا فرمائی ہے وہ اس درجہ کی دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہے نحو میر کی یہ مقبولیت بلاوجہ نہیں ہے بلکہ اس کی اہمیت، افادیت اور جامعیت کی بنا پر ہے نحو میر چوں کہ بذات خود فارسی زبان میں ہے اور بچے فارسی میں بالعموم کمزور ہوتے ہیں اس لیے ان کو نحو میر کے قواعد سمجھنے اور یاد کرنے میں قدرے دشواری ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات مجھ جیسے اساتذہ کے لیے اردو زبان میں تعبیر کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور ایسی تعبیر نہیں ہو پاتی جو مسائل کو بچوں کے ذہنوں سے قریب کردے حالاں کہ اس بات کو استعداد سازی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر بہت سے حضرات نے نحو میر کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور بعض نے مزید تشریح بھی کی ہے ہمارے محترم اور صالح نوجوان مولانا محمد یونس صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند استاذ جامعہ

ستاریہ ٹانکہ ضلع سہارنپور نے بھی اپنے کئی سال کے تدریسی تجربہ کے بعد "ذرّۂ بے نظیر" کے نام سے نحومیر کی ایک بے نظیر شرح لکھی ہے۔ موصوف کا انداز یہ ہے کہ وہ پہلے تصحیح کر کے نحومیر کی عبارت نقل کرتے ہیں اس کے بعد سہل انداز میں ترجمہ کرتے ہیں پھر خود سوال قائم کر کے جواب میں ان باتوں کو ذکر کرتے ہیں جو نحومیر میں مذکور ہیں یا عبارت سے متعلق ہیں خادم نے کتاب کے کئی مقامات کو انتہائی انہماک کے ساتھ پڑھا ہے جس سے اندازہ ہوا کہ یہ کتاب طلبہ ہی کے لیے نہیں بلکہ مبتدی اساتذہ کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے افادہ کو عام فرمائے اور مؤلف محترم کو مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(حضرت مولانا) جمیل احمد سکروڈوی (صاحب دامت برکاتہم)

مدرس دارالعلوم دیوبند، ۱۹؍محرم ۱۴۲۸ھ

ارشاد گرامی

خطیب الامت مفکر ملت حضرت اقدس الحاج

مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ اجل حضرت فقیہ الاسلام و مہتمم اعلیٰ جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

حامِداً وَّمُصَلِّیاً وَّمُسَلِّماً:

اما بعد! پیش نظر کتاب بنام درِ بے نظیر کا مسودہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کا موقع میسر آیا۔

ماشاء اللہ صالح نوجوان، عالم فاضل مولانا محمد یونس صاحب قاسمی نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ شرح نحو میر لکھی ہے جس سے آپ کی لیاقت، صلاحیت اور استعداد علمی کا اندازہ ہوتا ہے کتاب کے عنوانات اور سوالات وجوابات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مبتدی طلباء کے ساتھ ساتھ متوسط اور اعلیٰ درجات کے طلباء کے لیے بھی یکساں مفید ہے بعض اوراق پر اغلاط کی نشاندہی کردی گئی ہے تعلیم وتعلم کے لیے جو اصول وقواعد مؤلف نے جمع کیے ہیں بہت خوب ہیں کاش طلباء واساتذہ ان پر عمل پیرا ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعیٔ جمیلہ کو مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے۔ اور مزید علمی کام کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دعا گو

(حضرت مولانا) محمد اسلم (صاحب دامت برکاتہم)

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب فلاحی قاسمی زید مجدہٗ

سابق مدرس فلاح دارین ترکیسر گجرات، استاذ حال جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، یو کے۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

دینی علوم میں رسوخ اور عمق عربی زبان کے جانے بغیر تقریباً محال ہے چوں کہ کتاب وسنت کی زبان عربی ہے اس لیے طالبانِ علوم نبویہ کے لیے اس کا سیکھنا نہ صرف باعث اجر وثواب بلکہ قرآن فہمی اور حدیث فہمی کے لیے ناگزیر ہے اور یہ بات واضح ہے کہ عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں کی بہ نسبت زیادہ وسیع اور اس کے قواعد قدرے پیچیدہ ہیں اس بناء پر عربی زبان کے طلبہ کے لیے نحو وصرف کا پڑھنا نہایت ضروری ہے پھر علم نحو کو چوں کہ عربی زبان میں وہ اہمیت حاصل ہے جو نمک کو کھانے میں۔ اس لیے اس فن پر علمائے متقدمین ومتاخرین نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، انھی کتابوں میں میر سید شریف علی بن محمد جرجانیؒ کی نحو میر بھی ہے درس نظامی میں اس کتاب کو بڑا اونچا مقام حاصل ہے اور یہ کتاب مبتدی طلبہ کے لیے زینہ کی حیثیت رکھتی ہے چوں کہ نحو میر کی زبان فارسی ہے اور برصغیر ہندو پاک ، بنگلہ دیش کے تقریباً سبھی مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے، میں نے دورانِ تدریس یہ محسوس کیا کہ نحو میر کی زبان فارسی ہونے کی بناء پر طلبہ کو اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس کی کہ نحو میر کی

کوئی مفصل جامع اور سہل شرح اردو زبان میں آجائے تاکہ طلبہ واساتذہ کے لیے نحو میر سے استفادہ نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بھی ہو جائے۔

اللہ رب العزت جزائے خیر دے عزیزی محترم مولوی محمد یونس سہارنپوری سلمہ اللہ تعالی کو کہ انھوں نے اس کام کو نہایت حسن وخوبی سے انجام دیا اور ماشاء اللہ طلبہ کے لیے نیز مبتدی اساتذہ کے لیے ایک نہایت مفید اور گراں قدر علمی تحفہ بحیثیت شرح نحو میر پیش کیا۔ عزیزم موصوف نے مجھ سے نحو میر پڑھی اور انتہائی شوق وذوق کے ساتھ درسی تقریریں ضبط کی تھیں۔ دوران تعلیم موصوف نہایت ذکی فہیم اور محنتی طالب علم تھے اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے اور موصوف کو مزید علمی خدمات کے لیے قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد علی فلاحی عفی عنہ

خادم التدریس جامعۃ العلم والہدی بلیک برن یو. کے.

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

www falahicom.
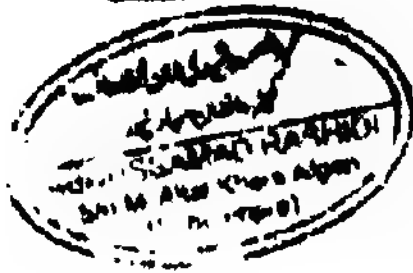
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے عالی

عالی جناب عزت مآب حضرت الحاج فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہ العالی

ناظم جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گندیوڑہ، سہارنپور

حَامِداً وَمُصَلِّیاً وَمُسَلِّماً:

امابعد! زیر نظر کتاب (درِ بے نظیر) عربی نصاب تعلیم کی ایک بہت مشہور ومعروف کتاب ''نحو میر'' کی شرح ہے جس سے عربک گرامر کی واقفیت حاصل ہوتی ہے، گرامرس ہر زبان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں کسی بھی زبان میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے اس زبان کے قواعد (گرامر) کا سیکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ گرامر کے بغیر کسی بھی زبان کو صحیح لکھنے اور پڑھنے میں کافی دشواریاں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نصاب تعلیم میں نحو میر کتاب ایک بنیادی مقام رکھتی ہے۔ ماشاء اللہ جامعہ ہٰذا کے ایک لائق وباصلاحیت استاذ جناب مولانا محمد یونس صاحب قاسمی نے اس کا مفصل حل کر کے عربی طلبہ کے لیے آسانی فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ موصوف کی پہلی کاوش ہے۔ باری تعالیٰ اس کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ اساتذہ وطلبہ کے لیے مفید ونفع بخش بنائے۔ آمین!

دعا گو

(حضرت الحاج) فضل الرحمٰن (صاحب مدظلہ)

ناظم اعلیٰ جامعہ ہٰذا

۱۸ر محرم ۱۴۲۸ھ

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد فبندہ رب العزت کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز کو زیر نظر کتاب لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور کئی سالوں کی محنت شاقہ کے بعد اس کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا ۔ فللّٰہ الحمد والشکر لہ ۔

اہل علم حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ علم نحو عربی زبان سیکھنے کے لیے اساس کی حیثیت رکھتا ہے اور فہم قرآن و معرفت حدیث نبوی ﷺ کے لیے ایک ضروری وسیلہ ہے لہٰذا اگر علم نحو سے کما حقہ واقفیت حاصل نہ کی گئی تو کلام الٰہی و کلام نبوی کے صحیح مفہوم و معانی تک رسائی کی استعداد پیدا نہیں ہو سکتی اس لیے اس فن پر بھرپور توجہ دینی انتہائی ضروری ہے ۔

احقر نے جب عربی اوّل کے طالب علم کی حیثیت سے دار العلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات میں داخلہ لیا تو علم نحو کی معروف و مشہور کتاب نحو میر او وہ کے لائق و فائق استاذ حضرت مولانا محمد علی صاحب فلاحی دامت زید مجدہ سے پڑھنے کا موقع ملا ، حضرت الاستاذ کا اسلوب بیان اور طرز افہام و تفہیم نہایت اچھوتا اور طلبہ کے درمیان انتہائی مقبول تھا ۔

سبق پڑھانے کے دوران علم نحو کے باریک و دقیق مسائل اس طرح سہل انداز میں حل کرتے کہ ہر طالب علم کو ذہن نشین ہو جاتے اور کیسا ہی پیچیدہ مسئلہ ہوتا اس کو ہنستے ہنساتے چٹکیوں میں سمجھا دیتے ان کے آگے نحو میر پڑھنے والا طالب علم نحو میں خود کفیل ہو جاتا اس لیے کہ وہ ہدایۃ النحو و کافیہ حتی کہ شرح جامی تک کی بحثیں ازبر کرا دیتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ سبق کے متعلق جو کچھ تقریر کرتے سبق پڑھانے کے بعد اپنی ہی تقریر پر تین سوال قائم کرتے جن میں پوری تقریر کا احاطہ کر لیتے اب ہر طالب علم ان تینوں سوالات کے جوابات استاذ محترم کی تقریر کی روشنی میں لکھ کر لاتا اور اگلے دن اوّل وہلہ میں سب کی کاپیاں جانچتے پھر سب کا سبق سنتے اور پھر آگے پڑھاتے ۔

دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب احقر کا جامعہ ستاریہ فیض الرحیم ناکہ ضلع سہارنپور میں تدریس کے لیے تقرر ہوا تو نحو کی کئی کتابیں مجھ سے متعلق ہوئیں اور ہر کتاب میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائے مبتدی

خدایا ابھی ہوں میں در نحو میر ❁ خدا کردے تو مجھ کو در نحو، میر
حقیقت میں ہے وہ رئیس وامیر ❁ ہے وابستگی جس کو از نحو میر
جو پڑھتا نہیں شوق سے نحو میر ❁ تو اس سے کہو قبل از مرگ میر
جسے یاد ہو جاتی ہے نحو میر ❁ تو بس ہوگیا وہ نحو کا امیر
مبارک ہوں تجھ کو محل اے امیر ❁ محل مجھ کو دکھتے ہیں در نحو میر
ہمیشہ رہوں تیرے در کا فقیر ❁ گداؤں پہ ہے تیرا فضل کبیر
الٰہی کرم کر کرم یا کریم ❁ کرم سے میرے دل کو کردے منیر

❁❁❁

اَللّٰهُـــمَّ اَعْطِنِی اَفْـضَــــلَ
مَــــاتُــؤْتِی عِبَــادَكَ
الصَّـــالِحِيْــنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم و تعلم کے لیے چند اصول و قواعد

حضرت انسان کے اندر اللہ تعالی نے بہت ساری ایسی خصوصیتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں، جو دیگر مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں، انہی خصوصیتوں میں سے انسان کے اندر پائی جانے والی ایک اہم اور ممتاز خصوصیت تحصیل المجہولات یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنا ہے، یہ ایک ایسا خاصہ ہے، جو خدا کی واحد مخلوق انسان ہی میں پایا جاتا ہے، چنانچہ انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں شب و روز نامعلوم چیزوں کی کھوج کرتا رہتا ہے۔

نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کے لیے انسان کے پاس دو ذریعے ہیں: (۱) تفکر (خود غور و فکر کرنا) (۲) تعلم (دوسروں سے علم حاصل کرنا) لیکن تفکر کے ذریعہ ہر شخص علم حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ غور و فکر کے لیے اعلیٰ درجہ کی عقل چاہئے جب کہ تمام لوگوں کی عقلیں یکساں اور اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں، بلکہ کسی میں زیادہ عقل ہے کسی میں کم اس لیے تحصیل مجہولات کا زیادہ آسان اور مفید ذریعہ تعلم ہے کہ اس کے ذریعہ ذہین اور غبی دونوں طرح کے لوگ نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہاں تعلم ہی سے متعلق کچھ اصول و قواعد بیان کیے جاتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ تعلم کی دو شاخیں ہیں (۱) تدریس جس کا تعلق استاذ سے ہے (۲) تلمذ جس کا تعلق طالب علم سے ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے کچھ شرائط و ضوابط ہیں جن کا پایا جانا برائے تدریس مدرس میں اور برائے تلمذ طالب علم میں ضروری ہے۔

شرائط تدریس

تدریس کے لیے مدرس میں تین شرطیں پائی جانی ضروری ہیں۔ (۱) تصحیح عبارت (۲) ترجمہ عبارت (۳) تفہیم نفس عبارت۔

پہلی شرط تصحیح عبارت

یعنی عبارت کی تصحیح کرنا اور اس کے لیے مدرس چار چیزوں کا التزام کرے۔

(۱) وضاحت اعراب، یعنی اس کی وضاحت کرے کہ یہ اعراب یہاں کیوں آیا ہے، فاعل ہونے کی وجہ سے یا مفعول حال ہونے کی وجہ سے یا تمیز۔

(۲) تعیین جملہ: یعنی جملوں کی تعیین کرے، کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ، ظرفیہ ہے یا شرطیہ وغیرہ۔

(۳) شرح لفظ غریب یعنی غیر مانوس لفظ کی مانوس لفظ کے ذریعہ تشریح کرے، جیسے صِنفٌ تو بتائے کہ اس کے معنی نَوعٌ وقِسمٌ کے ہیں۔

(۴) حل مشکل: یعنی مشکل لفظ کا اشکال دور کرے، جیسے: حسین اور زبیر کہ اس کو حُسَیْن پڑھیں یا حَسِین؟ زُبَیْر پڑھیں یا زَبِیر؟ اس کی وضاحت کرے اور اشکال زیادہ تر اسماء میں پایا جاتا ہے۔

دوسری شرط ترجمہ عبارت

یعنی استاذ طالب علم کی مادری زبان میں عبارت کا سہل، سلیس اور عام فہم ترجمہ کرے، جو طالب علم کی سطح کے مطابق ہو۔

تیسری شرط تفہیم نفس عبارت

یعنی استاذ نفس عبارت کو ایسے سہل انداز میں سمجھائے کہ طالب علم پوری طرح مطمئن ہو جائے، اب چاہے استاذ اپنی تقریر میں اہم اہم باتیں جو عبارت سے متعلق ہوں بیان کرے یا مکمل تشریح و تفصیل سے کام لے؛ جیسا مناسب ہو کر سکتا ہے۔

شرائط تلمذ

برائے تلمذ طالب علم میں پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) سہولت معاش (۲) حصول صحت (۳) شوق (۴) سعی (۵) حفظ۔

پہلی شرط: سہولت معاش یعنی طالب علم کو زندگی کی بنیادی سہولتیں مثلاً روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ مہیا ہوں۔

دوسری شرط: حصول صحت یعنی طالبعلم کو صحت و تندرستی اور طاقت وقوت حاصل ہو۔

تیسری شرط شوق: یعنی اس کے دل میں ذاتی طلب اور تڑپ ہو۔

چوتھی شرط سعی: یعنی تحصیل علم کی خاطر جدوجہد اور محنت و مشقت کا جذبہ رکھتا ہو اور اپنی طرف سے مقدور بھر کوشش کرتا ہو۔

پانچویں شرط حفظ: یعنی اس میں اتنا حافظہ ہو کہ استاذ کی تقریر سنکر یا لکھکر یاد کر سکتا ہو۔

پھر مدرس اور تلمیذ میں سے ہر ایک کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن میں سے بعض بمنزلہ فرائض کے ہیں اور بعض واجبات و مستحبات کے درجہ میں۔

مدرس کے فرائض

وہ دو ہیں: (۱) مطالعہ (۲) پابندی درس

مطالعہ: یعنی جو سبق پڑھانا ہو پہلے سے اس کا مطالعہ کرے، جیسا کہ ہمارے اکابر کا طریقہ رہا ہے، کہ ایک کتاب پڑھاتے ہوئے مدت گزر گئی، مگر بغیر مطالعہ کے ایک سطر نہیں پڑھائی۔
پابندئ درس: اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو غیر حاضری ہو اور نہ دیر حاضری بلکہ گھنٹہ لگتے ہی فوراً درسگاہ میں پہنچ جائے، عموماً غیر حاضری تو کم ہی ہوتی ہے؛ البتہ دیر حاضری میں عام ابتلا ہے اس سے بالکلیہ احتراز کیا جائے۔

تلمیذ کے فرائض

(۱) پابندئ درس (۲) مطالعہ (۳) استماع (۴) اعادہ و تکرار

پابندئ درس: اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر گزر چکا، پس معقول عذر کے بغیر سبق کا ناغہ نہ کرے، یہ محرومی کا سبب ہے۔
مطالعہ: پہلے سے اگلا سبق حل کرنے کی حتی المقدور پوری کوشش کرے حل نہ ہونے پر مایوس ہو کر مطالعہ ترک نہ کرے بلکہ پابندی کے ساتھ لگا رہے یہ کامیابی کی کنجی ہے۔
استماع: سبق کے دوران استاذ کی تقریر خوب غور و فکر اور کان لگا کر سنے، ایسا نہ ہو کہ جسم یہاں ہو اور دل وہاں۔
معاودت: ایک مرتبہ استاذ کے پڑھائے ہوئے سبق کا تکرار و مذاکرہ کرے۔

مدرس کے واجبات

(۱) شریعت کی خود پابندی کرے اور طلبہ سے کروائے، اس لیے کہ استاذ ان کے لیے نمونہ ہے۔ (۲) اسلامی نہج پر طلبہ کی تربیت کرے۔ (۳) درسگاہ کے اندر زیادہ مزاح نہ کرے کہ اس سے رعب جاتا رہتا ہے۔ (۴) تمام طلبہ کے درمیان انصاف ملحوظ رکھے۔ (۵) تنبیہ کرتے وقت اپنے نفس کو دخل نہ دے بلکہ اخلاص پیش نظر ہو۔

تلمیذ کے واجبات

(۱) شریعت کی پابندی کرے اس لیے کہ علم نورِ الٰہی ہے وہ گنہگار کو نہیں دیا جاتا
(۲) کوئی اشکال ہو تو سوال کرے کیونکہ "علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے" لیکن سوال کرتے وقت سلیقہ اور ادب ملحوظ رکھے، یونہی بے تکے اور بیجا سوال داغ کر استاذ کو زچ نہ کرے کہ "چہ خوش ذرا نبودی چھپر پہ بھینس کودی" یاد رہے کہ استاذ کے سامنے اشکال کیا جاتا ہے اعتراض نہیں اعتراض تو مخالف پر کیا جاتا ہے۔
(۳) پڑھے ہوئے پر عمل کرے اس سے علم محفوظ ہو جاتا ہے۔
(۴) دورانِ درس ادھر ادھر دیکھ کر یا کسی کی طرف اشارہ کر کے استاذ کو تشویش میں نہ ڈالے کہ اس سے بعض اوقات استاذ کے ذہن سے ضروری بات نکل جاتی ہے۔
(۵) وسائل علم مثلاً کتاب، استاذ، درس گاہ، تپائی وغیرہ ہر چیز کا ادب ملحوظ رکھے۔

مستحبات مدرس

(۱) گاہے گاہے طلبہ کے سامنے اسلاف کی سیرت بیان کرے (۲) حالات حاضرہ اور دشمنان اسلام کی سازشوں سے ان کو باخبر رکھے (۳) فن سے متعلق مشہور اور مفید کتابوں کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ (۴) سنت کی روشنی میں آداب کی تعلیم دے۔

مستحبات تلمیذ

(۱) طلب علم کی راہ میں ثبات قدمی اور تحمل کا مظاہرہ کرے (۲) نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپنائے نہ کہ غیروں کے طریقوں کو (۳) مسواک کا اہتمام کرے (۴)

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے۔

نوٹ: معلم و متعلم کے لیے بے شمار اصول و آداب ہیں جو قرآن و حدیث اور کتب اسلاف کے ذخیرہ میں بکھرے پڑے ہیں کاش کہ کوئی میدان میں آئے اور اس فن کی ترتیب کا بیڑہ اٹھائے کہ فن "اصول تعلیم و تعلم" اپنے مدون کی تلاش میں ہے۔

تلمیذ کے لیے قابلِ عمل خارجی امور

طالبعلم اپنی درسی زندگی کے علاوہ خارجی زندگی میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھے۔

(۱) نمازیں دل لگا کر پڑھنے کی کوشش کرے۔ (۲) دعوتی امور میں حصہ لے البتہ تعلیم متاثر نہ ہو (۳) چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات بنائے (۴) خارجی مطالعہ جاری رکھے اور اسکے دو طریقے ہیں، اوّل یہ کہ کوئی مخصوص موضوع متعین کرے اور پھر اس سے متعلق جو مواد جہاں سے بھی ملے اسکا مطالعہ کرے دوم یا کسی مصنف کو متعین کرلے، پھر اس کی ہر کتاب اور ہر تحریر کا مطالعہ کرے، مطالعہ کے دوران ضروری نوٹس کاپی میں محفوظ کرلے (۵) اگر طالب علم حافظ ہو تو کم از کم ایک پارہ اور غیر حافظ نصف پارہ روزانہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرے۔ (۶) لغویات مثلاً ہوٹل بازی، مجلس آرائی، فحش کتب بینی، کرکٹ کی لت اور دیگر مخرب اخلاق چیزوں سے مکمل پرہیز کرے۔ (۷) کوئی بھی اجتماعی، انفرادی انقلاب یا حادثہ رونما ہو یا کوئی خوش کن بات پیش آئے؛ تو اس کو اپنی ذاتی ڈائری میں محفوظ کرلے۔ (۸) تقریر و تحریر پر دھیان دے۔ (۹) اپنے پورے دن کا محاسبہ کرے؛ تاکہ اپنی کمی کوتاہی کا احساس ہو (۱۰) روزانہ پانچ منٹ تنہائی میں دعا کا معمول بنائے۔

❁❁❁

مُقدّمۃ

مبادیاتِ عشرہ

اساتذۂ فن اور اربابِ درس و تدریس کی یہ عادت شریفہ رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی علم و فن کو شروع فرماتے ہیں تو پہلے وہ طلبائے کرام کے سامنے اس فن سے متعلق کچھ ابتدائی اور بنیادی باتیں بیان کرتے ہیں جن کو اس فن کے مبادیات کہا جاتا ہے۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مبتدی کے سامنے فن کا ایک اجمالی اور مختصر سا تعارف آجائے اور اس کو فن سے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہو جائے اب ظاہر ہے کہ جب طالب علم کو ابتداہی میں اس علم سے کچھ آشنائی اور تعلق و مناسبت پیدا ہو جائے گی تو پھر اس فن کا علی وجہ البصیرۃ شروع کرنا، پڑھنا اور سمجھنا اس کے لیے آسان اور سہل ہو جائے گا، نیز اس کے حصول کی رغبت اور شوق بھی بڑھ جائیگا۔

چنانچہ بعض حضرات کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ فن کے آغاز میں تین باتیں بیان کرتے ہیں جن کو امورِ ثلاثہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان تین میں مزید پانچ چیزیں بڑھا کر آٹھ چیزیں بیان کرتے ہیں جن کو رؤوس ثمانیہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان آٹھ میں دو چیزیں اور بڑھاتے ہیں اور دس باتیں بیان کرتے ہیں جن کو مبادیاتِ عشرہ کہا جاتا ہے۔

مبادیات عشرہ یہ ہیں: (۱) فن کی حد (تعریف) (۲) اسکا موضوع (۳) غرض وغایت (۴) فن کا نام اور اسکی وجہ تسمیہ (۵) اس کا استمداد (۶) اس کے متعلق شریعت کا حکم (۷) اس کی فضیلت (۸) اس کی نسبت (۹) اس کا واضع (۱۰) اس کے اہم اہم مسائل۔

مبادیات عشرہ کی لغوی واصطلاحی تعریفات

حد: حد کے لغوی معنی روکنا منع کرنا اسی لیے شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں کو بھی حد کہتے ہیں اسی لیے کہ وہ سزائیں جرائم سے روکنے والی ہیں اسی طرح کسی چیز کی انتہا کو بھی "حد" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ چیز وہاں آکر رک جاتی ہے، اور کسی چیز کی تعریف کو "حد" اس لیے کہتے ہیں کہ جب آپ نے تعریف کے ذریعہ اس چیز کی حقیقت جان لی تو اب آپ رک گئے آگے جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے کہ تعریف ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے دخول غیر سے مانع ہوتی ہے۔

حد کی اصطلاحی[1] تعریف

حد وہ ایسا کلام ہے کہ جس کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت بیان کی جائے۔ جس طرح اہل منطق نے انسان کی تعریف "حیوان ناطق" سے کی ہے تو حیوان ناطق کو انسان کی حد کہیں گے۔

---

[1] اصطلاح کے لغوی معنی رضامند ہونا اور اصطلاح میں اصطلاح کہتے ہیں کہ کسی خاص جماعت کا کسی خاص لفظ پر کسی خاص معنی کے لیے رضامند اور متفق ہو جانا جیسے حرف کے لغوی معنی کنارہ کے ہیں مگر نحویوں کی جماعت نے اس لفظ کو ایک خاص معنی کے لیے متعین کر لیا ہے پس ان کی اصطلاح میں حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو۔۱۲

حد جاننے کا فائدہ

تاکہ مجہول مطلق کو طلب کرنا لازم نہ آئے یعنی ایک چیز ہم کو مطلق کسی بھی جہت سے معلوم نہیں اور ہم اس کو طلب کرنے لگیں تو بھلا کیسے ممکن ہے۔

موضوع

موضوع اسم مفعول کا صیغہ[1] ہے معنی وضع کیا ہوا، اور اصطلاح میں ہر علم کا موضوع وہ شئے ہے، جس کے ذاتی احوال سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے کہ علم نحو میں کلمہ اور کلام کے احوال سے بحث کی جاتی ہے تو یہ علم نحو کا موضوع ہے۔ اور علم طب میں انسان کے بدن پر طاری ہونے والے احوال سے بحث ہوتی ہے تو "بدن انسانی" علم طب کا موضوع ہوا۔

موضوع جاننے کا فائدہ: تاکہ دوفنوں کے درمیان امتیاز ہوسکے۔

غرض وغایت

غرض کے لغوی معنی مطلوب، حاجت اور اصطلاح میں وہ نتیجہ مطلوبہ کہ جس کی بنا پر فاعل سے فعل کا صدور ہوتا ہے، اس کو غرض کہتے ہیں۔

غایت: کے لغوی معنی انتہا اور اصطلاح میں کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ مرتب ہو اس نتیجہ کو غایت کہتے ہیں؛ مثلاً آپ قلم خریدنے بازار گئے، تو قلم خریدنا، آپ کے فعل بازار جانے کی غرض کہلائے گا، اور بازار جاکر قلم خرید لینا یہ غایت کہلائیگا۔

---

[1] صیغہ کی تعریف ہیأۃ للحروف مع الحرکات والسکنات۔ حروف کی وہ مخصوص ہیئت وصورت جو اس کی حرکات وسکنات سے حاصل ہو۔ ۱۲۔ فصول اکبری ص ۱۲۔

غرض اور غایت میں فرق

فعل کی غرض کا پہلے سے فاعل کے ذہن میں پایا جانا ضروری ہے چونکہ کسی بھی عاقل بالغ کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا البتہ مقصود فعل سے غایت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً آپ قلم خریدنے بازار جائیں لیکن دکان بند ہونے یا کسی اور مانع کی وجہ سے قلم نہ خرید سکیں تو یہاں بازار جانے کا فعل آپ سے صادر ہوا، اور پہلے سے اس کی غرض قلم خریدنا بھی موجود تھی مگر غایت یعنی قلم خرید لینا نہیں پایا گیا۔

دوسرا فرق

کام شروع کرنے سے پہلے نتیجہ اس کام کی غرض کہلاتا ہے اور کام پورا ہونے کے بعد وہی نتیجہ غایت بن جاتا ہے۔

غرض وغایت جاننے کا فائدہ

تاکہ بیکار اور عبث کام کو طلب کرنا لازم نہ آئے یعنی انسان ایک کام کرے، اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے تو بے ہودہ اور فضول کام ہوا جس کو عبث کہتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا تینوں چیزوں کو امور ثلاثہ کہتے ہیں۔

نام اور وجہ تسمیہ

یعنی یہ معلوم کرنا کہ اس علم کا نام کیا ہے؟ اور وجہ تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس

نام کے رکھنے کی وجہ کیا ہے؟

نام جاننے کا فائدہ

چونکہ ہر فن کا نام اس کا عنوان ہوتا ہے جس سے معنون (مسمّٰی) اجمالاً سمجھا جاسکتا ہے پس اگر عنوان اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو معنون اجمالی طور پر سمجھ میں آجاتا ہے۔

وجہ تسمیہ جاننے کا فائدہ: تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس مناسبت کی وجہ سے اس فن کو اس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔

استمداد

از باب استفعال لغوی معنی مدد طلب کرنا: اور اصطلاح میں یہ جاننا کہ فلاں علم کو مدون کرنے میں کن کن چیزوں سے مدد لی گئی ہے۔

استمداد جاننے کا فائدہ: تاکہ اس علم کی جڑ اور بنیاد یعنی اس کے ماخذ ومصادر معلوم ہو جائیں۔

حکم شریعت

یہ جاننا کہ اس فن کے حاصل کرنے پڑھنے اور پڑھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے آیا اس کا حصول جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو کس درجہ میں فرض یا واجب یا محض مستحب؟۔

حکم شریعت جاننے کا فائدہ: تاکہ طالب علم کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ اس علم کو حاصل کرے یا نہ کرے۔

فضیلت

یہ جاننا کہ اس علم کی فضیلت کیا ہے؟

فضیلت جاننے کا فائدہ: تا کہ مبتدی کو اس علم کے حصول کی جانب شوق ورغبت پیدا ہو جائے۔ وہ نشاط اور انبساط کے ساتھ فن کو حاصل کرے اور اس راہ کی تمام مشقتوں کو خندہ روئی کے ساتھ انگیز کرے۔

نسبت

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتبہ کے اعتبار سے یہ علم کس درجہ کا ہے۔

نسبت جاننے کا فائدہ: تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس علم سے اس کو مقدم رکھنا چاہئے اور کس علم سے مؤخر۔

نوٹ: مذکورہ بالا آٹھوں چیزیں رؤس ثمانیہ کہلاتی ہیں۔

واضع

اس کے دو مطلب ہیں پہلا یہ کہ واضع فن یعنی اس فن کو وضع کرنے والا کون ہے؟ اور دوسرا مطلب واضع کتاب یعنی اس کتاب کو لکھنے والا کون ہے۔

واضع کو جاننے کا فائدہ: تا کہ مبتدی طالب علم کا قلب اس کے احوال جان کر مطمئن ہو جائے؛ اور وہ اس کے مرتبہ سے واقف ہو کر اس کے بیان کردہ مسائل پر اعتقاد و بھروسہ کر سکے۔

مسائل

یعنی یہ جاننا کہ اس فن کے اہم اہم مسائل اور موٹی موٹی بحثیں کیا کیا ہیں۔

مسائل جاننے کا فائدہ: تا کہ مبتدی اپنا مطلوبہ مسئلہ اسی بحث میں تلاش کرے جس بحث سے اس مسئلہ کا تعلق ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا دس چیزوں کو مبادیات عشرہ کہا جاتا ہے علامہ ابن الانباریؒ نے مبادیات عشرہ کو اپنے ان اشعار میں جمع فرمادیا ہے۔

شعر

إِنَّ مَبَادِیَ کُلِّ فَنٍّ عَشَرَةٌ
اَلْحَدُّ وَالْمَوْضُوْعُ ثُمَّ الثَّمَرَةُ
وَالِاسْمُ وَاسْتِمْدَادٌ وَحُکْمُ الشَّارِعِ
وَفَضْلُهٗ وَنِسْبَتُهٗ وَالْوَاضِعُ
وَالْمَسَائِلُ بَعْضُهَا بِالْبَعْضِ اِکْتَفٰی
وَمَنْ دَرَی الْجَمِیْعَ فَازَ الشَّرَفَ

ترجمہ: بلاشبہ ہرفن کے مبادیات (ابتدائی باتیں) دس ہیں۔

(۱) حد (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) وجہ تسمیہ (۵) استمداد (۶) شریعت کا حکم (۷) اس کی فضیلت (۸) اس کی نسبت (۹) اس کا واضع (۱۰) اس کے مسائل۔

ان میں سے بعض کو چھوڑ کر کچھ کو جان لینا بھی کافی ہے البتہ جس نے ان تمام کو اچھی طرح یاد کرلیا تو عزت کے ساتھ کامیاب ہوگیا۔

❀❀❀

علم نحو کے مبادیات عشرہ

علم نحو کی حد: لفظ نحو لغت میں مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً راستہ، مقدار، جہت، نوع، مثل، جانب، قصد وارادہ وغیرہ۔

علم نحو کی اصطلاحی تعریف

علم نحو ان اصول وقواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ اسم، فعل، حرف کے آخری حرف کی حالت کو معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے جانا جائے، اور ایک کلمہ کو دوسرے کے ساتھ جوڑ کر جملہ بنانے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

علم نحو کا موضوع

کلمہ اور کلام ہے یعنی اس علم میں کلمہ کے آخری حرف کے احوال سے بحث ہوتی ہے اور کلام بنانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

علم نحو کی غرض وغایت

اس علم کو سیکھنے کی غرض عربی زبان لکھنے اور پڑھنے میں لفظی غلطی سے ذہن کی حفاظت کرنا ہے۔ اور غایت اس کی دونوں جہاں میں سعادت مندی کے ساتھ کامیاب ہونا ہے۔

نام اور وجہ تسمیہ

اس علم کا نام ''نحو'' ہے اور اس کو نحو کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب مدوّنِ علم نحو حضرت امام ابو الاسود دولی تابعیؒ متوفی ۶۹ ھ نے قواعد نحو تیار کر لیے تو ان کو امیر المؤمنین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ فرما کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کہا "ما احسن ھذا النحو الذی قد نحوت" کہ خوب ہے یہ طریقہ جس کو تم نے اختیار کیا۔ پس برکت کے طور پر خلیفۃ المسلمین کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہی کے ساتھ اس علم کو موسوم کر دیا گیا۔ یا علم دوسری وجہ یہ ہے کہ نحو کے معنی ہیں طریقہ اور چونکہ متکلم اس علم میں عربوں کے طریقہ پر چلتا ہے اس لیے اس کا نام نحو رکھ دیا۔

علم نحو کا استمداد

سب سے پہلے علمائے متقدمین نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر چار فنوں کو یکجا جمع کیا تھا، تجوید، لغت، نحو، صرف تقریباً پچاس سال تک لوگ ان چاروں کو ایک فن ہی جانتے رہے، اس وقت ان کو "فن عربیہ" کے نام سے جانا جاتا تھا بعد کے علماء نے ان چاروں کو الگ الگ کر لیا نحو و صرف کو چونکہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مناسبت تھی، اس لیے ان دونوں کو الگ الگ کرنے میں علماء کو بڑی پریشانیاں اور دقتیں اٹھانی پڑیں؛ بہرحال یہ علم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے اور کلمات عربیہ کی ترکیب کو دیکھ کر بنایا گیا ہے۔

علم نحو کے متعلق شریعت کا حکم

صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں کہ علم نحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے چنانچہ اگر پوری بستی میں کوئی بھی نحو کا جاننے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کوئی ایک آدمی بھی علم نحو جاننے لگا تو سب لوگ بری ہو جائیں گے۔

علم نحو کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "تَعَلَّمُوا النَّحْوَ كَمَا تَتَعَلَّمُونَ السُّنَنَ وَالْفَرَائِضَ" علم نحو سیکھو جس طرح کہ تم سنن وفرائض کو سیکھتے ہو۔

حضرت ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں ان کا فرمان ہے "تَعَلَّمُوا النَّحْوَ فَإِنَّهُ جَمَالٌ وَتَرْكُهُ عَيْبٌ" "علم نحو سیکھو اس لیے کہ وہ خوبصورتی کا باعث ہے اور اس کا نہ جاننا ایک طرح کا عیب ہے۔

علامہ عبدالرحمن القزوینی کا مقولہ مشہور ہے "اَلنَّحْوُ فِي الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ" نحو کی حیثیت کلام میں ایسی ہے جیسی نمک کی کھانے میں کہ جس طرح کھانا بغیر نمک کے بے مزہ ہوتا ہے اسی طرح کلام بھی بغیر نحو کے بے مزہ اور بیکار رہتا ہے۔

امام کسائی جو قرائے سبعہ میں سے ہیں نحو کی فضیلت میں انکا ایک شعر ہے۔

إِنَّمَا النَّحْوُ قِيَاسٌ يُتَّبَعُ ❊ وَبِهِ فِي كُلِّ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ

ترجمہ: بلاشبہ علم نحو ایک عقلی چیز ہے اس کی پیروی کی جائے، اور اس سے ہر علم میں نفع اٹھایا جائے۔

صاحب مراح الارواح فرماتے ہیں: "اَلصَّرْفُ أُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ أَبُوْهَا" کہ علم صرف علوم کی ماں اور علم نحو علوم کا باپ ہے۔

پس گویا کہ نحو وصرف میاں بیوی ہوئے اور تمام علوم انکی اولاد۔

علم نحو کی نسبت

علمائے کرام نے تمام علوم کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) علوم شرعی

(۲) علوم غیر شرعی۔

علوم شرعی چار ہیں: حدیث، تفسیر، فقہ، کلام۔

علوم غیر شرعی تین ہیں: ادب، ریاضی، عقلی۔

ادب: مندرجہ ذیل علوم پر مشتمل ہے، لغت، اشتقاق، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، قرض شعر، انشاء، قراءۃ، کتابت، محاضرات۔

ریاضی: میں مذکورہ علوم آتے ہیں، ہیئت، ہندسہ، تصوف، حساب، جبر، موسیقی، اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنیہ۔

عقلی: مذکورہ علوم پر مشتمل ہے: اصول دین، اصول فقہ، علم الٰہی، علم طبعی، طب منطق، فلسفہ، کیمیا، ہیئات۔ پس علم نحو علوم غیر شرعیہ کی پہلی قسم میں سے ہے۔

علم نحو کا واضع

صاحب مفتاح السعادۃ ابوبکر محمد بن حسن زیدیؒ لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت سے آغاز اسلام تک عرب لوگ اپنی فطری و جبلی عادت کے مطابق فصیح و بلیغ عربی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام عرب سے نکل کر عجم تک پہنچا اور اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ حاصل ہوا، مختلف زبانیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے لوگ فوج در فوج دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے، تو عرب و عجم کے اس اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد نے راہ پائی اور لوگوں نے غلط سلط عربی بولنا لکھنا پڑھنا شروع کر دیا، یہ صورت حال دیکھ کر سلیم الطبع اور صحیح الذوق لوگوں کو اس کے انسداد کی فکر لاحق ہوئی۔

نزھۃ الاولیاء میں ابوالاسود ظالم بن عمرو بن جندل بن سفیان الدوئلیؒ متوفی

۶۹ھ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ ہے میں نے عرض کیا امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کلام عرب میں غور کیا تو پایا کہ وہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ چلا ہے لہٰذا مجھے فکر دامن گیر ہوئی اور میں نے کچھ اصول منضبط کئے تاکہ انکی طرف رجوع کرنے سے اس خرابی کا ازالہ ہو سکے یہ فرما کر آپ نے وہ رقعہ مجھے عنایت فرما دیا اور حکم فرمایا کہ تم اس کی طرف توجہ کرو اور اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور جو بھی مزید بات تمہارے ذہن میں آئے اس کو بھی لکھ لو میں نے اس رقعہ کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا "اَلْكَلَامُ كُلُّهٗ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ" اور اس کے بعد ہر ایک کی تعریف کی گئی تھی چنانچہ میں آپ کے ان اصول کی روشنی میں آپ کی ہدایت کے مطابق قواعد نحویہ جمع کرتا رہا اور جب اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا تو آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "مَا اَحْسَنَ هٰذَا النَّحْوَ الَّذِیْ قَدْ نَحَوْتَ" اس روایت کے اعتبار سے واضع اوّل امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور واضع ثانی حضرت امام ابو الاسود دوئلیؒ ہیں جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیرت التابعین میں اس طرح روایت ہے کہ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے! جو مجھے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل شدہ کلام اللہ کا کچھ حصہ پڑھائے چنانچہ ایک آدمی نے اس کو سورۃ براءت کی چند آیتیں پڑھائیں اور آیت کریمہ "اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ" (بیشک اللہ تعالیٰ بری ہیں مشرکین سے اور اس کا رسول بھی) میں لفظ "وَرَسُوْلُهٗ" کو کسرہ کے ساتھ پڑھایا جس کا ترجمہ بدل کر یہ ہو گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ بری ہیں مشرکین

سے اور اپنے رسول سے نعوذ باللہ یہ سنکر وہ اعرابی حیران رہ گیا اور بولا کہ اگر یہی بات ہے تو میں بھی (نعوذ باللہ) اللہ کے رسول سے بری ہوں۔

آخر کار اس واقعہ کی خبر شدہ شدہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقؓ تک پہنچی آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ آیت کریمہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یوں ہے اور پھر آپ نے پوری آیت پڑھ کر سنائی اور لفظ "ورسولہ" کو ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

اس واقعہ سے آپ کو بڑی تشویش ہوئی کہ میری زندگی ہی میں لوگ قرآن میں ایسی ایسی فحش غلطیاں کرنے لگے ہیں چنانچہ آپ نے فرمان جاری کیا کہ آج کے بعد عربی زبان سے ناواقف شخص قرآن مجید نہ پڑھائے پھر اس کے بعد آپؓ نے حضرت ابوالاسود دوئلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی جس کی وجہ سے انہوں نے قواعد نحو تیار کرنے شروع کئے پس اس روایت کے مطابق واضع اول حضرت عمر فاروقؓ اور واضع ثانی ابوالاسود دوئلی ہوئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالاسود دوئلیؒ راستہ سے چلے جارہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک عجمی گھوڑے کے ساتھ پیدل جارہا ہے تو آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ سواری موجود ہے پھر بھی پیدل چل رہا ہے آپ نے اس سے دریافت کیا: لِمَ لَمْ تَرْكَبْ عَلَيْهِ تم اس پر سوار کیوں نہیں ہوتے ؟ تو اس عجمی نے جواب دیا "فَرَسِی ضَارِعٍ" میرا گھوڑا لاغر و کمزور ہے چنانچہ اس عجمی نے ضَارِعٍ خبر کو جو کہ قاعدہ کے مطابق مرفوع ہوتی ہے کسرہ کے ساتھ مجرور کہا یہ سن کر آس پاس کھیلنے والے بچے اس بیچارے عجمی کا مذاق اڑانے لگے، حضرت ابوالاسود دوئلیؒ نے سوچا کہ ایک آدمی کی غلطی پر یہ بچے ہنس رہے ہیں حالانکہ ابھی تو اسلام نہ جانے کہاں کہاں تک پہنچے گا پھر تو اس میں بڑی غلطیاں رونما ہوں گی اس واقعہ سے آپ کو بڑی فکر

لاحق ہوئی جس کے نتیجہ میں آپ نے قلم اٹھایا اور قواعد نحو کو ترتیب دینا شروع کیا۔

اس سلسلے میں اور بھی بہت سے مختلف اقوال ہیں مگر ان سب میں صحیح اور معتبر قول وہ ہے جس کو ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں اسی قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابوالاسود دوئلی سے پوچھا "مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا النَّحْوُ" تمہیں یہ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا "لَوَحْدْتُ حُدُوْدَهُ مِنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ" میں نے اس کے مسائل حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے حاصل کیے۔

واضعِ کتاب

زیرِ نظر کتاب نحو میر کے مصنف کا نام نامی اسم گرامی زین الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی ہے آپ جرجان کے خاندانِ سادات سے نسبی تعلق رکھتے تھے، اسی بنا پر آپ سید شریف اور سید سند سے مشہور ہوئے آپ کو میر بھی کہا جاتا ہے اسی لیے آپ کی بہت سی کتابیں اس نام سے منسوب ہیں، جیسے نحو میر صرف میر، میر قطبی، میر ایساغوجی، نیز آپ کی بہت سی کتابیں شریف کے نام سے بھی موسوم ہیں، جیسے شریفیہ شرح سراجی شریفیہ شرح کافیہ، شریفیہ فی المناظرہ۔

پیدائش: آپ ۲۳ رشعبان المعظم ۷۴۰ھ کو علاقۂ جرجان کی طاغو نامی بستی میں پیدا ہوئے اس لیے آپ کو جرجانی کہا جاتا ہے۔

مصنف علام بہت زیادہ فہیم وذکی تھے اللہ پاک نے عقل صائب اور ذہن ثاقب سے نوازا تھا۔ نوعمری ہی میں آپ نے بعض کتابیں تالیف فرمائیں آپ کو تمام علوم وفنون میں یکساں قوت وملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ علوم نقلیہ وعلوم عقلیہ میں

ذہن سے تعلیم

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے، آپ کی کتابیں عربی و فارسی زبان میں ادب کا بہترین شاہکار ہیں۔

آپ نے بچپن ہی میں تصنیفات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، چنانچہ وافیہ نام سے کافیہ پر آپ نے بچپن ہی میں حاشیہ لکھا، اور نحو میر بھی اسی زمانہ میں تصنیف فرمائی، آپ کے ان کارناموں کو دیکھ کر اہل نظر بھانپ گئے تھے کہ یہ نوجوان مستقبل میں آفتاب و ماہتاب بنکر چمکے گا کیونکہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"۔

آپ کے علمی انہماک اور تحقیق و مطالعہ کا یہ حال تھا کہ علامہ قطب الدین محمد رازی کی کتاب "شرح المطالع" کو سولہ مرتبہ پڑھنے کے بعد دل میں تہیہ کیا کہ میں یہ کتاب براہ راست مصنف سے پڑھوں گا۔ چنانچہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ علامہ رازی کی خدمت میں ہرات پہنچے۔ اور پڑھنے کی درخواست کی حضرت علامہ کی عمر اس وقت ۱۲۰ رسال ہو چکی تھی، پیرانہ سالی کی وجہ سے انکی ابروئیں آنکھوں پر پڑی ہوئی تھیں، دونوں ہاتھوں سے آنکھوں پر گری ہوئی بھنویں ہٹا کر میر سید شریف جرجانی کو دیکھا تو انکے چہرہ پر ذکاوت و فطانت کے آثار دیکھ کر ارشاد فرمایا: کہ میں تو بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے معذور ہوں البتہ تم میرے شاگرد رشید مولوی مبارک شاہ کے پاس مصر چلے جاؤ، وہ بالکل ویسا ہی پڑھائیں گے جیسا انہوں نے مجھ سے پڑھا ہے، اور آپ نے مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی رقعہ بھی لکھ دیا، چنانچہ سید صاحب وہ رقعہ لیے جوش طلب میں مصر پہنچے حضرت مبارک شاہ نے پڑھانا منظور فرمالیا مگر یہ شرط لگائی کہ آپ درس میں مستقل شریک نہیں ہیں نہ آپ کو عبارت پڑھنے کی اجازت ہے نہ کلام کرنے کی صرف سماعت کر سکتے ہیں۔

سید شریف صاحب اس درجہ کی شرکت پر بھی راضی ہو گئے مبارک شاہ کا گھر

مدرسہ سے متصل تھا ایک رات وہ مدرسہ میں گشت کے لئے آئے ایک کمرہ سے کچھ آواز آرہی تھی اس کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے سننے لگے سید شریف صاحب سبق کے تکرار میں مشغول تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اس مسئلہ سے متعلق حضرت مصنف نے یوں فرمایا اور شارح نے یوں لکھا ہے۔ اور حضرت الاستاذ کی رائے یہ ہے اور میری رائے اس مسئلہ میں یہ ہے اس انداز سے عجیب وغریب لطائف بیان کئے کہ استاذ کو شکر وجد آنے لگا اس کے بعد استاذ نے بہت ہمت افزائی کی اور عبارت خوانی اور تکلم کی اجازت دیدی سید صاحب نے علوم شرعیہ میں بھی مختلف علماء سے استفادہ کیا بالخصوص علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی کی خدمت میں رہ کر چار سال تک علوم شرعیہ میں کمال حاصل کیا۔

تربیت باطن

تربیت باطن کے بغیر کمال دینی حاصل نہیں ہوسکتا سید صاحبؒ نے تربیت باطن خواجہ علاؤ الدین محمد بن محمد عطاء بخاری سے حاصل کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے خداتعالیٰ کی معرفت خواجہ صاحب کے دربار میں حاضر ہوکر ہی حاصل کی ہے۔

متفرق حالات

۷۷۰ھ میں جب شاہ شجاع الدین مظفر قصر زرد میں مقیم تھے تو سید صاحب نے انکی قربت حاصل کرنے کی کوشش کی چنانچہ آپ نے فوجی کا سا لباس پہنا اور علامہ تفتازانی صاحب مختصر المعانی کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ بادشاہ سے میری سفارش کردیں کہ میں تیر اندازی میں مہارت

رکھتا ہوں چنانچہ علامہ تفتازانی ان کو اپنے ساتھ لے گئے اس طرح کہ ان کو شاہی محل کے باہر کھڑا کر دیا اور بادشاہ کو ان کے اوصاف کا تعارف کرایا، بادشاہ نے انہیں اندر طلب کیا اور سید صاحب کو فرمایا کہ اپنی تیر اندازی کے جوہر دکھائیں سید صاحب نے ایک کاغذ نکال کر بادشاہ کے سامنے کر دیا جس میں علامہ تفتازانی کی مصنفین پر نہایت وزنی اعتراضات لکھے ہوئے تھے اور عرض کیا کہ یہی میرے تیر ہیں اور یہی میری صنعت ہے بادشاہ انکی قابلیت وصلاحیت سے بہت متاثر ہوا اور ان کو اپنے ساتھ شیراز لے گیا اور وہاں مدرسہ دار الشفاء میں تدریسی ذمہ داری آپ کو سونپی دس سال تک آپ وہاں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کے بعد جب تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کر لیا تو اس نے سید صاحب کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور سید صاحب سے سمرقند چلنے کی درخواست کی جو سید صاحب نے قبول فرمائی اور تیمور لنگ کے ساتھ سمرقند تشریف لے گئے پھر تیمور لنگ کی وفات تک سمرقند ہی میں مقیم رہے اس کے بعد شیراز واپس آگئے۔

ایک عجیب واقعہ: علامہ تفتازانی کا مقام بھی تیمور لنگ کے دربار میں بہت بلند تھا سید شریف صاحب سے ان کا مناظرہ ومباحثہ ہوتا رہتا تھا سید صاحب جودت طبع اور فطری فصاحت وبلاغت کے زور سے اور علامہ تفتازانی علم کے زور سے مد مقابل کو شکست دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن کوئی کسی کو شکست نہیں دے سکتا تھا اور تیمور لنگ کہتا تھا کہ گو علم میں دونوں برابر ہیں لیکن نسبی شرافت میں سید شریف افضل ہیں اس بنا پر تیمور لنگ آپ کا زیادہ اکرام کیا کرتا تھا ایک مرتبہ ایک مسئلہ میں ان دونوں حضرات کے درمیان مناظرہ ہوا اس مناظرہ کا فیصل نعمان الدین خوارزمی معتزلی تھا جو علامہ تفتازانی سے نالاں تھا اور پھر علامہ موصوف کی

زبان میں کچھ لکنت بھی تھی اس لیے اس نے سید صاحب کے حق میں فیصلہ کردیا جس کی وجہ سے سید صاحب کے غلبہ کی بہت شہرت ہوئی اور علامہ تفتازانی بہت غمزدہ ہوئے حتی کہ بیمار ہوکر صاحب فراش ہوگئے اور پھر اسی غم میں آپ کی وفات ہوگئی۔

تصانیف جلیلہ

مصنفؒ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: (۱) فارسی زبان میں ترجمۂ قرآن پاک (۲) حاشیہ بیضاوی (۳) حاشیہ مطول (۴) حاشیہ ہدایہ (۵) حاشیہ شرح المطالع (۶) شرح مواقف (۷) شرح حکمت العین (۸) شرح حکمۃ الاشراق (۹) صغریٰ کبریٰ (۱۰) شریفیہ شرح سراجی (۱۱) تعریفات الاشیاء (۱۲) میر قطبی (۱۳) شریفیہ فی المناظرہ (۱۴) صرف میر (۱۵) نحو میر وغیرہ آپ کی تصنیفات پچاس سے متجاوز ہیں۔

علم نحو کے مسائل

علم نحو کے مسائل ومباحث بے شمار ہیں زیر درس داخل نصاب کتاب نحو میر میں اصطلاحات نحو، حروف عاملہ، افعال عاملہ، اسمائے عاملہ، عوامل معنوی اقسام توابع اور حروف غیر عاملہ کا بیان ہے۔

ایک معرکۃ الآراء مسئلہ

علم نحو کے دو مشہور مذہب: یہ بات تو مسلم ہے کہ علم نحو میں عام طور پر دو مذہب مشہور ہیں۔ (۱) کوفی (۲) بصری، دونوں نے ہی علم نحو پر خوب شرح وبسط سے کام کیا ہے، لیکن علم نحو کی ایجاد وتدوین میں فضیلت کا سہرا علمائے بصرہ کے سر

ہے۔ کیونکہ ابو الاسود دوئلی موجد علم نحو، ابن اسحاق حضرمی واضع قوانین علم نحو اور ہارون بن موسیٰ ضابط علم نحو انہیں میں سے ہیں۔

جب علم نحو بصرہ اور اس کے قرب وجوار میں پھیل چکا تو اہل کوفہ نے اس میں حصہ لینا شروع کیا چنانچہ پہلے یہ علم انہوں نے بصریوں سے سیکھا، پھر اس کے پڑھنے پڑھانے، مدون کرنے اور شرح وتفصیل میں بصریوں کی برابری اور مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ فریقین میں کشمکش رہنے لگی اور دونوں میں سے ہر ایک کا جداگانہ مذہب ہوگیا جس کی ہر ایک فریق تائید ومدد کرتا تھا۔

دونوں جماعتوں کے آپسی اختلافات کی اصل بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ سماع کو ترجیح دیتے تھے، اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے تھے، نیز روایت کے سخت پابند تھے، اور خالص فصیح عربوں کو قابل سند مانتے تھے۔ اور اس قسم کے عربوں کی بصرہ اور اس کے مضافات میں کثرت تھی اس کے برخلاف اہل کوفہ نبطیوں اور اہل سواد کے اختلاط کی وجہ سے بیشتر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے تھے، اور ان عرب دیہاتیوں کو بھی قابل سند مانتے تھے جن کی فصاحت اہل بصرہ کے نزدیک مسلم نہیں تھی، لیکن اہل کوفہ چونکہ عباسیوں کے زیر سایہ اور بنو ہاشم کے حمایتی تھے اور اس لیے بھی کہ کوفہ دار الخلافہ بغداد سے زیادہ قریب تھا، اس لیے ان کا مذہب دار الخلافہ میں پھیل گیا۔ اور جب فریقین کے اختلافات بڑھتے ہی چلے گئے اور انتہائی شباب پر پہنچ گئے یہانتک کے دونوں شہر ہی ویران ہوگئے تو یہاں کے علماء بغداد کی طرف منتقل ہوگئے۔ جہاں بغدادیوں کا ایک نیا مذہب پیدا ہوا جو ان دونوں مذہبوں کا آمیزہ تھا اس کے بعد نحو اندلس (اسپین) پہنچا۔ وہاں بھی اندلسیوں کا ایک نیا مذہب بن گیا لیکن ابھی چوتھی صدی کا آغاز ہوا تھا کہ تمام

مذاہب کے شہسوار دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس طرح یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔

بہر کیف متاخرین علماء نے بصریین کے مذہب کو اساسی حیثیت دی اور کوفی مذہب کے صرف اختلافات بتانے پر اکتفاء کیا پھر بعد میں آنے والے لوگوں نے اس کے اصول ومبادی پر اکتفاء کر کے اس کے طول کو مختصر کیا جیسا کہ "تسہیل" میں ابن مالک نے اور "مفصل" میں علامہ جار اللہ زمخشریؒ نے کیا ہے۔

محمد یونس قاسمی

ساکن کھیڑہ افغان

خادم تدریس جامعہ ستاریہ فیض الرحیم

تانگہ گندیوڑہ، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اما بعد ابداں اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی کہ ایں مختصریست مضبوط در علم نحو کہ مبتدی را بعد از حفظِ مفرداتِ لغت و معرفتِ اشتقاق و ضبطِ مہماتِ تصریف بآسانی بکیفیتِ ترکیبِ عربی راہ نماید و بزودی در معرفتِ اعراب و بناو سواد خواندن توانائی دہد، بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَوْنِہٖ۔

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور بہترین انجام متقیوں کے لیے ہے، درود وسلام نازل ہو اللہ کی مخلوق میں سب سے بہترین ذات محمد اور آپ کی تمام آل پر۔ بہرحال حمد وصلوٰۃ کے بعد جان لے (اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائیں) کہ یہ ایک مختصر (رسالہ) ہے جو کہ علم نحو میں لکھا گیا ہے تاکہ مبتدی طالب علم کو لغت کے مفردات حفظ کرنے کے بعد اور علم اشتقاق کو جاننے اور علم صرف کے اہم اہم مسائل یاد کرنے کے بعد آسانی سے عربی ترکیب کی کیفیت کی طرف راہنمائی کرے اور جلد از جلد معرب ومبنی کے پہچاننے اور عبارت پڑھنے میں طاقت وقوت بخشے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

سوال (۱): مصنفؒ نے کن تین چیزوں کو پڑھنے کے بعد نحو میر پڑھنے کا مشورہ دیا ہے اور نحو میر پڑھنے سے کونسے تین فائدے حاصل ہوں گے نیز بتائیں کہ پورے خطبہ میں مصنفؒ نے کن تین باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ہر بات عبارت سے واضح کریں؟

جواب (۱): مصنفؒ نے درج ذیل تین چیزوں کے بعد نحو میر پڑھنے کا حکم دیا ہے (۱) لغت کے مفرد کلمات یاد کر لینے کے بعد (۲) علم اشتقاق کو جاننے کے بعد (۳) علم صرف کے اہم اہم مسائل پہچاننے کے بعد اور پھر نحو میر پڑھنے سے یہ تین فائدے حاصل ہوں گے۔ (۱) عربی ترکیب کی سمجھ اور اس کی کیفیت کی طرف رہنمائی ہوجائے گی (۲) معرب و مبنی کی پہچان ہوجائے گی۔ (۳) عبارت پڑھنا آجائیگا۔

پس پورے خطبہ میں مصنفؒ نے تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۱) علم کی تعیین کردی کہ یہ کتاب علم نحو میں ہے۔ اس عبارت سے ''مضبوط در علم نحو''

(۲) کن علوم کے بعد نحو میر پڑھی جائے اس کی وضاحت کی اس عبارت سے ''بعد از حفظ مفردات لغت و معرفت اشتقاق و ضبط مہمات تصریف (۳) اس کتاب کو پڑھنے سے کیا فائدے ہوں گے اس کو بیان کیا، ''باسانی'' سے لے کر ''توانائی دہد'' تک کی عبارت سے۔

سوال (۲): - ''امابعد'' اصل میں کیا ہے اور مصنفؒ نے دعاء عربی زبان میں کیوں تحریر کی جب کہ پوری کتاب فارسی زبان میں ہے پھر دعاء میں ''اَرْشَدَ'' فعل ماضی کا صیغہ کیوں لایا گیا وضاحت کریں اور نیز لغت، اشتقاق، تصریف اور ترکیب تینوں کی لغوی و اصطلاحی تعریف بھی بیان کریں؟

جواب (۲): امابعد کی اصل ''اَمَّا بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ'' ہے یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد اس کو عربی میں فصل الخطاب کہتے ہیں اسکا استعمال سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا اور لفظ اما اجمال کے بعد تفصیل کے لیے آتا ہے۔

اور دعا عربی زبان میں اس لیے کی گئی کہ عربی زبان تمام زبانوں میں افضل اور اشرف زبان ہے نیز عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ اور ہم دنیا میں دیکھتے ہیں

کہ جس کی جو زبان ہوتی ہے اس کو اپنی زبان اور اس کے بولنے والوں سے محبت ہوتی ہے جب دنیا کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی زبان اور اس کے بولنے والوں سے کیسے محبت نہ کریں گے۔ اسی وجہ سے مصنفؒ نے عربی زبان میں دعاء کی تا کہ اللہ تعالیٰ جلد قبول فرمالیں۔ اور "ہَدٰی" فعل ماضی کا صیغہ اس لیے لائے کیونکہ مصنفؒ کو اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد اور بھر پور یقین ہے کہ وہ ان کی دعا رد نہیں فرمائیں گے پس اسی یقین کی وجہ سے ماضی کا صیغہ استعمال کیا کہ گویا دعا قبول ہوگئی۔

لغت کے لغوی معنی: وہ آواز جس کے ذریعہ انسان اپنے اغراض ومقاصد اور مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے۔

لغت کے اصطلاحی معنی: وہ علم ہے جس سے کسی زبان کے کلمات مفردہ کے وضعی معنی اور طریقہ استعمال معلوم ہو۔

اشتقاق کے لغوی معنی: باب افتعال سے مصدر ہے، جو شَقٌّ سے بنا ہے معنی پھاڑنا، چیرنا۔ اور اصطلاحی معنی: علم اشتقاق وہ علم ہے جس کے ذریعہ مصدر یا جامد سے کلمات بنانے کا طریقہ معلوم ہو۔

تصریف کے لغوی معنی: بدلنا، الٹنا، پلٹنا۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔

اصطلاحی تعریف: علم تصریف وہ علم ہے جس کے ذریعہ الفاظ کی صحیح شکل مفرد الفاظ کے ظاہری احوال اور ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ میں تبدیلی کا طریقہ معلوم ہو۔

ترکیب کے لغوی معنی: باب تفعیل سے مصدر ہے معنی ملانا جوڑنا۔

اصطلاحی معنی: مسند اور مسند الیہ کو اس طرح ملانا کہ ان کے مجموعہ کو جملہ یا کلام کہہ سکیں۔

سوال (۳): مختصر اور مہمات کے کیا معنی ہیں نیز توفیق کسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو کیا معنی لیں گے، پھر مصنفؒ نے "آسانی وزودی" یہ دو لفظ کیوں

استعمال کیے؟

جواب (۳): مختصر کے معنی ایسا کلام کہ جس میں عبارت قلیل اور معنی کثیر ہوں اور ایک ہوتا ہے مقتصر جس کے معنی ایسا کلام جس میں عبارت کثیر اور معنی قلیل ہوں۔

اور مطول کہتے ہیں ایسے کلام کو جس میں عبارت اور معنی دونوں کثیر ہوں۔

مہمات کے لغوی معنی: یہ ھَم" سے بنا ہے معنی غم میں ڈالنا مراد اس سے علم صرف کی مشکل گردانیں اور پیچیدہ تعلیلات ہیں کیونکہ وہ بھی آدمی کو مشکل میں ڈال دیتی ہیں۔ اور وہ بڑی اہم ہیں۔

توفیق کے معنی: اچھے یا برے مقصد کے لیے اسباب مہیا کرنا لیکن توفیق کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اچھے معنی مراد ہوتے ہیں۔

مصنف نے "آسانی وزودی" دونوں کلمے لاکر مبتدی طلبہ کو اطمینان دلا دیا کہ یہ فن بہت آسان اور بہت جلد حاصل ہونے والا ہے تاکہ وہ بیچارے شروع میں گھبرا نہ جائیں۔

فصل: بداں کہ لفظ مستعمل در سخن عرب بر دو قسم ست، مفرد و مرکب، مفرد لفظی باشد تنہا کہ دلالت کند بر یک معنی و آں را کلمہ گویند، و کلمہ بر سہ قسم است۔ اسم چوں رجل و فعل چوں ضَرَبَ و حرف چوں ھَلْ چناں کہ در تصریف معلوم شدہ است۔ اما مرکب لفظی باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر حاصل شدہ باشد و مرکب بر دو گونہ است مفید و غیر مفید۔ مفید آنست کہ چوں قائل بر اں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی معلوم شود، و آں را جملہ گویند و کلام نیز پس جملہ بر دو قسم است خبریہ و انشائیہ۔

ترجمہ | جان لو کہ لفظ مستعمل عربی زبان میں دو قسم پر ہے مفرد اور مرکب مفرد ایسا تنہا لفظ ہوتا ہے جو کہ ایک معنی پر دلالت کرے، اور اس کو کلمہ کہتے ہیں، اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم جیسے رَجُلٌ اور فعل جیسے ضَرَبَ اور حرف جیسے ھَلْ جیسا کہ علم صرف

میں معلوم ہو گیا ہے، بہر حال مرکب ایسا لفظ ہوتا ہے جو دو یا زیادہ کلموں سے مل کر بنا ہو، اور مرکب کی دو قسمیں ہیں مفید اور غیر مفید، مفید وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر ٹھہر جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو اور اس کو جملہ کہتے ہیں اور کلام بھی جملہ کی دو قسمیں ہیں خبریہ اور انشائیہ۔

سوال (۱): مصنف نے لفظ مستعمل بیان کر کے کسے داخل کیا ہے اور کسے خارج نیز لفظ کی لغوی واصطلاحی تعریف کیا ہے، پھر لفظ مستعمل کی کتنی قسمیں ہیں تعریف کے ساتھ ذکر کریں؟

جواب (۱): یاد رہے کہ انسان کے منہ سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتی یا تو وہ معنی دار ہوگی اور اس کو موضوع یا مستعمل کہتے ہیں یا وہ بے معنی ہوگی اور اس کو مہمل یا غیر مستعمل کہتے ہیں۔ جیسے قلم ولم کہ قلم لفظ موضوع اور مستعمل ہے اور "ولم" مہمل اور غیر مستعمل ہے فن نحو میں بحث لفظ موضوع سے کی جاتی ہے اس لیے مصنفؒ نے لفظ مستعمل ذکر کر کے لفظ موضوع کو داخل کر لیا اور غیر مستعمل اور مہمل کو خارج کر دیا کیونکہ وہ بے معنی ہوتا ہے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

لفظ کے لغوی معنی پھینکنا اور اصطلاح میں "مَا يَتَلَفَّظُ بِهِ الْإِنْسَانُ" یعنی جس کے ذریعہ انسان تلفظ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے گلے میں کچھ باریک باریک تار بنائے ہیں جن کو "اوتار صوتیہ" کہتے ہیں پس پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا جب ان تاروں سے ٹکراتی ہے تو وہ ہوا آواز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ آواز منہ کے اندر کسی مخرج میں ٹھہر جاتی ہے تو لفظ بن جاتی ہے چنانچہ اگر پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا، اوتار صوتیہ سے ٹکرائے بغیر نکل جائے تو اس کو سانس کہتے ہیں۔ اور اگر سانس اوتار صوتیہ سے تو ٹکرائے مگر مخرج میں بغیر ٹھہرے نکل جائے تو وہ خالی

آواز ہوتی ہے جیسے بھینس وغیرہ کی آواز، انسان کے علاوہ دیگر حیوانات کے پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا اوتار صوتیہ سے تو ٹکراتی ہے مگر کسی مخرج میں نہیں ٹھہرتی جس کی وجہ سے ان کی آواز لفظ اور کلمہ میں تبدیل نہیں ہو پائی اس لیے کہ ان کو مخرج میں آواز ٹھہرانے کی تمیز نہیں ہے یہ صرف انسان کا خاصہ ہے۔

لفظ موضوع و مستعمل کی دو قسمیں: (۱) مفرد (۲) مرکب،

مفرد: ایسا لفظ جو تنہا ہو اور ایک معنی پر دلالت کرے جیسے "کِتَابٌ"۔

مرکب: جو دو یا دو سے زیادہ کلموں سے مل کر بنے جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" زید عالم ہے، یا جیسے "ذَھَبَ زَیْدٌ اِلَی الْمَدْرَسَۃِ" زید مدرسہ گیا۔

سوال (۲): مفرد کا دوسرا نام اور اس کی تینوں قسموں کو لغوی و اصطلاحی تعریف اور وجہ تسمیہ کے ساتھ بیان کریں؟ اور بتائیں کہ کلمہ کی تین قسمیں کیوں ہیں چار یا پانچ کیوں نہیں؟

جواب (۲): مفرد کا دوسرا نام کلمہ بھی ہے، پھر کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔

اسم کے لغوی و اصطلاحی معنی: اسم کے لغوی معنی بلند ہونا اور اصطلاح میں اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو، اور تینوں زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی اس میں نہ پایا جائے۔ جیسے "رَجُلٌ" مرد۔

فعل کے لغوی و اصطلاحی معنی: فعل کے لغوی معنی کام اور اصطلاح میں فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی اس میں پایا جائے۔ جیسے "عَلِمَ" اس نے جانا۔

حرف کے لغوی و اصطلاحی معنی: حرف کے لغوی معنی کنارے کے ہیں اصطلاح میں حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی بتانے میں کسی دوسرے کا محتاج ہو یعنی

دوسرے کلمہ کے ملے بغیر وہ اپنے پورے معنی نہ بتا سکے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی اس میں نہ پایا جائے۔ جیسے "مِنْ" معنی کیا۔

کلمہ کی صرف تین قسمیں ہیں: اس لیے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو تو وہ حرف ہے اور اگر دوسرے کا محتاج نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں زمانہ پایا جائے گا یا نہیں، اگر زمانہ پایا جائے تو وہ فعل ہے اور اگر زمانہ نہ ہو تو وہ اسم ہے پس آگے کوئی اور قسم بچتی ہی نہیں اس لیے تین ہی قسمیں ہیں۔

وجہ تسمیہ: اسم کو اسم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسم کے معنی بلند ہونا اور چونکہ وہ فعل اور حرف سے مرتبہ میں بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں جب کہ فعل زمانہ کا محتاج ہے اور حرف تو سراسر ہی محتاج ہے۔ اور فعل کو فعل اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کے معنی کام اور چونکہ اس میں بھی کسی نہ کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے حرف کے معنی کنارہ کے ہیں حرف کا نام حرف اس لیے ہے کہ وہ اسم اور فعل کے مقابلہ میں کنارہ پر آتا ہے۔

سوال (۳): مرکب کی تقسیم کریں، نیز مرکب مفید کی تعریف اس کے تینوں نام اور دونوں قسموں کو بیان کریں؟

جواب (۳): مرکب کی دو قسمیں ہیں (۱) مفید (۲) غیر مفید۔

مرکب مفید: اسے کہتے ہیں کہ جب بولنے والا اپنی بات کہہ کر رک جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو جیسے میں نے کہا "زَیْدٌ صَالِحٌ" معنی زید نیک ہے۔ تو آپ کو زید کے صالح ہونے کی خبر ہو گئی۔ یا کہا "اِقْرَأْ" تو پڑھ تو اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ پڑھنے کی طلب کی جا رہی ہے پس یہ مرکب مفید ہے۔ مرکب

مفید کے اور بھی تین نام ہیں۔

(۱) مرکب تام (۲) جملہ (۳) کلام پھر مرکب مفید یا بالفاظ دیگر جملہ کی دو قسمیں ہیں جملہ خبریہ، جملہ انشائیہ۔

فصل: - بدانکہ جملہ خبریہ آنست کہ قائلش را بصدق وکذب صفت تواں کرد وآں بر دو نوع است اوّل آں کہ جزو اوّلش اسم باشد وآں را جملہ اسمیہ گویند چون زَیْدٌ عَالِمٌ یعنی زید داناست جزو اوّلش مسند الیہ ست وآنرا مبتدا گویند۔ وجزو دوم مسند ست وآنرا خبر گویند دوم آں کہ جز اوّلش فعل باشد وآں را جملہ فعلیہ گویند چوں ضَرَبَ زَیْدٌ بزد زید جزو اولش مسند است وآں را فعل گویند وجزو دوم مسند الیہ ست وآنرا فاعل گویند، وبدانکہ مسند حکم است ومسند الیہ آنچہ برو حکم کنند، واسم مسند ومسند الیہ تواند بود وفعل مسند باشد ومسند الیہ نتواند بود، وحرف نہ مسند باشد ونہ مسند الیہ۔

ترجمہ: جان لیجئے! کہ جملہ خبریہ وہ ہے جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف کرسکیں اور وہ دو قسم پر ہے۔ اوّل یہ کہ اس کا پہلا جز اسم ہو اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں، جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" زید عالم ہے اس کا پہلا جز مسند الیہ ہے اور اس کو مبتدا کہتے ہیں، دوسرا جز مسند ہے اور اس کو خبر کہتے ہیں، دوم یہ کہ اس کا پہلا جز فعل ہو اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں، جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" زید نے مارا۔ اس کا پہلا جز مسند ہے اس کو فعل کہتے ہیں اور دوسرا جز مسند الیہ ہے اس کو فاعل کہتے ہیں۔ اور جان لیجئے! کہ مسند حکم ہے اور مسند الیہ وہ کلمہ ہے کہ جس پر حکم لگائیں۔ اسم مسند اور مسند الیہ (دونوں) ہوسکتا ہے اور فعل مسند ہوسکتا ہے مسند الیہ نہیں حرف نہ مسند ہوسکتا ہے نہ مسند الیہ۔

سوال (۱): جملہ خبریہ اور اس کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ بیان کریں اور ان

کے ہر ہر جز کا نام ہے اور وجہ تسمیہ بھی ذکر کریں؟

جواب (۱): جملہ خبریہ وہ جملہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں جیسے "زَیْدٌ قَائِمٌ" "زید کھڑا ہے" بس آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں اور تصدیق بھی کر سکتے ہیں۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ۔

جملہ اسمیہ وہ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا پہلا جز اسم ہو خواہ دوسرا جز فعل ہو یا اسم جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" زید عالم ہے۔ اور "زَیْدٌ قَامَ" زید کھڑا ہوا یہ جملہ خبریہ اسمیہ ہیں کیونکہ ان کا پہلا جز اسم ہے اور جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو مسند الیہ اور دوسرے جز کو مسند کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: مسند الیہ کے معنی جس کی طرف نسبت کی جائے اور مسند الیہ کو بھی مسند الیہ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور مسند کے معنی ہیں جس کی نسبت کی جائے اور مسند کو مسند اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی بھی کسی دوسرے کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" میں زید مسند الیہ ہے اس لیے کہ اس کی طرف عالم ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور "عالم" مسند ہے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف۔

جملہ اسمیہ میں مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ مبتدا کے معنی ہیں جس سے ابتدا کی جائے اور مبتدا کو بھی مبتدا اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے جملہ کی ابتدا اور شروعات ہوتی ہے اور خبر کو خبر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ خبر دی جاتی ہے جیسے مذکورہ مثال میں "زَیْدٌ" مبتدا ہے اس لیے کہ اس سے جملہ کی ابتدا ہو رہی ہے اور "عالم" خبر ہے اس لیے کہ اس کے ذریعہ زید کے بارے میں "عالم" ہونے کی خبر دی جا رہی ہے۔

جملہ خبریہ کی دوسری قسم جملہ فعلیہ ہے اور جملہ فعلیہ وہ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا پہلا جزفعل ہو اور دوسرا اسم اس کے پہلے جز کو مسند اور دوسرے جز کو مسند الیہ کہتے ہیں جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" زید نے مارا۔ ضَرَبَ مسند ہے اس لیے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف اور زید مسند الیہ ہے اس لیے کہ اس کی طرف ضَرَبَ یعنی مارنے کی نسبت کی گئی ہے۔

جملہ فعلیہ میں مسند کو فعل اور مسند الیہ کو فاعل کہتے ہیں فعل کے معنی ہے کام اور فعل کو بھی فعل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے اور فاعل کے معنی کام کرنے والا اور فاعل کو بھی فاعل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے یعنی وہ کسی کام کو کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" میں "ضَرَبَ" فعل ہے اس لیے کہ اس میں ایک کام کا کرنا یعنی مارنا پایا گیا ہے۔ اور "زَیْدٌ" فاعل ہے اس لیے کہ مارنے کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ فعل ضرب کو انجام دینے والا ہے۔

سوال (۲): مصنفؒ نے مسند الیہ و مسند کی کیا تعریف کی ہے اس تعریف کے اعتبار سے آپ مسند الیہ و مسند کا کیا نام رکھیں گے نیز ارباب منطق کے یہاں انکا کیا نام ہے؟ اور صاحب ہدایۃ النحو نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟

جواب (۲): مصنفؒ نے تعریف اس طرح کی ہے کہ مسند الیہ اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی حکم لگایا جائے اور مسند خود اس حکم کو کہتے ہیں جیسے "اَلْمُسْلِمُ صَادِقٌ" "مسلمان سچا ہے اس میں مسلمان پر سچے ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ پس "اَلْمُسْلِم" مسند الیہ ہوا اور "صَادِق" مسند ہے اس لیے کہ وہ حکم ہے اس تعریف کے اعتبار سے مسند الیہ کو محکوم علیہ اور مسند کو محکوم بہ کہتے ہیں اور مناطقہ مسند الیہ کو موضوع اور مسند کو محمول کہتے

ہیں اور صاحب ہدایۃ النحو نے مسند الیہ کو مخبر عنہ اور مسند کو مخبر بہ سے تعبیر کیا ہے۔

سوال (۳): اسم، فعل، حرف میں سے مسند و مسند الیہ کون کون بن سکتا ہے اور کیوں مفصل بیان کیجئے؟

جواب (۳): مسند الیہ ہر وہ کلمہ بن سکتا ہے جو کسی ذات پر دلالت کرتا ہو اور مسند ہر وہ کلمہ بن سکتا ہے جو صفت پر دلالت کرتا ہو چونکہ اسم میں دونوں صلاحیتیں پائی جاتی ہیں کہ وہ ذات پر بھی دلالت کرتا ہے جیسے "زیدٌ، مسجدٌ" اور صفت پر بھی دلالت کرتا ہے جیسے "قائمٌ، عالمٌ" اس لیے اسم مسند الیہ اور مسند دونوں بن سکتا ہے۔

پس یوں سمجھئے کہ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسم ذات (۲) اسم صفت۔

اسم ذات: وہ اسم ہے جو کسی شئے کے محض وجود اور ذات پر دلالت کرے جیسے "زیدٌ، الھَوَاءُ، المَاءُ" کہ یہ تینوں الفاظ زید ہوا اور پانی کے محض وجود اور ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی چیز کی اچھائی برائی حالت و کیفیت اور صفت پر دلالت کرے جیسے "جمیلٌ، شجاعٌ، ضعیفٌ" کہ یہ تینوں الفاظ صفت کو بتلا رہے ہیں۔

فعل صرف مسند بن سکتا ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ وصف پر دلالت کرتا ہے اور فعل کبھی مسند الیہ نہیں بن سکتا ہے اس لیے کہ وہ کسی ذات پر دلالت نہیں کرتا۔

حرف نہ مسند الیہ بن سکتا ہے نہ مسند اس لیے کہ وہ نہ ذات پر دلالت کرتا ہے نہ ہی وصف پر بلکہ وہ تو اپنے پورے معنی ہی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جملہ کے لیے دو جز مسند الیہ اور مسند ہونے ضروری ہیں خواہ دونوں اسم ہوں کہ ایک کو مسند الیہ اور دوسرے کو مسند بنایا گیا ہو یا ایک اسم ہو اور دوسرا فعل۔

بدانکہ جملہ انشائیہ آنست کہ قائلش را بصدق وکذب صفت نتواں کرد، وآں

بر چند قسم ست، امر چوں "اِضْرِبْ" ونہی چوں "لَا تَضْرِبْ" واستفہام چوں "ھَلْ ضَرَبَ زَیْدٌ" وتمنی چوں "لَیْتَ زَیْدًا حَاضِرٌ" وترجی چوں "لَعَلَّ عَمْرًوا غَائِبٌ" وعقود چوں "بِعْتُ وَاشْتَرَیْتُ" وندا چوں "یَااللّٰہُ" وعرض چوں "اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا" وقسم چوں "وَاللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْدًا" وتعجب چوں "مَااَحْسَنَہٗ وَاَحْسِنْ بِہٖ"۔

ترجمہ: جان لیجئے! کہ جملہ انشائیہ وہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف نہ کرسکیں اور وہ چند قسم پر ہے، امر جیسے اِضْرِبْ تو مار اور نہی جیسے: لَاتَضْرِبْ تو مت مار، اور استفہام جیسے ھَلْ ضَرَبَ زَیْدٌ کیا زید نے مارا، اور تمنی جیسے لَیْتَ زَیْدًا حَاضِرٌ کاش زید حاضر ہوتا، اور ترجی جیسے لَعَلَّ عَمْرًوا غَائِبٌ شاید کہ عمرو غائب ہو، اور عقود جیسے بِعْتُ وَاشْتَرَیْتُ میں نے بیچا اور میں نے خریدا اور ندا جیسے یَااللّٰہُ اے اللہ اور عرض جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَافَتُصِیْبَ خَیْرًا کیا تو ہمارے پاس نہیں اترتا (قیام کرتا) تا کہ تو خیر پائے، اور قسم جیسے وَاللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْدًا اللہ کی قسم میں زید کو ضرور بالضرور ماروں گا اور تعجب جیسے مَااَحْسَنَہٗ وَاَحْسِنْ بِہٖ کتنا اچھا ہے یہ، اور کتنا اچھا ہے یہ۔

سوال (۱): انشاء کے کیا معنی ہیں، نیز جملہ انشائیہ کی تعریف کرتے ہوئے بتلائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا کیا؟

جواب (۱): انشاء از باب افعال معنی پیدا کرنا اور انشاء کو بھی انشاء اسی لیے کہتے ہیں کہ جملہ انشائیہ بولنے والا کلام کو پیدا تو کرتا ہے، مگر اس کی خبر نہیں دیتا جیسے "کتاب لاؤ، پڑھو، لکھو" وغیرہ۔

جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے میں

آپ سے کہوں پڑھو تو کیا آپ مجھے یہ کہیں گے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں نہیں بلکہ اس میں سچ یا جھوٹ کا احتمال ہی نہیں وہ تو خبر میں ہوتا ہے۔ جملہ انشائیہ کی دس قسمیں ہیں (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنی (۵) ترجی (۶) عقود (۷) ندا (۸) عرض (۹) قسم (۱۰) تعجب۔

سوال (۲): امر، نہی، استفہام، تمنی، ترجی ان پانچوں کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں تمنی وترجی کے فرق کو بھی واضح کرتے چلیں؟ نیز "لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ" نہ جملہ اسمیہ ہے نا فعلیہ بلکہ اس کا پہلا جز حرف ہے تو یہ کونسا جملہ ہوا؟

جواب (۲): امر کے لغوی معنی حکم دینا اور اصطلاح میں امر وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں متکلم مخاطب سے کسی فعل کو طلب کرے۔ جیسے "اِضْرِبْ" تو مار کہ اس میں فعلِ ضرب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

نہی کے لغوی معنی روکنا اور اصطلاح میں نہی وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں متکلم مخاطب سے ترکِ فعل کو طلب کرے جیسے "لَا تَضْرِبْ" تو مت مار، اس میں مخاطب سے ترکِ ضرب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

استفہام کے لغوی معنی سمجھنے کی طلب کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں ناواقف متکلم واقف کار مخاطب سے کوئی بات سمجھنے کی خواہش کرے اور اس میں حرفِ استفہام آئے، جیسے "هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ" کیا زید نے مارا۔

تمنی کے لغوی معنی آرزو کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کے حصول کی آرزو کی جائے جیسے "لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ" کاش زید حاضر ہوتا۔

ترجی کے لغوی معنی امید کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی شئے کے حصول کی امید کی جائے جیسے "لَعَلَّ عَمْرًا غَائِبٌ" شاید عمر غائب ہے۔

تمنی و ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ممکن وغیر ممکن مگر محبوب شئے کی آرزو کے لیے آتی ہے۔ اور ترجی صرف ممکن شئے کی امید کے لیے آتی ہے خواہ وہ محبوب ہو یا مکروہ، جملہ کے اجزا سے مراد مسند الیہ اور مسند ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ ان میں سے حرف کچھ بھی نہیں ہوتا پس "لَيْتَ زَيْداً حَاضِرٌ" جملہ اسمیہ ہے اور حرف لَيْتَ اس پر معنی تمنی کی ادائیگی کے لیے داخل ہوا ہے۔

سوال (۳): عقود، ندا، عرض، قسم اور تعجب کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد تعجب کے دونوں وزن بھی بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ "بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ" بظاہر تو جملہ معلوم ہو رہے ہیں۔ پھر مصنفؒ نے ان کو انشائیہ کے تحت کیوں بیان فرمایا؟

جواب (۳): عقود کے لغوی معنی گرہ باندھنا اور اصطلاح میں وہ جملے (انشائیہ) ہیں جو کسی معاملہ کو منعقد (ثابت) کرنے کے لیے بولے جائیں، جیسے "بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ" میں نے بیچا میں نے خریدا۔

نداء کے لغوی معنی آواز دینا اور اصطلاح میں ندا وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ کسی کو آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کیا جائے جیسے "يَااَللّٰهُ" اے اللہ "يَازَيْدُ" اے زید۔

عرض کے لغوی معنی پیش کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ مخاطب سے کسی چیز کے حصول کی رغبت بطور درخواست کی جائے جیسے "اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا" آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اترتے تاکہ آپ بھلائی پائیں۔ "اَلَا تَجْتَهِدُ فِي الدِّرَاسَةِ فَتَكُوْنَ فَائِزًا" تو پڑھائی میں محنت کیوں نہیں کرتا تاکہ تو کامیاب ہو۔

قسم کے لغوی معنی قسم کھانا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے کہ جس میں کسی

خبر پر تاکید کے واسطے قسم اٹھائی جائے۔ جیسے "واللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْدًا" اللہ کی قسم میں زید کی ضرور پٹائی کروں گا۔

تعجب کے لغوی معنی تعجب کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں ایسے صیغہ کے ذریعہ تعجب کیا جائے، جو تعجب کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے "مَا اَحْسَنَ زَیْدًا وَاَحْسِنْ بِزَیْدٍ" دونوں کا ترجمہ زید کتنا حسین ہے۔ تعجب کے دو وزن آتے ہیں "مَا اَفْعَلَهٗ، اَفْعِلْ بِهٖ"۔

بعت واشتریت اصل میں تو دونوں جملہ خبریہ ہی ہیں؛ مگر ان دونوں کو خرید وفروخت کے وقت جملہ انشائیہ مانا جائے گا؛ کیونکہ جب بائع ومشتری دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں اور بیچنے والا کہتا ہے میں نے بیچا اور خریدنے والا کہتا ہے میں نے خریدا تو اس وقت ان کو سچا یا جھوٹا نہیں کہہ سکتے اس لیے ان کو جملہ انشائیہ کہتے ہیں یہ اور بات ہے کہ آج کل کوئی اس طرح نہیں کہتا، کیونکہ عجلت پسندی کا دور ہے مگر پھر بھی یہ بات لیتے اور دیتے وقت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔

فصل بدانکہ مرکب غیر مفید آنست کہ چون قائل براں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی حاصل نشود و آں بر سہ قسم ست اول مرکب اضافی چون "غُلَامُ زَیْدٍ" جزو اول را مضاف گویند و جزو دوم را مضاف الیہ ومضاف الیہ ہمیشہ مجرور باشد، دوم مرکب بنائی و او آنست کہ دو اسم را یکی کردہ باشند و اسم دوم متضمن حرفی باشد چون "اَحَدَ عَشَرَ تَا تِسْعَةَ عَشَرَ" کہ در اصل اَحَدٌ وَعَشَرٌ وَتِسْعَةٌ وَعَشَرٌ بودہ است واو را حذف کردہ ہر دو اسم را یکے کردند ہر دو جزو مبنی باشد بر فتح اِلَّا اِثْنَا عَشَرَ کہ جزو اول معرب است۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ مرکب غیر مفید وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر سکوت اختیار

کرے تو سننے والے کو کوئی خبر یا کوئی طلب حاصل نہ ہو اور وہ تین قسم پر ہے۔ پہلی قسم مرکب اضافی جیسے "غُلَامُ زَيْدٍ" زید کا غلام" پہلے جز کو مضاف کہتے ہیں اور دوسرے جز کو مضاف الیہ، اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے، دوسری قسم مرکب بنائی اور وہ ایسا مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل ہو۔ جیسے "أَحَدَ عَشَرَ تَاتِسْعَةَ عَشَرَ، گیارہ سے لے کر انیس تک کہ دراصل أَحَدٌ وَعَشَرٌ اور تِسْعَةٌ وَعَشَرٌ تھا، واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کر دیا، اور دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوں گے مگر اِثْنَا عَشَرَ کہ اس کا پہلا جز معرب ہے۔

سوال (۱): مرکب غیر مفید کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں نیز مرکب اضافی کی تعریف مع مثال بیان کریں اور اس کے دونوں جزوں کے نام بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ غلام کو مضاف زید کو مضاف الیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب (۱):- مرکب غیر مفید وہ مرکب ہے کہ جب کہنے والا اس پر ٹھہر جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم نہ ہو اس کی مشہور تین قسمیں ہیں (۱) مرکب اضافی (۲) مرکب بنائی (۳) مرکب منع صرف جو اگلے سبق میں آ رہی ہے۔

مرکب اضافی وہ مرکب غیر مفید ہے کہ جس میں ایک چیز کی نسبت دوسری چیز کی طرف کی جائے جیسے "غُلَامُ زَيْدٍ" زید کا غلام اس کے پہلے جزو کو مضاف اور دوسرے جز کو مضاف الیہ کہتے ہیں، مضاف کے معنی جس کی نسبت کی جائے اور مذکورہ مثال میں غلام کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف اس لیے اس کو مضاف کہیں گے اور مضاف الیہ کے معنی ہیں جس کی طرف نسبت کی جائے اور ہماری مثال میں زید کی طرف نسبت کی گئی ہے غلام کی اس لیے زید کو مضاف الیہ کہیں گے۔ یاد رہے کہ مضاف معرب ہوتا ہے یعنی اس کا اعراب عامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے

گر مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ دونوں کی مثال جیسے "جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ" زید کا غلام آیا "رَأَیْتُ غُلَامَ زَیْدٍ" میں نے زید کے غلام کو دیکھا۔ "مَرَرْتُ بِغُلَامِ زَیْدٍ" میں زید کے غلام کے پاس سے گذرا۔ پس مضاف کا اعراب تینوں حالتوں میں بدلتا رہا ہے مگر مضاف الیہ ہر حالت میں مجرور ہے۔

سوال (۲): مضاف الیہ ہمیشہ مجرور کیوں ہوتا ہے، نیز مرکب بنائی کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں اس کے دونوں جزوں کا اعراب مع وجہ اعراب بیان کریں نیز اَثنَا عَشَرَ کا اعراب بھی بیان کریں؟

جواب (۲):۔ مضاف الیہ ہمیشہ مجرور اس لیے ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ایک حرف جر پوشیدہ ہوتا ہے جو مضاف الیہ کو مجرور کرتا ہے۔ اور ایسے تین حرف ہیں جو مضاف ومضاف الیہ کے درمیان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ (۱) مِن (۲) فی (۳) لام۔ اگر مِن حرف جر پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت منیہ یا بیانیہ کہتے ہیں جیسے "خَاتَمُ الفِضَّةِ" کہ اصل میں خَاتَمٌ مِنَ الفِضَّةِ ہے یعنی چاندی سے بنی ہوئی انگوٹھی۔ اور اگر فی حرف جر پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت فیہ یا ظرفیہ کہتے ہیں جیسے "صَلَاةُ اللَّیْلِ" کہ اصل میں صَلَاةٌ فِی اللَّیْلِ ہے یعنی رات میں پڑھی جانے والی نماز اور اگر لام پوشیدہ ہو تو اس کو اضافت لامیہ یا تملیکیہ کہتے ہیں۔ جیسے "غُلَامُ زَیْدٍ" کہ اصل میں "غُلَامٌ لِزَیْدٍ" ہے۔ یعنی زید کی ملکیت والا غلام۔

مرکب بنائی کے لغوی معنی وہ مرکب جو بنی ہو اور اصطلاح میں مرکب بنائی وہ مرکب ہے کہ جس میں دو الگ الگ اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل ہو لیکن اس حرف کو درمیان سے حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کیا گیا ہو جیسے "اَحَدَ عَشَرَ" گیارہ سے تِسْعَةَ عَشَرَ انیس تک کہ اصل میں اَحَدٌ

وَعَشَرٌ دو الگ الگ اسم تھے واؤ کو حذف کر کے دونوں کو ملا دیا اب ایک اسم بن گیا۔

مرکب بنائی کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں۔ جیسے "جَاءَنِیْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا" گیارہ مرد آئے "رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا" میں نے گیارہ مردوں کو دیکھا، "مَرَرْتُ بِاَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا" میں گیارہ مردوں کے پاس سے گزرا مرکب بنائی کا پہلا جز تو اس لیے مبنی ہوتا ہے کہ جب "اَحَدٌ وَعَشَرٌ" کو درمیان سے واؤ گرا کر ملا دیا اور دونوں اسموں کو ایک کر دیا۔ تو "احد" کی دال درمیان کلام میں آ گئی اور درمیان کا حصہ ہمیشہ مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے احد مبنی ہو گیا۔ اور دوسرا جز مبنی اس لیے ہوا کہ اس کے ساتھ ایک حرف تھا۔ اور حرف چونکہ مبنی الاصل میں سے ہے اب حرف کو تو گرا دیا مگر وہ اپنا مبنی ہونے کا اثر چھوڑ گیا۔ لہذا وہ اثر دوسرے جز کو دیدیا اس لیے وہ مبنی ہو گیا۔

پھر دونوں ہی جز مبنی بر فتحہ ہی کیوں ہوئے مبنی بر ضمہ یا مبنی بر کسرہ کیوں نہیں ہوئے؟ تو وہ اس لیے کہ حرکات میں سب سے زیادہ خفیف اور سہل الاداء حرکت فتحہ ہے اس لیے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوئے تاکہ گنتی جو کہ کثیر الوقوع ہے اس کو بولنے میں آسانی ہو۔

گیارہ سے لے کر انیس تک کے عدد میں صرف "اِثْنَا عَشَرَ" ایک ایسا عدد ہے کہ جس کا پہلا جز معرب ہے اور دوسرا جز تو وہ مبنی ہی ہے جیسے "جَاءَنِیْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا" بارہ آدمی آئے "رَاَیْتُ اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا" میں نے بارہ مردوں کو دیکھا۔ "مَرَرْتُ بِاِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا" میں بارہ آدمیوں کے پاس سے گزرا۔ پہلا جز معرب اس لیے ہے کہ اِثْنَا عَشَرَ اصل میں "اِثْنَانِ وَعَشَرٌ" تھا جب واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ملا کر ایک کیا تو نون گر گیا اور نون کا گرنا مضاف سے مشابہت رکھتا ہے اس لیے کہ اضافت میں مضاف سے نون تثنیہ و جمع گر جاتا ہے

ہے "کِتَابَاہٗ زَیْدٍ" سے کتابا زید یعنی زید کی دو کتابیں اور "مُسْلِمُوْنَ الْهِنْدِ"
سے "مُسْلِمُوْ الْهِنْدِ" ہندوستان کے مسلمان اور آپ جان چکے ہیں کہ مضاف
معرب ہوتا ہے۔ تو اثنا کو بھی مضاف سے مشابہت ہونے کی وجہ سے معرب
کر دیا۔ جبکہ اثنا خود مضاف نہیں بلکہ صرف اس سے مشابہت ہونے کی وجہ سے
اس میں معرب کا اثر آ گیا اس لیے معرب ہو گیا۔۔

ہے مستثنیٰ فقط اِثْنَا عَشَرَ ❁ کیونکہ اثنا میں ہے معرب کا اثر

البتہ دوسرا جز تو وہ احد عشر کے تحت ہی مبنی ہے۔

سوال (۳): گیارہ سے انیس تک کے عدد کو اس کی اصل صورت میں پھر مرکب بنائی کے ساتھ بیان کریں، ترجمہ فراموش نہ کریں؟

جواب (۳) گیارہ سے لے کر انیس تک کے عدد کی اصل صورت حسب ذیل ہے۔

أَحَدٌ وَعَشَرٌ ایک اور دس اِثْنَانِ وَعَشَرٌ دو اور دس ثَلَاثَةٌ وَعَشَرٌ تین اور دس
أَرْبَعَةٌ وَعَشَرٌ چار اور دس خَمْسَةٌ وَعَشَرٌ پانچ اور دس سِتَّةٌ وَعَشَرٌ چھ اور دس سَبْعَةٌ
وَعَشَرٌ سات اور دس ثَمَانِيَةٌ وَعَشَرٌ آٹھ اور دس تِسْعَةٌ وَعَشَرٌ نو اور دس۔

اور مرکب بنائی کے تحت ان اعداد کی حسب ذیل صورت ہوگی۔

أَحَدَ عَشَرَ گیارہ، اِثْنَا عَشَرَ بارہ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ تیرہ، أَرْبَعَةَ عَشَرَ چودہ،
خَمْسَةَ عَشَرَ پندرہ، سِتَّةَ عَشَرَ سولہ، سَبْعَةَ عَشَرَ سترہ، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ اٹھارہ،
تِسْعَةَ عَشَرَ انیس۔

سوم مرکب منع صرف واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشد و اسم دوم متضمن
حرفی نباشد چون بَعْلَبَكُّ وَحَضْرَمَوْتُ کہ جزو اوّل مبنی باشد بر فتح بمذہب اکثر
علماء و جزو دوم معرب بدانکہ مرکب غیر مفید ہشت جزو جملہ باشد چون "غُلَامُ زَيْدٍ

قَائِمٌ" وَعِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا، وَجَاءَ بَعْلَبَكُّ۔

ترجمہ | تیسری قسم مرکب منع صرف اور وہ ایسا مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے بَعْلَبَكُّ وَحَضَرَمَوْتُ کہ پہلا جز مبنی بر فتح ہوگا اکثر علماء کے مذہب پر اور دوسرا جز معرب جاننا چاہئے کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جملہ کا جز ہوتا ہے۔ جیسے "غُلَامُ زَیْدٍ قَائِمٌ" زید کا غلام کھڑا ہے "عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا" میرے پاس گیارہ درہم ہیں۔ "جَاءَ بَعْلَبَكُّ" شہر بعلبک آیا۔

سوال (۱) مرکب منع صرف کی لغوی واصطلاحی تعریف مع مثال بیان کریں نیز اس کا پہلا جز مبنی برفتحہ اور دوسرا جز معرب کیوں ہوتا ہے پھر معرب سے کونسا معرب مراد ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱) منع صرف کے لغوی معنی گھومنے سے روکنا اور اصطلاح میں مرکب منع صرف اس مرکب کو کہتے ہیں کہ جس میں دو الگ الگ اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے "بَعْلَبَكُّ، حَضَرَمَوْتُ" اسکا پہلا جز مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ اور وہ اس لیے کہ جب بَعْلَ اور بَكُّ دو الگ الگ اسموں کو ملایا گیا تو بعل کا لام درمیان میں آ گیا اور درمیان کا حصہ مبنی ہوتا ہے اس لیے وہ مبنی ہو گیا۔ اور دوسرا جز اس لیے معرب ہے کہ اس سے پہلے واؤ حرف نہیں تھا کہ جس کے مبنی ہونے کا اثر اس پر ظاہر ہوتا اس لیے معرب رہا اور معرب سے مراد یہاں معرب غیر منصرف ہے۔ نا کہ معرب منصرف اور غیر منصرف کی خاصیت یہ ہے کہ اس پر جر اور تنوین نہیں آتی اور اس کا اعراب حالت جری میں بھی فتحہ آتا ہے۔ جیسے "رَأَیْتُ بَعْلَبَكَّ وَحَضَرَمَوْتَ" میں نے شہر بعلبك اور شہر حضر موت کو دیکھا۔ "مَرَرْتُ بَعْلَبَكَّ

وَحَضرَمَوت" میں شہر بعلبک اور شہر حضرموت کے پاس سے گذرا۔

سوال (۲) مصنف "اکثر علماء کہہ کر کیا بتانا چاہتے ہیں۔ نیز بعلبک اور حضرموت کس کے نام ہیں اور انکی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب (۲) اکثر علماء کہہ کر مصنف" مرکب منع صرف کے پہلے جزو کے اعراب میں اختلاف کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس میں تین قول ہیں۔ (۱) بعض علماء کا کہنا ہے کہ مرکب منع صرف کے دونوں جزو معرب ہیں۔ (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں جزو مبنی بر فتحہ ہیں۔ (۳) بہرحال صحیح مذہب یہ ہے جس کو مصنف" نے بیان کیا ہے کہ پہلا جزو مبنی اور دوسرا معرب غیر منصرف ہے۔

بَعْلَبَكُّ اصل میں بَعْلٌ اور بَكٌّ تھا بعل کے لغوی معنی شوہر لیکن یہ ایک بت کا نام تھا اور بک ایک بادشاہ کا نام تھا جو اس بت کی پوجا کرتا تھا۔ پس اس نے ایک شہر آباد کرایا اور اس کا نام اپنے بت کے نام پر رکھ دیا جس کی بنا پر اس شہر کا نام "بعلبک" ہوگیا۔ اور اس شہر کی طرف نسبت رکھنے والے کو بَعْلِیٌّ یا بَکِّیٌّ دونوں کہا جاتا ہے۔

حَضَرَ مَوْتُ اصل میں حَضَرَ فعل ماضی ہے جس کے معنی حاضر ہونا اور مُوْتُ اصل میں مَوْتٌ تھا کثرت استعمال کی وجہ سے موت ہوگیا جس کے معنی مرنا۔ چنانچہ کوئی بادشاہ تھا اس نے ایک شہر تعمیر کیا جب وہ اس کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوا تو اس کی موت آپہنچی تو لوگوں نے اس شہر کا نام ہی حَضَرَ مُوْتُ رکھ دیا۔ ایک قول کے مطابق حَضَرَ مُوْتُ کسی قبیلہ کا نام ہے۔

سوال (۳) مرکب غیر مفید کی جملہ میں کیا حیثیت ہوتی ہے نیز صاحب کتاب نے اس سے متعلق تین مثالیں کیوں دی ہیں؟

جواب (۳) آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جملہ کے دو جز ہوتے ہیں ایک مسند الیہ دوسرا

مسند الیہ دونوں سے مل کر جملہ مکمل ہوتا ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جملہ کا ایک جزو بنتا ہے مکمل جملہ نہیں بنتا جیسے "غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ" زید کا غلام کھڑا ہے اس مثال میں غُلَامُ زَيْدٍ مرکب غیر مفید مرکب اضافی کی صورت میں جملہ کا ایک جزو یعنی مسند الیہ بن رہا ہے "عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا" میرے پاس گیارہ درہم ہیں اس میں اَحَدَ عَشَرَ مرکب غیر مفید مرکب بنائی کی صورت میں جملہ کا ایک جزو یعنی مسند الیہ بن رہا ہے۔ "جَاءَ بَعْلَبَكُّ" شہر بعلبک آیا اس مثال میں بعلبک مرکب غیر مفید مرکب منع صرف کی صورت میں جملہ کا ایک جز یعنی مسند الیہ بن رہا ہے۔ مصنف علامؒ نے یہ تین مثالیں اس لیے دیں تا کہ تینوں قسموں کی پہچان ہو جائے کہ مرکب غیر مفید کس طرح جملہ کا جز بنتا ہے۔

فصل بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ نباشد لفظاً چوں "ضَرَبَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ قَائِمٌ" یا تقدیراً چوں "اِضْرِبْ" کہ "اَنْتَ" درو مستتر ست واز یں بیشتر باشد وبیشتر را حدی نیست، بدانکہ چوں کلمات جملہ بسیار باشد اسم، فعل، حرف را با یک دیگر تمیز باید کردن ونظر کردن کہ معرب ست یا مبنی وعامل ست یا معمول وباید دانستن کہ تعلق کلمات با یکدیگر چگونہ است تا مسند ومسند الیہ پیدا گردد ومعنیٔ جملہ تحقیق معلوم شود۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ کوئی بھی جملہ دو کلموں سے کم نہیں ہوگا۔ لفظاً جیسے "ضَرَبَ زَيْدٌ" زید نے مارا اور زَيْدٌ قَائِمٌ زید کھڑا ہے۔ یا تقدیراً جیسے "اِضْرِبْ" تو مار کہ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ہے اور اس سے زیادہ بھی ہوگا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جان لیجئے کہ جب جملہ کے کلمات بہت ہوں تو اسم فعل اور حرف کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہئے۔ اور (ہر ایک میں) غور کرنا چاہئے کہ معرب ہے یا مبنی، عامل ہے

یا معمول اور جاننا چاہئے کہ کلمات کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا ہے تاکہ مسند و مسند الیہ ظاہر ہو جائیں اور جملہ کے معنی تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائیں۔

سوال (۱) جملہ میں کم از کم کتنے کلمے ہونگے لفظاً اور تقدیراً کے اعتبار سے دونوں قسموں کو مع مثال بیان کریں۔ اور تقدیراً کے لغوی و اصطلاحی معنی بھی بیان کریں؟

جواب (۱) جملہ میں کم سے کم دو کلمے ہونے چاہئیں تاکہ ایک کو مسند اور دوسر کو مسند الیہ بنایا جاسکے۔ اور اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ اب چاہے تو وہ دونوں کلمے لفظاً ہوں یعنی لفظوں میں ذکر کیے گئے ہوں جیسے "زَیْدٌ قَائِمٌ" زید کھڑا ہے یا تقدیراً ہوں جیسے "اِضْرِبْ" تو مار کہ بظاہر یہ ایک ہی لفظ معلوم ہو رہا ہے۔ اس لیے شاید آپ کو مفرد کا شبہ ہو مگر در حقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں ایک لفظ اور پوشیدہ ہے جو اگرچہ بولا نہیں جاتا مگر سمجھا جاتا ہے کہ یہاں ایک لفظ پوشیدہ ہے اور وہ لفظ "اَنْتَ" ہے۔ چنانچہ جب اضرب کہا جائے گا تو اس سے مفہوم اضرب انت ہی ہوگا اور بات پوری سمجھی جائے گی اسی لیے یہ جملہ مفیدہ ہے۔

تقدیراً از باب تفعیل معنی اندازہ کرنا اور اصطلاح میں تقدیر کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا کسی مقام میں لفظوں میں ذکر کیے بغیر اعتبار کرنا جیسا کہ اِضْرِبْ کے اندر اَنْتَ کو مقدر مان کر اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔

سوال (۲) جملہ میں دو کلموں کا ہونا کیوں ضروری ہے نیز مثال میں ایک ایسا جملہ پیش کریں جو دو سے زیادہ کلمات سے ملکر بنا ہو؟

جواب (۲) جملہ میں کم از کم دو کلموں کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ جملہ مسند اور مسند الیہ سے ملکر بنتا ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ اس کو دو کلموں کی ضرورت پڑے گی تاکہ ایک کلمہ مسند بن سکے اور دوسرا مسند الیہ، اور چونکہ کلمہ کی

تین قسموں میں سے اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے۔ اس لیے جملہ دو اسموں سے بھی ملکر بن جائیگا جن میں سے ایک اسم ذات ہو جو مسند الیہ بنے اور دوسرا اسم صفت ہو جو مسند بن سکے جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" اور فعل چونکہ صرف مسند بن سکتا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی ایک اسم کو ملا کر جملہ بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ اسم مسند الیہ بن جائے اور فعل مسند جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" باقی رہا حرف وہ چونکہ نہ مسند بنتا ہے اور نہ مسند الیہ اس لیے دو حرفوں سے مل کر یا ایک اسم اور ایک حرف یا ایک فعل اور ایک حرف سے جملہ نہیں بن سکتا کیونکہ پہلی صورت میں مسند اور مسند الیہ دونوں ہی نہیں پائے گئے۔ اور دوسری صورت میں مسند الیہ تو ہے مگر مسند نہیں اور تیسری صورت میں مسند ہے مگر مسند الیہ نہیں پایا گیا۔ اور اسی طرح دو فعلوں سے بھی جملہ نہیں بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس وقت مسند تو ہوگا مگر مسند الیہ نہیں پایا جائے گا۔ حالانکہ جملہ کے لیے دونوں جزوں کا ہونا لازمی ہے۔ پس یہی راز ہے جملہ میں کم از کم دو کلموں کے ہونے کا۔ اور جہاں تک دو سے زیادہ کی بات ہے تو زائد کی کوئی حد اور تعداد ہی نہیں ہے چنانچہ دیکھئے کہ یہ جملہ کتنے کلموں سے ملکر بنا ہے۔

"ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً ضَرْباً شَدِیْداً فِی دَارِہٖ امام الْاَمِیْر تَادِیْباً وسوطاً"

ترجمہ: زید نے عمرو کو اس کے گھر میں امیر کے روبرو ادب دلانے کے لیے لکڑی سے خوب مارا۔

سوال (۳) جب جملہ میں بہت سارے کلمات ہوں تو اس میں کتنے کام کرنے ہونگے اور کیا کیا اور اس سے کتنے فائدے ہونگے اور کیا کیا وضاحت فرمائیں؟

جواب (۳) جب جملہ کے کلمات دو سے زائد ہوں تو تین کام کرنے چاہئیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) اسم فعل اور حرف کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہئے۔

(۲) پھر ان میں غور کرے کہ کون معرب ہے کون مبنی ہے اور عامل کون ہے معرب ومعمول کون (۳) پھر دیکھنا چاہئے کہ کلمات کا تعلق مسند اور مسند الیہ ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا ہے۔ یہ تین کام کرنے سے آپ کو دو فائدے حاصل ہونگے۔ (۱) مسند اور مسند الیہ آپ کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ (۲) جس کے نتیجہ میں جملہ کے معنی تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائیں گے۔

فصل بدانکہ علامت اسم آنست کہ الف ولام یا حرف جر در اوّلش باشد چون "اَلْحَمْدُ وَبِزَيْدٍ" یا تنوین در آخرش باشد چون "زَيْدٌ" یا مسند الیہ باشد چون "زَيْدٌ قَائِمٌ" یا مضاف باشد چون "غُلَامُ زَيْدٍ" یا مصغر باشد چون "قُرَيْشٌ" یا منسوب باشد چون "بَغْدَادِيٌّ" یا مثنی باشد چون "رَجُلَانِ" یا مجموع باشد چون "رِجَالٌ" یا موصوف باشد چون "جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ" یا تائے متحرک بدو پیوند د چون "ضَارِبَةٌ"۔

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے اسم کی علامت یہ ہے کہ الف ولام یا حرف جر اس کے شروع میں ہو جیسے "اَلْحَمْدُ، اور بِزَيْدٍ" یا تنوین اس کے آخر میں ہو جیسے "زَيْدٌ" یا مسند الیہ ہو جیسے "زَيْدٌ قَائِمٌ" یا مضاف ہو جیسے "غُلَامُ زَيْدٍ" یا مصغر ہو جیسے "قُرَيْشٌ" یا منسوب ہو جیسے "بَغْدَادِيٌّ" یا تثنیہ ہو جیسے "رَجُلَانِ" یا جمع ہو جیسے "رِجَالٌ" یا موصوف ہو جیسے "جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ" یا تائے متحرک اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے "ضَارِبَةٌ"۔

سوال (۱) اسم کی جمیع علامات کو مع امثلہ ذکر کریں نیز مصغر اور منسوب کے لغوی واصطلاحی معنی بھی بیان کریں اور بتاتے چلیں کہ قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے اور بغداد کی اصل کیا ہے؟

جواب(۲) مصنفؒ نے اسم کی گیارہ علامتیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) الف لام کا اسم کے شروع میں ہونا جیسے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔(۲) شروع میں حرف جر کا ہونا جیسے "مَرَرْتُ بِزَیْدٍ" میں زید کے پاس سے گزرا۔ (۳) آخر میں تنوین کا ہونا جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" زید نے مارا۔ (۴) مسند الیہ ہونا جیسے "زَیْدٌ عَالِمٌ" زید عالم ہے۔ (۵) مضاف ہونا جیسے "جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ" زید کا غلام آیا۔ (۶) مصغر ہونا جیسے "قُرَیْشٌ" قبیلہ کا نام۔ (۷) منسوب ہونا۔ جیسے "ھٰذَا بَغْدَادِیٌّ" یہ بغداد کا رہنے والا ہے۔ (۸) تثنیہ ہونا۔ جیسے "جَاءَ رَجُلَانِ" کوئی دو مرد آئے۔ (۹) جمع ہونا۔ جیسے "جَاءَ رِجَالٌ" کچھ مرد آئے۔ (۱۰) موصوف ہونا جیسے "جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ" ایک عالم مرد آیا۔ (۱۱) تائے متحرک کا اس کے آخر میں ملا ہوا ہونا جیسے "ھٰذِہٖ ضَارِبَۃٌ" یہ ایک مارنے والی عورت ہے۔

مصغر کے لغوی معنی چھوٹا کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو مسمّٰی کی حقارت وقلت یا عظمت ومحبت بتانے کے لیے فُعَیْلٌ یا فُعَیْعِلٌ یا فُعَیْعِیْلٌ کے وزن پر لایا گیا ہو اگر اسم ثلاثی مجرد ہو تو اس کو فعیل کے وزن پر لاتے ہیں۔ جیسے "قَرْشٌ سے قُرَیْشٌ" عظیم قبیلہ اور عمر سے عُمَیْرٌ پیارے عمر اگر اسم ثلاثی مزید فیہ یا رباعی وخماسی ہو تو اس کو فعیعل کے وزن پر لاتے ہیں جیسے "جُعَیْفِرٌ" چھوٹی سی نہر اور اگر چوتھا حرف مدہ ہو تو فُعَیْعِیْلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے قِرطَاسٌ سے قُرَیْطِیْسٌ معمولی کاغذ۔

منسوب کے لغوی معنی نسبت کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے نسبتی آئے جیسے "بَغْدَادِیٌّ" بغداد کا رہنے والا۔

قریش اصل میں قَرْشٌ تھا جس کے معنی ہیں بڑی مچھلی جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے مگر اس کو کوئی مچھلی نہیں کھا سکتی چونکہ قبیلۂ قریش بھی عرب کے دیگر

قبیلوں کے مقابلہ میں طاقت وقوت اور غلبہ کے اعتبار سے ممتاز اور فائق تھا اس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا پس اس عظمت کو بیان کرنے کے لیے فعیل کے وزن پر تصغیر لے آئے اور قریش ہوگیا۔ یا پھر چونکہ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے ہیں تو محبت بیان کرنے لیے اس کی تصغیر لے آئے یعنی پیارے نبی کا پیارا قبیلہ۔

''بغداد'' اصل میں باغ داد تھا یعنی انصاف کا باغ نورشیروانِ عادل بادشاہ ایران اس باغ میں ہر ہفتہ جاتا اور مظلوموں کی فریاد سن کران کو انصاف دلاتا تھا اس وجہ سے اس باغ کا نام ہی باغ داد (انصاف کا باغ) ہوگیا پھر کچھ مدت کے بعد اس نام کی جگہ شہر آباد ہوا تو اس شہر کا نام بھی باغ داد ہوا پھر کثرت استعمال کی وجہ سے بغداد ہوگیا۔

سوال (۲) فعل پر الف لام تعریفی، حرف جر اور تنوین داخل کیوں نہیں ہوتے نیز فعل مسند الیہ، مضاف، مصغر، منسوب، تثنیہ وجمع اور موصوف کیوں نہیں ہوتا؟ نیز فعل کے ساتھ تائے متحرک کیوں نہیں ملتی ہے؟

جواب (۲) فعل پر الف لام داخل اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ الف لام سے مراد یہاں الف لام تعریفی ہے اور وہ معرفہ کا فائدہ دیتا ہے اور معرفہ ہونا اسم کے اندر ہوتا ہے نا کہ فعل میں بلکہ فعل تو مسند ہونے کی وجہ سے اصلا نکرہ ہے کیونکہ مسند کی اصل نکرہ ہونا ہے۔ پس اس لیے الف لام تعریفی فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

فعل پر حرف جر اس لیے نہیں آتا کیونکہ حرف جر کو واضع نے اس لیے وضع کیا ہے۔ تاکہ وہ فعل کے معنی کو اس اسم کی طرف کھینچ کر لے جائے جس پر وہ حرف جر داخل ہوا ہے۔ جیسے ''مَرَرْتُ بِزَيْدٍ'' میں زید کے پاس سے گزرا مثال مذکور میں

غور کرو کہ باء حرف جر نے معنی مرور کو کھینچ کر اپنے مدخول زید تک پہنچا دیا ہے، اب اگر حرف جر کو فعل پر داخل کیا جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح فعل پر نہ تنوین داخل ہوتی ہے اس لیے کہ تنوین الف لام کے عوض میں آتی ہے اور الف لام فعل پر داخل نہیں ہوتا پس اس پر تنوین بھی داخل نہیں ہوگی۔

اور نہ ہی فعل مسند الیہ ہوتا ہے اس لیے کہ مسند الیہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ذات اور وجود پر دلالت کرے حالانکہ فعل ذات پر دلالت نہیں کرتا پس وہ مسند الیہ نہیں بن سکتا البتہ مسند بنتا ہے اگر بالفرض فعل کو مسند الیہ بنا بھی دیں تو شئی واحد کا وقت واحد میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بننا لازم آئے گا جو محال ہے اور اسم میں چونکہ ذات اور صفت دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس لیے وہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن جاتا ہے مگر ایک وقت میں ایک ہی چیز بنتا ہے مسند یا مسند الیہ۔

فعل مضاف بھی نہیں بنتا اس لیے کہ اضافت کا کام معرفہ بنانا اور تخصیص پیدا کرنا ہے اور یہ کام اسم میں ہوتا ہے فعل میں یہ چیزیں ممکن نہیں اس لیے فعل مضاف بھی نہیں ہوتا۔

اور فعل مصغر اس لیے نہیں ہوتا کہ تصغیر کا کام قلت و کثرت اور عظمت و حقارت بتاتا ہے اور اسم کے علاوہ میں یہ چیزیں ممکن نہیں اس لیے کہ فعل ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت مطلق ہوتی ہے اس میں قلت و کثرت اور عظمت و حقارت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا فعل مصغر بھی نہیں ہوسکتا۔

فعل منسوب بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ منسوب یعنی جس کی طرف نسبت کی جائے وہ مسند الیہ کے مانند ہے اور مسند الیہ ہونا اسم کی علامت ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ فعل مسند الیہ نہیں ہوتا، پس اس لیے وہ منسوب بھی نہیں ہوسکتا۔

فعل تثنیہ وجمع بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ تثنیہ وجمع ہونا تعدد وتکثر پر دلالت کرتا ہے اور فعل ماہیت پر دلالت کرتا ہے جس میں توحد ہوتا ہے اور تعدد وتوحد میں تضاد ہے اس لیے فعل تثنیہ وجمع نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح فعل کے ساتھ تائے متحرک بھی نہیں ملتی ہے اس لیے کہ یہ مؤنث پر دلالت کرتی ہے اور مذکر ومؤنث ہونا اسم میں پایا جاتا ہے جب کہ فعل تو ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تذکیر وتانیث کا لحاظ نہیں ہوتا۔

فعل موصوف بھی نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے نیز وہ معرفہ ونکرہ ہوتا ہے اور فعل میں چونکہ یہ بات نہیں ہوتی اس لیے کہ فعل نہ تو موصوف ہوتا ہے اور نہ ہی معرفہ۔

سوال (۳) اسم کی علامت الف لام کا اس پر داخل ہونا، تثنیہ، جمع ہونا اور تائے متحرک کا اس کے ساتھ ملا ہوا ہونا بتایا گیا ہے حالانکہ یہ چیزیں تو فعل میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے "اَلْيُقَصَّعُ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، اور "ضَرَبَتْ" لہٰذا اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جواب (۳) ہماری بحث میں الف لام سے مراد الف لام تعریفی ہے اور یہ صرف اسم پر داخل ہوتا ہے اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں الف لام زائدہ ہے جو کلمہ پر محض تحسین وتزئین کے لیے آتا ہے معنی میں کوئی دخل نہیں دیتا اور وہ اسم فعل حرف سب پر داخل ہو جاتا ہے پس جو الف لام ہماری مراد ہے وہ "اَلْيُقَصَّعُ" میں نہیں ہے اور جو "اَلْيُقَصَّعُ" فعل مضارع مجہول میں ہے وہ ہماری مراد نہیں ہے اس لیے ہم پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح فعل کبھی تثنیہ وجمع نہیں ہوتا بلکہ فاعل تثنیہ وجمع ہوتا ہے آپ نے جو مثالیں دی ہیں ان میں فعل تثنیہ وجمع نہیں ہے بلکہ ان کے اندر جو فاعل کی ضمیریں ہیں

مثلاً "هما، هم" وہ تثنیہ وجمع ہیں اور فاعل اسم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اسم کی علامتیں ہوئی نہ کہ فعل کی۔ اور تائے متحرک سے مراد یہاں تائے مبسوط (ت) لمبی تاء ہے۔ پس جو تاء ضَرَبَتْ میں ہے وہ لمبی اور ساکن ہے اور وہ ہماری مراد نہیں اور جو ہماری مراد ہے وہ ضَرَبَتْ میں نہیں لہٰذا اشکال ختم ہو گیا۔ یا یہ کہو کہ تائے متحرک سے مراد وہ تاء نہیں ہے بلکہ تائے مدورہ (ۃ) گول تا مراد ہے۔ جو حرف ہوتی ہے۔ اور آپ کی ذکر کردہ مثال میں جو تاء ہے اس سے مراد فاعل ہے اور فاعل اسم ہوتا ہے پس اس سے مراد اسم ہے حالانکہ ہماری مراد حرف ہے۔

وعلامت فعل آنست کہ قد دراولش باشد چون "قَدْ ضَرَبَ" یا سین باشد چون "سَیَضْرِبُ" یا سوف باشد چون "سَوْفَ یَضْرِبُ" یا حرف جزم باشد چون "لَمْ یَضْرِبْ" یا ضمیر مرفوع متصل بدو پیوندد چون "ضَرَبْتَ" یا تائے ساکن چون "ضَرَبَتْ" یا امر باشد چون "اِضْرِبْ" یا نہی باشد چون "لَاتَضْرِبْ" وعلامت حرف آنست کہ ہیچ علامتی از علامات اسم وفعل درو نبود۔

ترجمہ: علامت فعل یہ ہے کہ قد اس کے شروع میں ہو جیسے "قَدْ ضَرَبَ" تحقیق کہ اس نے مارا، یا سین ہو جیسے "سَیَضْرِبُ" وہ عنقریب مارے گا، یا سوف ہو جیسے "سَوْفَ یَضْرِبُ" وہ مارے گا۔ یا حرف جزم ہو جیسے "لَمْ یَضْرِبْ" اس نے نہیں مارا۔ یا ضمیر مرفوع متصل اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے "ضَرَبْتَ" تو ایک مرد نے مارا، یا تائے ساکن ہو جیسے "ضَرَبَتْ" اس عورت نے مارا۔ یا امر ہو جیسے "اِضْرِبْ" تو مار، یا نہی ہو جیسے "لَاتَضْرِبْ" تو مت مار، اور حرف کی علامت یہ ہے کہ کہ اسم وفعل کی علامات میں سے کوئی علامت اس میں نہ ہو۔

سوال (۱) فعل کی کتنی علامتیں ہیں سب کو مع مثال بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ

قد، سین، سوف اور لم فعل پر داخل ہو کر کیا معنی دیتے ہیں؟

جواب (۱) مصنف نے فعل کی آٹھ علامتیں بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) قد کا اس کے شروع میں ہونا جیسے "قَدْ ضَرَبَ" تحقیق کہ اس نے مارا۔ (۲) سین کا شروع میں ہونا جیسے "سَیَضْرِبُ" وہ عنقریب مارے گا۔ (۳) سوف کا ہونا جیسے "سَوْفَ یَضْرِبُ" وہ مارے گا۔ (۴) حروف جازمہ میں سے کسی کا ہونا۔ جیسے "لَمْ یَضْرِبْ" اس نے نہیں مارا۔ (۵) ضمیر مرفوع متصل کا اس کے ساتھ ملا ہوا ہونا۔ جیسے "ضَرَبْتَ" تو ایک مرد نے مارا۔ (۶) تائے ساکن کا آخر میں ہونا جیسے "ضَرَبَتْ" اس عورت نے مارا۔ (۷) امر کا ہونا جیسے: "اِضْرِبْ" تو مار (۸) نہی کا ہونا جیسے "لَاتَضْرِبْ" تو مت مار۔

لفظ قد فعل ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے "قَدْ عَلِمْتُ" تحقیق کہ میں جان گیا، اور جب فعل مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا معنی دیتا ہے۔ جیسے "قَدْ یَلْعَبُ" وہ کبھی کبھی کھیلتا ہے، اور کبھی مضارع پر آ کر تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے "قَدْ یُعْرَفُوْنَ بِسِیْمَاھُمْ" تحقیق کہ وہ لوگ اپنی علامتوں سے پہچان لیے جائیں گے۔

سین اور سوف فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو زمانہ مستقبل کے لیے خاص کر دیتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ سین مستقبل قریب کے معنی پیدا کرتا ہے۔ جیسے "سَیَکْتُبُ" وہ عنقریب لکھے گا۔ اور سوف مستقبل بعید کے معنی پیدا کرتا ہے۔ جیسے "سَوْفَ یَذْهَبُ" وہ ایک مرد جائیگا۔

لم فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے "لَمْ یَکْذِبْ" وہ ایک مرد جھوٹ نہیں بولا۔

سوال (۲) حروف جازمہ کل کتنے حروف ہیں سب کو مع مثال و ترجمہ مثال بیان

کریں نیز ضمیر مرفوع متصل کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب(۲) حروف جازمہ کل پانچ ہیں جو فعل کی علامت ہیں اور یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتے ہیں۔اس لیے ان تمام کو حروف جازمہ کہتے ہیں۔ (۱) لَمْ جیسے "لَمْ یَکْذِبْ" وہ جھوٹ نہیں بولا (۲) لمّا جیسے "لَمَّا یَکْذِبْ" وہ ابتک جھوٹ نہیں بولا۔ (۳) لامِ امر جیسے "لِیَصْدُقْ" چاہئے کہ وہ ایک مرد سچ بولے۔ (۴) لائے نہی جیسے "لَاتَکْذِبْ" تو جھوٹ مت بول۔ (۵) اِنْ شرطیہ جیسے "اِنْ تَذْھَبْ اَذْھَبْ" اگر تو جائے گا تو میں جاؤں گا۔

ضمیر مرفوع متصل فاعل کی وہ ضمیر ہے جو فعل کے ساتھ ہمیشہ مل کر آتی ہے۔ جیسے تَعَلَّمْتَ تو ایک مرد نے علم سیکھا اور طَبَخْتِ تو ایک عورت نے کھانا پکایا کہ تَ اور تِ ضمیر مرفوع متصل ہیں۔

سوال(۳) تائے ساکن تو اسم میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً بَیْتْ تو پھر فعل کی علامت کیسے ہوئی اچھی طرح سمجھائیں اور حرف کی علامت بھی بیان کریں؟

جواب(۳) تائے ساکنہ اسم میں نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ فعل ہی میں ہوتی ہے رہی آپ کی پیش کردہ مثال "بَیْتْ" تو اس میں یہ تائے ساکنہ نہیں ہے بلکہ بَیْتْ اصل میں بَیْتٌ یا اَلْبَیْتُ ہے یہاں صرف ترکیب میں نہ ہونے کی وجہ سے بَیْتْ کی تاء ساکنہ ہے اس لیے کہ جب کلمہ ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ تنہا تلفظ کیا جائے تو وہ مبنی علی السکون ہوتا ہے۔ جیسے "زَیْدْ، عُمَرْ، عُثْمَانْ"۔ مصنفؒ نے حرف کی صرف ایک علامت بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کلمہ میں اسم اور فعل کی کوئی علامت نہ پائی جائے وہ حرف ہے۔

فصل بدانکہ جملہ کلمات عرب بر دو قسم ست معرب و مبنی معرب آنست کہ

آخرش باختلاف عوامل مختلف شود چون "زیدٌ" در "جاءنی زیدٌ، و رأیت زیداً، و مررت بزیدٍ"، جاء عامل ست و زید معرب ست و ضمہ اعراب است۔۔۔ و مبنی

اعراب و مبنی آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف نشود چون "ھٰؤلاءِ"

در حالت رفع و نصب و جر یکساں ست۔

ترجمہ: جان تو کہ تمام کلمات عرب دو قسم پر ہیں معرب اور مبنی معرب وہ ہے جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جائے جیسے "زیدٌ" "جاءنی زیدٌ، رأیت زیداً، مررت بزیدٍ" میں جاء عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب مبنی وہ ہے کہ جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہ بدلے جیسے ھٰؤلاءِ کہ حالت رفع و نصب اور جر میں یکساں ہے۔

سوال (۱) مصنفؒ کے طرز پر معرب و مبنی کی اصطلاحی تعریف بیان کریں نیز رفعی، نصبی اور جری تینوں حالتوں میں دونوں قسموں کی مثالیں بھی دیں۔

جواب (۱) عربی زبان میں جتنے بھی کلمات ہیں وہ سب دو طرح کے ہیں (۱) معرب (۲) مبنی ان دو کے علاوہ کچھ نہیں پس معرب وہ کلمہ ہے کہ جس کا اعراب عوامل کے بدلنے سے بدل جائے جیسے "جاءنی زیدٌ، رأیتُ زیداً، مررتُ بزیدٍ" ان مثالوں میں زید معرب ہے کہ جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے ہر حالت میں بدل رہا ہے۔

مبنی وہ کلمہ ہے کہ جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہ بدلے جیسے "جاءنی ھٰؤلاءِ" (میرے پاس وہ سب لوگ آئے) "رأیتُ ھٰؤلاءِ" میں نے ان سب کو دیکھا "مررتُ بھٰؤلاءِ" میں ان سب کے پاس سے گزرا، مذکورہ مثالوں میں ھٰؤلاءِ مبنی ہے جو رفعی، نصبی اور جری تینوں حالتوں میں ایک ہی حالت پر ہے۔

معرب آں باشد کہ گردد بارہا ● مبنی آں باشد کہ ماند برقرار

مصنف کی بیان کردہ معرب ومبنی کی تعریف صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ تو معرب ومبنی کا حکم ہے اصل تعریف تو ان کی وہ ہے جس کو صاحب ہدایۃ النحو نے بیان کیا ہے۔ کہ معرب وہ کلمہ ہے جو ترکیب میں واقع ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو یعنی کہ معرب کی تعریف میں دو پہلو ہیں ایک وجودی دوسرا عدمی۔ لہٰذا اگر اسم ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ تنہا ہو تو وہ مبنی علی السکون ہوگا۔ جیسے "زَیْدْ، بَیْتْ" وغیرہ اسی طرح اگر کوئی کلمہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو تو وہ معرب نہ ہوگا بلکہ مبنی ہوگا جیسے "ھؤلاء" کہ یہ مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ بھی مشارٌ الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

سوال (۲) اعراب کی لغوی واصطلاحی تعریف کرنے کے بعد اس کی قسمیں اور اس کا محل بھی بتائیں، اور ساتھ میں عامل ومعمول کی تعریف بھی بیان کرتے جائیں؟

جواب (۲) اعراب از باب افعال معنی پہچان کروانا اعراب کو بھی اعراب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ کلمہ کی حقیقت کی پہنچان کراتا ہے۔ یعنی کلمہ کس حالت میں ہے حالت رفعی، نصبی یا جری میں اس کی پہچان کراتا ہے۔

اصطلاح میں اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلتا ہے۔ اس تعریف سے اعراب کی دو قسمیں نکلیں۔ (۱) اعراب بالحرکت اور وہ ضمہ، فتحہ، کسرہ ہیں۔ (۲) اعراب بالحروف اور وہ واؤ، الف، یاء ہیں۔ پھر اعراب کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) اعراب لفظی (۲) اعراب حکمی (۳) اعراب تقدیری (۴) اعراب محلی (۵) اعراب حکائی۔

اعراب لفظی: اس اعراب کو کہتے ہیں کہ جو لفظوں میں دکھائی دے۔ جیسے "زَیْدٌ، زَیْدًا، بِزَیْدٍ" میں رفع ونصب اور جر اعراب لفظی ہے۔

اعراب حکمی: وہ اعراب ہے کہ جس کو دوسرے اعراب کا تابع بنا کر لفظوں میں ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جیسے "مرَرْتُ بِعُمَرَ" کہ اس میں جر کو نصب کے تابع بنا کر جر کو لفظوں میں ذکر نہیں کیا؛ بلکہ یہ دوسرا اعراب فتحہ ہی اس جر کے حکم میں ہے،

اعراب تقدیری: وہ اعراب ہے جو لفظ میں مذکور نہ ہو مگر اس کا اعتبار کیا گیا ہو۔ جیسے "جَاءَ مُوسىٰ" کہ موسیٰ تقدیراً مرفوع ہے۔

اعراب محلی: یہ ہے کہ اگر کوئی مبنی کلمہ حالت رفعی میں ہو تو اس کو محلاً مرفوع کہتے ہیں اور اگر حالت نصبی میں ہو تو محلاً منصوب اور حالت جری میں ہو تو محلاً مجرور کہتے ہیں۔ جیسے "جَاءَ هٰؤُلَاءِ" محلاً مرفوع ہے کہ ھؤلاءِ حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے رفع کے محل میں ہے۔

اعراب حکائی: وہ اعراب ہے جو ابتداءً جس حالت میں متکلم سے صادر ہوا ہو اسی حالت میں رکھا جائے جیسے "اَلْكَلَامُ، نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ".

عامل کی تعریف: عامل وہ کلمہ ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کے آخر پر رفع، نصب یا جر آئے اور معمول اس کلمہ کو کہتے ہیں جس پر عامل کا اثر ظاہر ہو جیسے "جَاءَ زَيْدٌ" میں جَاءَ عامل اور زید معمول ہے۔

سوال (۳) معرب و مبنی کی تینوں حالتوں میں پیش کردہ تمام مثالوں کی ترکیب مصنفؒ کے طرز پر علیحدہ علیحدہ بیان کریں؟

جواب (۳) جَاءَ نِيْ زَيْدٌ۔ میں جاء عامل ہے زید معرب ہے ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے نیز زَيْدٌ، جَاءَ کا معمول ہے اور حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے لفظاً مرفوع ہے۔ "رَأَيْتُ زَيْدًا" میں رَأَيْتُ عامل ہے زیداً معرب ہے فتحہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے نیز زَيْدًا، رَأَيْتُ کا معمول ہے اور حالت نصبی

میں ہونے کی وجہ سے لفظاً منصوب ہے۔ "مَرَرْتُ بِزَیْدٍ" میں مررت فعل ہے باء حرف جار عامل ہے زید معرب ہے کسرہ اعراب اور دال محل اعراب ہے نیز "زید" باء حرف جر کا معمول ہے اور حالت جری میں ہونے کی وجہ سے لفظاً مجرور ہے۔

"جَاءَ نِیْ هٰؤُلَاءِ" میں جاء عامل ہے "هٰؤُلَاءِ" مبنی ہے کسرہ اعراب ہے اور ہمزہ محل اعراب ہے نیز هٰؤُلَاءِ جَاءَ کا معمول ہے اور حالت رفعی میں ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے، پس رَأَیْتُ هٰؤُلَاءِ اور مَرَرْتُ بِهٰؤُلَاءِ کی ترکیب بھی اسی طرز پر کرلی جائے۔

فصل بدانکہ جملہ حروف مبنی ست واز افعال فعل ماضی وامر حاضر معروف وفعل مضارع بانونہائے جمع مؤنث وبانونہائے تاکید نیز مبنی ست بدانکہ اسم غیر متمکن مبنی است واما اسم متمکن معرب ست بشرط آنکہ در ترکیب واقع شود وفعل مضارع معرب ست بشرط آنکہ از نونہانے جمع مؤنث ونون تاکید خالی باشد پس در کلام عرب بیش ازیں دو قسم معرب نیست باقی ہمہ مبنی ست واسم غیر متمکن اسمیت کہ با مبنی اصل مشابہت دارد و مبنی اصل سہ چیز است فعل ماضی، امر حاضر معروف و جملہ حروف، واسم متمکن اسمیت کہ با مبنی اصل مشابہ نباشد۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ تمام حروف مبنی ہیں اور افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف اور فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نون تاکید کے ساتھ بھی مبنی ہے یاد رہے کہ اسم غیر متمکن مبنی ہے اور بہر حال اسم متمکن (تو وہ) معرب ہے بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع معرب ہے اس شرط کے ساتھ کہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو، پس عربی زبان میں ان دو قسموں سے زیادہ معرب نہیں ہے باقی سب (کلمات) مبنی ہیں اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو کہ مبنی الاصل کے ساتھ

مشابہت رکھتا ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف اور تمام حروف، اور اسم متمکن وہ اسم ہے کہ جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔

سوال (۱) حروف افعال اور اسماء میں سے کون کون مبنی ہیں اور کون کون معرب اور کن شرائط کے ساتھ تفصیل بیان کریں، نیز عربی زبان میں کل کتنے معرب ہیں؟

جواب (۱) کل مبنیات یہ ہیں اوّل حروف تمام کے تمام مبنی ہیں دوم افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف کے چھ صیغے اور فعل مضارع کے دو صیغے جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر، نیز فعل مضارع جب کہ اس پر نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ داخل ہو وہ بھی مبنی ہے۔ سوم اسماء میں سے صرف اسم غیر متمکن مبنی ہے۔

کل معربات درج ذیل ہیں اوّل افعال میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے بشرطیکہ جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر کے نون سے خالی ہو نیز نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ سے بھی خالی ہو دوم اسماء میں سے صرف اسم متمکن معرب ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ترکیب میں واقع ہو تنہا نہ ہو پس عربی زبان میں ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی تیسری چیز معرب نہیں باقی تمام کلمات مبنی ہیں، لہٰذا غور کیجئے کہ عربی زبان کتنی آسان ہے کہ جس میں صرف دو چیزیں معرب ہیں کہ جن کے اعراب کو جاننے کی ضرورت ہے ورنہ باقی تمام کلمات مبنی ہیں، اور مبنی اعراب کی تینوں حالتوں میں ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔

سوال (۲) اسم متمکن و اسم غیر متمکن کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں؟ اور بتائیں کہ اسم غیر متمکن وہ اسم ہے اور مبنیُ الاصل میں کیا فرق ہے نیز مبنی اصل کی نشاندہی بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲) متمکن از باب تفعّل معنی جگہ دینا اور اسم متمکن کو بھی متمکن اسی لیے کہتے

ہیں کہ وہ اپنے اوپر اعراب ڈالنے کے لیے اپنے عامل کو جگہ دیتا ہے۔ اور اسم غیر متمکن جو اپنے اوپر اعراب ڈالنے کے لیے اپنے عامل کو جگہ نہ دے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ اسم متمکن وہ اسم ہے جو اپنے اوپر ہر حرکت کو جگہ دیدے۔ اور اسم غیر متمکن وہ ہے جو اپنے اوپر ہر حرکت کو جگہ نہ دے۔ اور چونکہ یہ شان مبنی اصل کی ہوتی ہے کہ وہ ہر حرکت کو اپنے اوپر جگہ نہیں دیتا مگر چونکہ اسم غیر متمکن کو بھی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اس لیے یہ بھی ہر حرکت کو اپنے اوپر جگہ نہیں دیتا بلکہ مبنی بن جاتا ہے۔

اصطلاح میں اسم متمکن وہ اسم ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں۔ (۱) تمام حروف (۲) فعل ماضی (۳) امر حاضر معروف۔

مبنی اصل وہ کلمہ ہے جو اصل وضع کے اعتبار سے ہی مبنی ہو یعنی جب واضع نے اس کو وضع کیا تو مبنی ہی وضع کیا ہو اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے تو مبنی نہ ہو مگر مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہو گیا ہو۔

سوال (۳) مصنفؒ نے امر میں حاضر معروف کی قید لگا کر کس کس کو خارج کیا ہے نیز اسم متمکن کے معرب و مبنی ہونے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب (۳) مصنفؒ نے امر میں "حاضر معروف" کی قید لگا کر امر حاضر مجہول نیز امر غائب معروف و مجہول اور امر متکلم معروف و مجہول کو مبنی اصل سے خارج کر دیا۔

اسم متمکن کے معرب و مبنی ہونے میں یہ اختلاف ہے کہ مصنفؒ اور علامہ ابن حاجبؒ ان دونوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر اسم متمکن ترکیب میں واقع ہو تو معرب ہوگا اور اگر ترکیب میں نہ ہو تو مبنی علی السکون ہوگا، اور علامہ زمخشریؒ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں معرب ہی ہوگا۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر یہ ترکیب میں

واقع نہ ہوتو معرب بننے کی صلاحیت تو اس میں اس وقت بھی رہے گی اوران حضرات کی دلیل یہ ہے کہ صلاحیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔

فصل بدانکہ اسم غیر متمکن ہشت قسم ست اول مضمرات چون انا من مرد وزن ضَرَبْتُ زدم من وَاِيَّایَ خاص مرا۔ ''وَضَرَبَنِیْ'' بزدمرا ولِیْ مرا واین ہفتاد ضمیرست چہاردہ مرفوع متصل: ''ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ، وچہاردہ مرفوع منفصل: اَنَا نَحْنُ، اَنْتَ، اَنْتُمَا، اَنْتُمْ، اَنْتِ، اَنْتُمَا، اَنْتُنَّ، هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِيَ، هُمَا، هُنَّ. وچہاردہ منصوب متصل: ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَنَا، ضَرَبَكَ، ضَرَبَكُمَا، ضَرَبَكُمْ، ضَرَبَكِ، ضَرَبَكُمَا، ضَرَبَكُنَّ، ضَرَبَهُ، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُمْ، ضَرَبَهَا، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُنَّ۔ وچہاردہ منصوب منفصل: ''اِيَّایَ، اِيَّانَا، اِيَّاكَ، اِيَّاكُمَا، اِيَّاكُمْ، اِيَّاكِ، اِيَّاكُمَا، اِيَّاكُنَّ، اِيَّاهُ، اِيَّاهُمَا، اِيَّاهُمْ، اِيَّاهَا، اِيَّاهُمَا، اِيَّاهُنَّ، وچہاردہ مجرور متصل چون ''لِیْ، لَنَا، لَكَ، لَكُمَا، لَكُمْ، لَكِ، لَكُمَا، لَكُنَّ، لَهُ، لَهُمَا، لَهُمْ، لَهَا، لَهُمَا، لَهُنَّ''۔

ترجمہ: جان لوکہ اسم غیر متمکن کی آٹھ قسم ہیں پہلی مضمرات جیسے اَنَا (میں ایک مرد یا عورت) ضَرَبْتُ (میں نے مارا) اِيَّاكَ (خاص تجھ کو) ضَرَبَنِیْ (اس نے مجھ کو مارا) لِیْ (مجھ کو یا میرے لیے) اور یہ ستر ضمیریں ہیں۔ چودہ مرفوع متصل ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا۔ آخر تک اور چودہ مرفوع منفصل اَنَا، نَحْنُ ....آخر تک اور چودہ منصوب متصل ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَنَا....آخر تک۔ چودہ منصوب منفصل: اِيَّایَ، اِيَّانَا ...... آخر تک اور چودہ مجرور متصل لِیْ، لَنَا آخر تک۔

سوال (۱) ضمیر کی تعریف اور اس کی تمام قسموں کی تعریف مع امثلہ بیان کریں نیز یہ

بھی بتائیں کہ ضمیر بارز اور ضمیر مستتر کسے کہتے ہیں؟

جواب (۱) ضمیر کے لغوی معنی پوشیدہ ہونا اور اصطلاح میں ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لیے وضع کی گئی ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً گذر چکا ہو جیسے "ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ" زید نے اپنے غلام کو مارا کہ اس میں "ہٗ" ضمیر کا مرجع زید لفظاً مذکور ہے، مرجع معنوی کی مثال جیسے "اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ یہاں هُوَ کا مرجع اِعْدِلُوْا میں عَدْلٌ مصدر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے اور مرجع حکمی کی مثال جیسے "هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ" وَهِيَ زَيْنَبُ قَائِمَةٌ " کہ یہاں هُوَ ضمیر کا مرجع حکماً مذکور مان لیا گیا ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور اسی طرح ھی ضمیر کا مرجع پس اس صورت میں مذکر کی ضمیر کو ضمیر شان اور ضمیر مؤنث کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

ضمیر کی اوّلاً تین قسمیں ہیں (۱) ضمیر مرفوع (۲) ضمیر منصوب (۳) ضمیر مجرور۔ پس ضمیر مرفوع اس ضمیر کو کہتے ہیں جو ترکیب میں فاعل واقع ہو خواہ حقیقتاً جیسے "ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا" وغیرہ یا حکماً ہو جیسے "اَنَا مُسْلِمٌ، اَنْتَ صَالِحٌ" وغیرہ کہ اَنَا اور اَنْتَ گرچہ مبتدا ہیں مگر حکماً فاعل ہیں۔ ضمیر منصوب وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو خواہ حقیقتاً ہو۔ جیسے "ضَرَبَنِي، ضَرَبَنَا وغیرہ یا حکماً ہو جیسے "اِنِّي مُسْلِمٌ اِنَّكَ مُؤْمِنٌ اِنَّهٗ صَالِحٌ" وغیرہ ضمیر مجرور اس ضمیر کو کہتے ہیں جو ترکیب میں مجرور یا مضاف الیہ واقع ہو جیسے "لِيْ لَنَا وَغُلَامِيْ وَغُلَامُنَا" وغیرہ۔

پھر ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک یا تو متصل ہوگی یعنی اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال ہوگی یا منفصل ہوگی یعنی اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال نہ ہوگی سوائے ضمیر مجرور کے کہ وہ صرف متصل ہی ہوتی ہے یعنی اپنے عامل کے ساتھ

مل کر ہی آتی ہے منفصل نہیں ہوتی ہیں اس طرح ضمیر کی پانچ قسمیں ہوئیں۔ (۱) ضمیر مرفوع متصل (۲) ضمیر مرفوع منفصل (۳) ضمیر منصوب متصل (۴) ضمیر منصوب منفصل (۵) ضمیر مجرور متصل ذیل میں ہر ایک کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

ضمیر مرفوع متصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں فاعل واقع ہو یعنی حالت رفعی میں ہو اور اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال ہو، جیسے "ضَرَبْتُ" وغیرہ اور ضمیر مرفوع منفصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں فاعل واقع ہو اور اپنے عامل سے جدا ہو کر استعمال ہو، جیسے "أنَا" وغیرہ اور ضمیر منصوب متصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو یعنی حالت نصبی میں ہو اور اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال ہو جیسے "ضَرَبَنِيْ" وغیرہ اور ضمیر منصوب منفصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مفعول واقع ہو اور اپنے عامل سے جدا ہو کر استعمال ہو جیسے "إيَّايَ" وغیرہ اور ضمیر مجرور متصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مجرور یا مضاف الیہ واقع ہو یعنی حالت جری میں ہو اور اپنے عامل کے ساتھ مل کر استعمال ہو جیسے "لِيْ وَغُلَامِيْ" وغیرہ۔

ضمیر مجرور منفصل اس لیے نہیں آتی کہ یہ ضمیر یا تو مجرور کی صورت میں ہوتی ہے یا مضاف الیہ کی صورت میں اور نحویوں کا قاعدہ ہے کہ جار اپنے مجرور سے اور مضاف اپنے مضاف الیہ سے جدا نہیں ہوتا یعنی ان میں فصل نہیں ہوتا۔ اب اگر ضمیر مجرور منفصل لائی جائے تو جار کا اپنے مجرور سے اور مضاف کا اپنے مضاف الیہ سے الگ ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اس لیے ضمیر مجرور منفصل نہیں آتی۔

ضمیر بارز وہ ضمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر ہو جیسے "ضَرَبَا وَضَرَبُوْا" کہ ان میں الف اور واؤ ضمیر بارز لفظوں میں مذکور ہیں اور ضمیر مستتر وہ ضمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو، جیسے "ضَرَبَ وَضَرَبَتْ" ان میں ھو اور ھی ضمیر مستتر

چھپی ہوئی ہیں۔

سوال (۲) ضمیر کی پانچوں قسموں کی گردانیں صیغوں وضمیروں کی نشاندہی اور ترجمہ کے ساتھ بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ ضربن میں نون کیسا ہے اور ان تمام گردانوں میں ترتیب کیوں بدلی ہوئی ہے؟

جواب (۲) ضمیر کی پانچوں قسموں کی گردانیں نقشوں کے تحت لکھی جاتی ہیں ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے۔

ضمیر مرفوع متصل

گردان	ضمیر	ضمیر بارز/مستتر	صیغے	ترجمہ
ضَرَبْتُ	تُ	بارز	واحد مذکر ومؤنث متکلم	میں ایک مرد یا ایک عورت نے مارا
ضَرَبْنَا	نَا	"	تثنیہ جمع مذکر ومؤنث متکلم	ہم سب مرد یا سب عورتوں نے مارا
ضَرَبْتَ	تَ	"	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد نے مارا
ضَرَبْتُمَا	تُمَا	"	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مردوں نے مارا
ضَرَبْتُمْ	تُمْ	"	جمع مذکر حاضر	تم سب دو مردوں نے مارا
ضَرَبْتِ	تِ	"	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت نے مارا
ضَرَبْتُمَا	تُمَا	"	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتوں نے مارا
ضَرَبْتُنَّ	تُنَّ	"	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتوں نے مارا
ضَرَبَ	هُوَ	مستتر	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد نے مارا

ضَرَبَا	الف	بارز	تثنیہ مذکر غائب	ان دو مردوں نے مارا
ضَرَبُوْا	واو	”	جمع مذکر غائب	ان سب مردوں نے مارا
ضَرَبَتْ	ھِیَ	مستتر	واحد مؤنث غائب	اس ایک عورت نے مارا
ضَرَبَتَا	الف	بارز	تثنیہ مؤنث غائب	ان دو عورتوں نے مارا
ضَرَبْنَ	نَ	”	جمع مؤنث غائب	ان سب عورتوں نے مارا

ضمیر مرفوع منفصل

ضمیر مرفوع منفصل	صیغے	ترجمہ
اَنَا	واحد مذکر و مؤنث متکلم	میں ایک مرد یا ایک عورت
نَحْنُ	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث	ہم دو مرد یا دو عورتیں یا ہم سب مرد یا سب عورتیں
اَنْتَ	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد
اَنْتُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مرد
اَنْتُمْ	جمع مذکر حاضر	تم سب مرد
اَنْتِ	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت
اَنْتُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتیں
اَنْتُنَّ	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتیں
هُوَ	واحد مذکر غائب	وہ ایک مرد
هُمَا	تثنیہ مذکر غائب	وہ دو مرد

هُمْ	جمع مذکر غائب	وہ سب مرد
هِيَ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک عورت
هُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	وہ دو عورتیں
هُنَّ	جمع مؤنث غائب	وہ سب عورتیں

ضمیر منصوب متصل

ضمیر منصوب متصل	صیغہ	ترجمہ
ضَرَبَنِیْ	واحد مذکر ومؤنث متکلم	مارا اس نے مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو
ضَرَبَنَا	تثنیہ جمع مذکر ومؤنث متکلم	مارا اس نے ہم دو مرد یا دو عورتوں کو یا ہم سب مردوں یا سب عورتوں کو
ضَرَبَكَ	واحد مذکر حاضر	مارا اس نے تجھ ایک مرد کو
ضَرَبَكُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	مارا اس نے تم دو مردوں کو
ضَرَبَكُمْ	جمع مذکر حاضر	مارا اس نے تم سب مردوں کو
ضَرَبَكِ	واحد مؤنث حاضر	مارا اس نے تو ایک عورت کو
ضَرَبَكُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	مارا اس نے تم دو عورتوں کو
ضَرَبَكُنَّ	جمع مؤنث حاضر	مارا اس نے تم سب عورتوں کو
ضَرَبَهٗ	واحد مذکر غائب	مارا اس نے اس ایک مرد کو

ضَرَبَهُمَا	تثنیہ مذکر غائب	مارا اس نے ان دو مردوں کو
ضَرَبَهُمْ	جمع مذکر غائب	مارا اس نے ان سب مردوں کو
ضَرَبَهَا	واحد مؤنث غائب	مارا اس نے اس ایک عورت کو
ضَرَبَهُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	مارا اس نے ان دو عورتوں کو
ضَرَبَهُنَّ	جمع مؤنث غائب	مارا اس نے ان سب عورتوں کو

ضمیر منصوب منفصل

ضمیر منصوب منفصل	صیغہ	ترجمہ
اِيَّایَ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	خاص مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو
اِيَّانَا	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم	خاص ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا عورتوں کو
اِيَّاكَ	واحد مذکر حاضر	خاص تجھ ایک مرد کو
اِيَّاكُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	خاص تم دو مردوں کو
اِيَّاكُمْ	جمع مذکر حاضر	خاص تم سب مردوں کو
اِيَّاكِ	واحد مؤنث حاضر	خاص تجھ ایک عورت کو
اِيَّاكُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	خاص تم دو عورتوں کو
اِيَّاكُنَّ	جمع مؤنث حاضر	خاص تم سب عورتوں کو
اِيَّاهُ	واحد مذکر غائب	خاص اس ایک مرد کو

اِيَّاهُمَا	تثنیہ مذکر غائب	خاص ان دو مردوں کو
اِيَّاهُمْ	جمع مذکر غائب	خاص ان سب مردوں کو
اِيَّاهَا	واحد مؤنث غائب	خاص اس ایک عورت کو
اِيَّاهُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	خاص ان دو عورتوں کو
اِيَّاهُنَّ	جمع مؤنث غائب	خاص ان سب عورتوں کو

ضمیر مجرور متصل بحرف جر

ضمیر مجرور متصل	صیغہ	ضمیریں	ترجمہ
لِيْ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	یْ	مجھ ایک مرد یا عورت کے لیے
لَنَا	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم	نَا	ہم دو مرد یا دو عورتوں کے لیے یا ہم سب مرد، یا سب عورتوں کے لیے
لَكَ	واحد مذکر حاضر	كَ	تو ایک مرد کے لیے
لَكُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	كُمَا	تم دو مردوں کے لیے
لَكُمْ	جمع مذکر حاضر	كُمْ	تم سب مردوں کے لیے
لَكِ	واحد مؤنث حاضر	كِ	تو ایک عورت کے لیے
لَكُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	كُمَا	تم دو عورتوں کے لیے
لَكُنَّ	جمع مؤنث حاضر	كُنَّ	تم سب عورتوں کے لیے
لَهٗ	واحد مذکر غائب	ہٗ	اس ایک مرد کے لیے
لَهُمَا	تثنیہ مذکر غائب	هُمَا	ان دو مردوں کے لیے

لَهُمْ	جمع مذکر غائب	هُمْ	ان سب مردوں کے لیے
لَهَا	واحد مؤنث غائب	هَا	اس ایک عورت کے لیے
لَهُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	هُمَا	ان دو عورتوں کے لیے
لَهُنَّ	جمع مؤنث غائب	هُنَّ	ان سب عورتوں کے لیے

ضمیر مجرور متصل باضافت

ضمیر مجرور متصل	صیغہ	ضمیریں	ترجمہ
غُلَامِیْ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	یْ	میں ایک مرد یا ایک عورت کا غلام
غُلَامُنَا	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم	نَا	ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا سب عورتوں کا غلام
غُلَامُكَ	واحد مذکر حاضر	كَ	تو ایک مرد کا غلام
غُلَامُكُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	كُمَا	تم دو مردوں کا غلام
غُلَامُكُمْ	جمع مذکر حاضر	كُمْ	تم سب مردوں کا غلام
غُلَامُكِ	واحد مؤنث حاضر	كِ	تو ایک عورت کا غلام
غُلَامُكُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	كُمَا	تم دو عورتوں کا غلام
غُلَامُكُنَّ	جمع مؤنث حاضر	كُنَّ	تم سب عورتوں کا غلام
غُلَامُهٗ	واحد مذکر غائب	ہٗ	اس ایک مرد کا غلام
غُلَامُهُمَا	تثنیہ مذکر غائب	هُمَا	ان دو مردوں کا غلام
غُلَامُهُمْ	جمع مذکر غائب	هُمْ	ان سب مردوں کا غلام

غُلَامُهَا	واحد مؤنث غائب	هَا	اس ایک عورت کا غلام
غُلَامُهُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	هُمَا	ان دو عورتوں کا غلام
غُلَامُهُنَّ	جمع مؤنث غائب	هُنَّ	ان سب عورتوں کا غلام

ضَرَبَنِی میں نون وقایہ ہے جس کا معنی ہے بچانے والا اور یہ اس لیے لایا گیا کہ "ی" اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے اور یہاں یا سے پہلے فعل ماضی ہے جو مبنی برفتحہ ہوتا ہے پس فعل ماضی کی حرکت کو باقی رکھتے ہوئے مندرجہ بالا تمام گردانوں میں یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لے آئے اور اس کو کسرہ دے دیا پس اس طرح یائے متکلم کی بھی رعایت ہوگئی اور فعل ماضی کی حرکت بھی اپنی جگہ برقرار رہی پھر آپ نے دیکھا کہ مذکورہ تمام گردانوں میں صیغوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ پہلے متکلم کے صیغے ہیں پھر حاضر کے اور آخر میں غائب کے یہ ترتیب اس لیے بدلی ہوئی ہے کہ نحویوں کا طریقہ ہے کہ وہ ضمیر متکلم کو مخاطب پر اور ضمیر مخاطب کو ضمیر غائب پر مقدم کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں اور ضمیر متکلم میں زیادہ معرفت ہے، ضمیر مخاطب کے مقابلہ میں، اس لیے ضمیر متکلم کو اس پر مقدم کیا پھر ضمیر مخاطب میں زیادہ معرفت ہے ضمیر غائب کے مقابلہ میں لہذا اس کو غائب پر مقدم کیا اور پھر سب سے آخر میں ضمیر غائب کو بیان کیا اس لیے کہ اس میں سب سے کم معرفت ہوتی ہے۔ اور صرفیین چونکہ افعال کی گردانوں کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں اور گردان میں آسانی ملحوظ ہوتی ہے اس لیے وہ لوگ پہلے ان صیغوں کو بیان کرتے ہیں جو ضمیر بارز سے خالی ہیں تاکہ تلفظ آسانی سے ہوسکے جیسے واحد مذکر ومؤنث غائب کو واحد مذکر ومؤنث حاضر پر مقدم کرتے ہیں پھر ان کی مناسبت سے تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث غائب کو بھی مقدم کردیتے ہیں تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث حاضر پر اسی طرح مخاطب کے صیغوں کو

متکلم کے صیغوں پر مقدم کرتے ہیں اس لیے کہ مخاطب کے صیغے گردان کے اعتبار سے زیادہ ہیں اور متکلم کے صیغے کم ہیں اور جس میں صیغے زیادہ ہوں وہ تقدیم کا مستحق ہے۔

سوال (۳) اسم غیر متمکن کی پہلی قسم مضمرات کس مبنی اصل سے مشابہ ہے نیز مجموعی اعتبار سے ضمیروں کی کل تعداد کتنی ہے؟

جواب (۳) ضمیریں مبنی اصل حرف سے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ضمیریں بھی اپنے مفہوم کو ادا کرنے میں مرجع کی محتاج ہوتی ہیں پس نفس احتیاج میں ضمیریں حروف سے مشابہ ہوئیں اس مشابہت کی وجہ سے ان کو بھی مبنی کر دیا نیز مجموعی اعتبار سے ضمیروں کی کل تعداد ستر (۷۰) ہے۔

دوم اسمائے اشارات: "ذَا وَ ذَانِ وذَیْنِ وتَا وتِیْ وتِہْ وذِہْ وذِہِیْ وتِہِی وتَانِ وتَیْنِ واُولَاءِ بمد واُوْلٰی" بقصر سوم اسمائے موصولہ "اَلَّذِیْ اَللَّذَانِ وَاللَّذِیْنَ وَاللَّذَیْنِ، اَلَّتِی اَللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ وَاللَّاتِی وَاللَّوَاتِی ومَا ومَن واَیٌّ واَیَّۃٌ" والف ولام بمعنی الَّذِی دراسم فاعل واسم مفعول چون اَلضَّارِبُ وَالْمَضْرُوْبُ وَ ذُوْ بمعنی الَّذِی درلغت بنی طے نحو جَاءَنِیْ ذُوْ ضَرَبَکَ بدانکہ "اَیٌّ وَاَیَّۃٌ" معرب است۔

ترجمہ: دوسری قسم اسمائے اشارات جیسے "ذَا و ذَانِ وذَیْنِ وتَا وتِیْ وتِہْ وذِہْ وذِہِیْ وتِہِی وتَانِ وتَیْنِ واُولَاءِ واُوْلٰی" اور اُولَاءِ مد کے ساتھ اور اُوْلٰی" قصر کے ساتھ تیسری قسم اسمائے موصولہ جیسے "اَلَّذِیْ اَللَّذَانِ وَاللَّذَیْنِ وَاللَّذِیْنَ، اَلَّتِی اَللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ وَاللَّاتِی وَاللَّوَاتِی ومَا ومَنْ واَیٌّ واَیَّۃٌ" والف ولام الذی کے معنی میں جو اسم فاعل اور مفعول میں آتا ہے۔ جیسے اَلضَّارِبُ وَالْمَضْرُوْبُ اور ذُوْ بمعنی اَلَّذِی بنی طے کی لغت میں جیسے "جَاءَنِیْ ذُوْضَرَبَکَ" اور یاد رہے کہ اَیٌّ واَیَّۃٌ معرب ہیں۔

سوال(۱) اسم اشارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف ذکر کرنے کے بعد اس کے جمیع الفاظ کو ترجمہ اور صیغوں کے ساتھ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اشارہ قریب اوراشارہ بعید کے لیے ان میں کیا کیا زیادتی ہوتی ہے نیز جب ذان اور تان حالت نصبی وجری میں ذَیْنِ تَیْنِ ہو گئے تو پھر مبنی کیسے رہے اس کا جواب دیں؟

جواب(۱) اسم اشارہ کے لغوی معنی اشارہ کرنے والا اور اصطلاح میں اسم اشارہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشار الیہ کہتے ہیں جیسے "ذٰلِكَ الْوَلَدُ" وہ لڑکا ذٰلِكَ اسم اشارہ اور اَلْوَلَدُ مشار الیہ ہے اور اسمائے اشارات حسب ذیل ہیں۔

"ذَا" (یہ ایک مرد وہ ایک مرد) واحد مذکر قریب وبعید کے لیے ہے "ذَانِ وذَیْنِ" (یہ دو مرد وہ دو مرد) تثنیہ مذکر قریب وبعید کے لیے ہے۔ البتہ ذَانِ حالت رفعی کے لیے اور ذَیْنِ حالت نصبی وجری کے لیے ہے "تَا، تِیْ، تِهْ، ذِهْ، ذِهِیْ، تِهِیْ وتَانِ وتَیْنِ" سب کا ترجمہ (یہ ایک عورت وہ ایک عورت) یہ سب واحد مؤنث قریب وبعید کے لیے ہیں البتہ تَانِ حالت رفعی کے لیے اور تَیْنِ حالت نصبی وجری کے لیے ہے "أُولَاءِ" مد متصل کے ساتھ اور مد متصل کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد ہمزہ حقیقتاً اسی کلمہ میں ہو اور اس کو دو الف، ڈھائی الف یا چار الف تک علیٰ اختلاف الاقوال کھینچ کر پڑھتے ہیں۔

آپ کا اعتراض کہ جب اسمائے اشارات مبنی ہیں۔ تو ذَانِ اور تَانِ حالت نصبی وجری میں ذَیْنِ اور تَیْنِ کس طرح ہو گئے پس یوں تو یہ دونوں معرب ہوئے نا کہ مبنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب بھی یہ مبنی ہی ہیں اس لیے کہ ان میں جو تغیر ہوا ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ واضع نے ابتداءً ہی ذَانِ اور تَانِ کو حالت رفعی

کے لیے اور ذَینِ وتَینِ کو حالت نصبی وجری کے لیے وضع کیا ہے۔

سوال (۲) اسمائے موصولہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کرنے کے بعد اس کے تمام الفاظ کو ترجمہ وصیغوں کے ساتھ بیان کریں نیز مَا اور مَنْ کا فرق اور ذو طائیہ وذو مجازیہ کی تفصیل بھی بیان کریں؟

جواب (۲) اسم موصول کے لغوی معنی ملا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو اپنے صلہ کے ملے بغیر جملہ کا جز تام نہ بن سکے۔ اور صلہ وہ جملہ خبریہ ہے (اسمیہ ہو یا فعلیہ) جو اسم موصول کے بعد آتا ہے اور اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسے "جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبَکَ" (وہ شخص آیا جس نے کہ تجھ کو مارا) اس میں "اَلَّذِیْ" اسم موصول ہے اور ضَرَبَکَ فعل ہے ضمیر ھُوَ مستتر فاعل ہے ضَرَبَ میں جو راجع ہے "اَلَّذِیْ" کی جانب اور کَ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے پس فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا اور "اَلَّذِیْ" اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل جَاءَ فعل کا فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا پس ضرب کے اندر چھپی ہوئی ضمیر "ھُوَ" اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اسمائے موصولات پندرہ ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) "اَلَّذِیْ" (وہ ایک مرد جو کہ) واحد مذکر کے لیے ہے۔ (۲) "اَللَّذَانِ" (وہ دو مرد جو کہ) حالت رفعی میں تثنیہ مذکر کے لیے (۳) "اَللَّذَیْنِ" (وہ دو مرد جو کہ) حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کے لیے ہے۔ (۴) "اَلَّذِیْنَ" (وہ سب مرد جو کہ) جمع مذکر کے لیے ہے (۵) "اَلَّتِیْ" (وہ ایک عورت جو کہ) واحد مؤنث کے لیے ہے (۶) "اَللَّتَانِ" (وہ دو عورتیں جو کہ) حالت رفعی میں تثنیہ مؤنث کے لیے ہے (۷) "اَللَّتَیْنِ" (وہ دو عورتیں جو کہ) حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کے

لیے ہے (۸) ''اللاَّ ئِی"(۹)"واللَّوَاتِی"(وہ سب عورتیں جو کہ) دونوں جمع مؤنث کے لیے ہیں(۱۰)''مَا" (۱۱)"مَنْ" (وہ جو کہ)(۱۲)"اَیٌّ" (وہ ایک مرد جو کہ) واحد مذکر کے لیے ہے(۱۳)"اَیَّۃٌ" (وہ ایک عورت جو کہ) واحد مؤنث کے لیے ہے(۱۴)''الف ولام" بمعنی اسم موصول یہ الف لام اسمی ہے جو صرف اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہوتا ہے جیسے "اَلضَّارِبُ"(وہ ایک مرد جو کہ مارنے والا ہے)الف لام بمعنی''اَلَّذِی" ہے "اَلْمَضْرُوْبَۃُ" (وہ ایک عورت جو کہ ماری گئی) یہاں الف لام بمعنی "اَلَّتِی" ہے اوراسی طرح "اَلضَّارِبَانِ" میں بمعنی "اَلَّذَانِ" اور "اَلضَّارِبُوْنَ" میں بمعنی''اَلَّذِیْنَ" ہے اسی طرح مؤنث میں سمجھنا چاہئے(۱۵) ذُوْ بمعنی "اَلَّذِی"بنی طے کی لغت میں جیسے "جَاءَ ذُوْ ضَرَبَكَ أَیْ جَاءَ نِیْ الَّذِی ضَرَبَكَ" (میرے پاس وہ شخص آیا جس نے کہ تجھ کو مارا)۔

مَا اور مَنْ میں فرق یہ ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے "مَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ" (جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے) اور مَنْ ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے "مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَمِنْھُمْ"(وہ شخص جو کہ کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا)۔

ذو دو طرح کے ہیں ایک قبیلۂ بنی طے کی لغت کا جو اَلَّذِی کے معنی میں ہے اور دوسرا اہل حجاز کی لغت کا جس کے معنی "صاحب" اور" والا" کے ہیں پہلے کو ذو طائیہ دوسرے کو ذو حجازیہ کہتے ہیں۔پس ذو طائیہ مبنی ہے اس لیے کہ وہ اسم غیر متمکن کی تیسری قسم اسمائے موصولات میں سے ہے اور ذو حجازیہ معرب ہے اس لیے کہ وہ اسم متمکن کی چھٹی قسم اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے جس کا بیان اسمائے متمکنہ میں آگے آرہا ہے انشاءاللہ تعالیٰ۔

قرآن کریم میں جو ذو استعمال ہوا ہے وہ حجاز یہ ہے اس لیے کہ قرآن اہل حجاز کی لغت میں نازل ہوا ہے جیسے "اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ" یہ حالت رفعی میں ہے "اِنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّبَنِيْنَ" یہاں حالت نصبی میں ہے اور "اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ" میں ذو حالت جری میں ہے۔

سوال (۳) اَيٌّ وَاَيَّةٌ کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ جب بقول مصنفؒ یہ معرب ہیں تو انہیں مبنی کے بیان میں کیوں شامل کیا، نیز ان دونوں کی تین حالتیں معرب اور ایک حالت مبنی کیوں ہے؟ اور پھر یہ بھی بتائیں کہ یہ دونوں قسمیں کس کس مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہیں؟

جواب (۳) "اَيٌّ" اور "اَيَّةٌ" کی چار حالتیں ہیں یہ دونوں تین حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہیں (۱) پہلی صورت "اَيٌّ وَاَيَّةٌ" کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہ ہوں اور ان کا صدر صلہ (صلہ کا جز اوّل) یعنی مبتدا مذکور ہو تو یہ صورت معرب ہے جیسے "جَاءَنِيْ اَيٌّ هُوَ قَائِمٌ" (میرے پاس وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "رَاَيْتُ اَيًّا هُوَ قَائِمٌ" (میں نے اس شخص کو دیکھا جو کہ کھڑا ہے) و "مَرَرْتُ بِاَيٍّ هُوَ قَائِمٌ" (میں اس شخص کے پاس سے گذرا جو کہ کھڑا ہے) (۲) دوسری صورت "اَيٌّ وَاَيَّةٌ" کسی کی طرف مضاف نہ ہوں اور ان کے صلہ کا جز اوّل یعنی مبتدا مذکور نہ ہو یہ صورت بھی معرب ہے، جیسے "جَاءَنِيْ اَيٌّ قَائِمٌ" (میرے پاس وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "وَرَاَيْتُ اَيًّا قَائِمٌ" "وَمَرَرْتُ بِاَيٍّ قَائِمٌ" کہ یہاں صلہ کا جز اوّل مبتدا "هُوَ" محذوف ہے (۳) تیسری صورت "اَيٌّ وَاَيَّةٌ" کسی کی طرف مضاف ہوں اور ان کے صلہ کا جز اوّل مذکور ہو اور یہ صورت بھی معرب ہے جیسے "جَاءَنِيْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ" (میرے پاس ان میں کا

وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "وَرَأَيْتُ أَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ وَمَرَرْتُ بِأَيِّهِمْ هُوَقَائِمٌ"
(۴) چوتھی صورت اَیٌّ وَاَیَّۃٌ کسی کی طرف مضاف ہوں اور ان کے صلہ کا جزو اوّل مذکور نہ ہو اور صرف یہ صورت مبنی ہے جیسے "جَاءَ نِي أَيُّهُمْ قَائِمٌ" (میرے پاس ان میں کا وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) "رَأَيْتُ أَيُّهُمْ قَائِمٌ" "وَمَرَرْتُ بِأَيُّهُمْ قَائِمٌ" اسی طریقہ پر اَیَّۃٌ کی مثالیں بھی بنالی جائیں۔ مثلاً پہلی صورت میں "جَاءَ تْنِي أَيَّةٌ هِيَ قَائِمَةٌ" (میرے پاس وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) دوسری صورت میں "جَاءَتْنِي أَيَّةٌ قَائِمَةٌ" میرے پاس وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) اور تیسری صورت میں "وَجَاءَ تْنِي أَيَّتُهُنَّ هِيَ قَائِمَةٌ" (میرے پاس ان میں کی وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) یہ تینوں صورتیں معرب کی ہوئی اور چوتھی صورت میں "وَجَاءَ تْنِي أَيَّتُهُنَّ قَائِمَةٌ" (میرے پاس ان میں کی وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) یہ صورت مبنی ہے ہر ایک کی نصبی وجری مثالیں از خود بنالیں۔

اَیٌّ وَاَیَّۃٌ کی اصل تو معرب ہی ہے اور جب ان کی اضافت نہ ہو تو مزید خفت کے پائے جانے کی وجہ سے معرب ہوتے ہیں چونکہ پہلی دونوں صورتوں میں اضافت نہیں ہے اس لیے زیادتی خفت کے باعث بدرجۂ اولی معرب ہیں اور اضافت چونکہ باعث ثقل ہے پس تیسری صورت میں اگرچہ اضافت ہے کہ جس کی وجہ سے ایک طرح کا ثقل پیدا ہو گیا مگر چونکہ اس کا صدر صلہ مذکور ہے جو اسم موصول کی برابر وضاحت کر رہا ہے اس وجہ سے وہ ثقل اثر انداز نہیں ہوا اور اس صورت میں بھی ثقل کے اثر انداز نہ ہونے کی وجہ سے وہ معرب ہی رہے۔

اور چوتھی صورت میں ایک تو اضافت ہے جو باعث ثقل ہے اور مزید ثقل یہ پیدا ہو گیا کہ اس کا صدر صلہ مذکور نہیں جس کی وجہ سے اسم موصول کی مکمل وضاحت

نہیں ہوتی ہے پس اس صورت میں اسم موصول أيٌّ وَأيَّةٌ صدر صلہ کے محتاج ہوئے اور اس طرح وہ احتیاج میں حرف کے مشابہ ہو گئے اس لیے ان کو مبنی کر دیا احتیاج اور کمی کو دور کرنے کے لیے اور پھر ان کو مبنی علی الضمہ کیا کیونکہ ضمہ تمام حرکتوں میں قوی حرکت ہے لہذا اس نے اس نقصان کو ختم کر دیا۔

دوسری قسم اسمائے اشارات اور تیسری قسم اسمائے موصولہ یہ دونوں مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہوتا ہے دوسرے کلمہ کا اسی طرح اسم اشارہ مشار الیہ کا اور اسم موصول اپنے صلہ کا محتاج ہوتا ہے۔ پس نفس احتیاج میں مبنی اصل حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کو بھی مبنی کر دیا۔

چہارم: اسمائے افعال وآں بر دو قسم است اول بمعنی امر حاضر چوں رُوَيْدَ، وَ بَلْهَ، وَحَيَّهَلْ وَ هَلُمَّ، دوم بمعنی فعل ماضی چوں هَيْهَاتَ وَشَتَّانَ، پنجم: اسمائے اصوات چوں أُخْ أُخْ وَأُفٍّ وَ بَخْ بَخْ وَ غَاقِ۔

ترجمہ: چوتھے اسمائے افعال اور وہ دو قسم پر ہیں اول امر حاضر کے معنی میں جیسے رُوَيْدَ، بَلْهَ، حَيَّهَلْ اور هَلُمَّ دوسرے فعل ماضی کے معنی میں، جیسے: هَيْهَاتَ شَتَّانَ پانچویں اسمائے اصوات جیسے: أُخْ أُخْ اور أُفٍّ اور بَخْ بَخْ اور غَاقِ۔

سوال (۱): اسمائے افعال اور اسمائے اصوات کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کریں نیز اس کے بعد اسمائے افعال کی دونوں قسموں کو ان کے تمام الفاظ کے ساتھ مثالوں کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب (۱): أَسْمَاءٌ اسْمٌ کی جمع ہے لغوی معنی نام اور أَفْعَالٌ فِعْلٌ کی جمع ہے لغوی معنی کام اور اصطلاحی تعریف: اسمائے افعال وہ اسماء ہیں جو فعل کے معنی پر دلالت کرتے ہوں اور اس کی علامات کو قبول نہ کرتے ہوں اور بعض حضرات نے دوسری

تعریف کی ہے کہ اسمائے افعال وہ اسماء ہیں کہ جن کی صورت بظاہر اسم کی ہو اور معنی فعل کے دیتے ہوں، پھر اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ اسمائے افعال جو امر حاضر کے معنی دیتے ہیں جیسے: رُوَيْدَ کہ یہ اَمْهِلْ فعل امر کے معنی میں ہے یعنی تو اس کو مہلت دے مثلاً رُوَيْدَ زَيْدًا تو زید کو مہلت دے یعنی چھوڑ دے، بَلْهَ یہ فعل امر دَعْ کے معنی میں ہے یعنی تو اسکو چھوڑ دے جیسے بَلْهَ عَمْرًا تو عمرو کو چھوڑ دے، حَيَّهَلْ فعل امر اِئْتِ یعنی تو آ کے معنی میں ہے جیسے حَيَّهَلَ الصَّلوٰةَ تو نماز کو آ، هَلُمَّ بھی فعل امر اِئْتِ کے معنی میں ہے جیسے هَلُمَّ اِلَيْنَا تو ہمارے پاس آ، یہ تمام اسمائے افعال فعل امر کے معنی دیتے ہیں، اور اپنے مابعد اسم کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب کرتے ہیں، اور ان کے فاعل خود ان کے اندر ضمائر ہیں۔

(۲) وہ اسمائے افعال جو فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں، جیسے: هَيْهَاتَ یہ فعل ماضی بَعُدَ (وہ دور ہوا) کے معنی میں ہے، مثلاً هَيْهَاتَ زَيْدٌ زید دور ہوا، شَتَّانَ یہ فعل ماضی اِفْتَرَقَ کے معنی دیتا ہے، جیسے: شَتَّانَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو زید اور عمرو جدا ہوئے، یہ اسمائے افعال اپنے مابعد اسم کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیتے ہیں۔

اَصْوَاتٌ یہ صَوْتٌ کی جمع ہے معنی آواز اور اصطلاح میں اسمائے اصوات وہ اسماء ہیں، کہ جن کے ذریعہ کسی چیز کی آواز کو نقل کیا جائے یا جن کے ذریعہ جانوروں اور چوپایوں کو آواز دی جائے۔

سوال (۲): اُخْ اُخْ، اُفْ، بَخْ بَخْ اور غَاقِ یہ آوازیں کب اور کس کے لیے نکلتی ہیں نیز یہ بھی بتائیں کہ اسمائے متمکنہ کی یہ دونوں قسمیں کس کس مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہیں۔

جواب (۲): اُخْ اُخْ اس طبعی آواز کو کہتے ہیں جو کھانسی کے وقت انسان کے منہ سے نکلتی ہے، اور اُفْ وہ آواز جو درد اور تکلیف کے وقت منہ سے نکلتی ہے، بَخْ وہ آواز

جو خوشی کے وقت نکلتی ہے، جیسے واہ واہ اور شاباش اردو میں کسی سے بہت زیادہ خوش ہونے پر بولتے ہیں، نَخ اونٹ کو بٹھانے یا سلانے کے لیے بولتے ہیں، اور غاقِ کوے کی آواز کو نقل کرنے کے لیے کہتے ہیں۔

اسمائے افعال بمعنی امر حاضر مبنی الاصل امر حاضر کے ساتھ مشابہ ہیں اس لیے کہ ان میں امر حاضر کے معنی پائے جاتے ہیں، اور اسی طرح اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی مبنی الاصل فعل ماضی کے ساتھ مشابہ ہیں کیونکہ ان میں بھی فعل ماضی کے معنی پائے جاتے ہیں، اور اسمائے اصوات مبنی الاصل حروف کے ساتھ مشابہ ہیں اس لیے کہ یہ نہ محکوم علیہ بن سکتے ہیں اور نہ محکوم بہ یا بالفاظ دیگر نہ مسند الیہ بن سکتے ہیں نہ مسند اس لیے کہ مسند کے لیے ترکیب ضروری ہے حالانکہ اسمائے اصوات ترکیب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ تنہا تنہا بولے جاتے ہیں، اور یہ شان حروف کی ہے کہ وہ نہ مسند الیہ بن سکتے ہیں نہ مسند پس ان کو بھی مبنی الاصل حروف سے مشابہت ہوئی[1]۔

سوال (۳): کیا مصنفؒ کے ذکر کردہ اسمائے افعال اور اسمائے اصوات کے علاوہ اور بھی اسمائے افعال و اسمائے اصوات ہیں؟

جواب (۳): جی ہاں اور بھی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں اسمائے افعال بمعنی فعل امر جیسے آمِینَ بمعنی اِسْتَجِبْ فعل امر تو قبول کر، مَهْ بمعنی امر اِنْتَهِ تو رک جا، تَعَالَ بمعنی فعل امر قِفْ تو آ، صَهْ بمعنی اِنْكَفِفْ[2] تو رک جا، صَهْ بمعنی اُسْكُتْ تو چپ ہو جا، اِیْهِ اور بھی ہمزہ کو ہاء سے بدل کر هِیْهِ بھی کہتے ہیں بمعنی اِمْضِ فِیْ حَدِیْثِكَ اپنی گفتگو میں جاری رہ، نَزَالِ بمعنی خُذْكَ اس لیے کہ یہ متعدی ہے، قَدْ بمعنی فعل امر

---

[1] مستفاد از شرح جامی (ص ۲۳۳)

[2] بمعنی انکفف جیسا کہ کوفی کہتے ہیں اس لیے کہ یہ متعدی ہے اور نہ غیر متعدی یعنی لازم ہے ۱۲۰

اِتَّئِدْ تو رک جا، عَلَیْكَ بمعنی فعل امر اِلْزَمْ تو لازم پکڑ، دُوْنَكَ بمعنی خُذْ تو پکڑ، هَا بمعنی خُذْ تو پکڑ، اِلَیْكَ بمعنی فعل امر تَنَحَّ عَنِ الطَّرِیْقِ، تو راستہ سے ہٹ جا، اسی طرح کچھ اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی یہ ہیں، جیسے سَرْعَانَ بمعنی فعل ماضی سَرُعَ اس نے جلدی کی، اُفٍ اور تُفٍ بمعنی فعل ماضی تَضَجَّرْتُ میں تنگ دل ہو، هَیْتَ بمعنی تَهَیَّأْتُ میں تیار ہوا۔

اور مزید اسمائے اصوات یہ ہیں، جیسے مَاءِ ہرن کی آواز کے لیے اور شِیْبِ اونٹ کو پانی پلانے کے لیے بولتے ہیں طَقْ[1] پتھر کی آواز کو نقل کرنے کے لیے اور قَبْ تلوار مارنے کے وقت کی آواز کو کہتے ہیں اور کَخْ کَخْ تھوکنے کی آواز کو نقل کر نے کے لیے بولتے ہیں۔

ششم اسمائے ظروف، ظرف زمان: چوں اِذْ وَ اِذَا وَ مَتٰی وَ کَیْفَ واَیَّانَ وَ اَمْسِ وَ مُذْ وَ مُنْذُ وَ قَطُّ وَ عَوَضُ وَ قَبْلُ وَ بَعْدُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد، وظرف مکان: چوں حَیْثُ وَ قُدَّامُ وتَحْتُ وفَوْقُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد۔

ترجمہ: چھٹی قسم اسمائے ظروف، ظرف زمان جیسے: إذ وإذا ومتی وکیف وأیان وامس ومذ ومنذ وقط وعوض وقبل وبعد جس وقت کہ مضاف ہوں اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو، اور ظرف مکان جیسے: حیث وقدام وتحت وفوق جس وقت کہ مضاف ہوں اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو۔

سوال (۱): اسمائے ظروف کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں اور ساتھ میں اس کی دونوں قسموں کی بھی تعریف کریں؟

[1] مصطلحات النحو (ص: ۶۸) بحوالہ نبی زادہ۔

جواب(۱) ظرف کے لغوی معنی برتن کے ہیں، اور اصطلاح میں اسمائے ظروف وہ اسماء ہیں جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ یا وقت کو بتائیں۔
پھر اسمائے ظروف کی دو قسمیں ہیں، (۱) ظرف زمان جو فعل کے واقع ہونے کے وقت اور زمانہ کو بتائیں (۲) ظرف مکان جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ اور مکان کو بتائیں۔

سوال (۲) ظروف زمان کے تمام الفاظ کا ترجمہ مثالوں کی روشنی میں بیان کریں، نیز قبلُ وبَعْدُ کی کتنی حالتیں ہیں اور یہ کس حالت میں مبنی ہیں ضرور بتائیں؟

جواب (۲) اسمائے ظروف زمان یہ ہیں، اِذْ اور اِذَا (جس وقت کہ) جیسے: جِئتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ میں تیرے پاس آیا جس وقت کہ سورج طلوع ہوا، اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جس وقت کہ اللہ کی مدد آئے گی، اور مَتٰی (جس وقت اور کس وقت) جیسے: متی تَصُمْ اَصُمْ جس وقت تو روزہ رکھے گا میں بھی رکھوں گا، اور متی تُسافِرُ؟ تو کس وقت سفر کرے گا؟ کَیْفَ (کس طرح) جیسے: کَیْفَ حَالُكَ تیری حالت کس طرح ہے؟ اَیَّانَ (کس وقت) جیسے اَیَّانَ یَومُ الدِّیْنِ قیامت کا دن کس وقت ہوگا، اَمْسِ (گذشتہ کل) جَآءَ نِی زَیْدٌ اَمْسِ زید گذشتہ کل میرے پاس آیا، مُذْ ومُنْذُ (سے) دونوں فعل کے واقع ہونے کی اول مدت بتانے کے لیے آتے ہیں جیسے: مَا لَقِیْتُهٗ مُنْذُ یوم العِیْدِ میں نے اس سے عید کے دن سے ملاقات نہیں کی، مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ یوم الجُمُعَةِ میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا، قَطُّ (کبھی) جیسے: مَا غِبْتُ عَنِ الدَّرْسِ قَطُّ میں کبھی سبق سے غیر حاضر نہیں رہا، عَوْضُ (کبھی) جیسے: لَا اُسِیْئُ اِلٰی اَحَدٍ عَوْضُ میں کبھی کسی کو نہیں ستاؤں گا قطُّ اور عوضُ میں فرق یہ ہے کہ قط ماضی منفی پر اور عوض مضارع منفی پر داخل ہوتا

ہے، قَبْلُ (پہلے) اور بَعْدُ (بعد میں) جیسے: لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ، حکم اللہ ہی کے لیے ہے ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد۔

ظروف زمان میں سے ہر ایک بہر حال مبنی ہے سوائے قبلُ اور بَعْدُ کے کہ ان کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہیں، اس لیے کہ یا تو وہ کسی اسم کی طرف مضاف ہونگے یا نہیں اگر مضاف نہ ہوں تو یہ صورت معرب ہے جیسے: رُبَّ بَعْدٍ کَانَ خَیْرًا مِنْ قَبْلٍ، بسا اوقات بعد میں ہونا پہلے ہونے سے بہتر ہوتا ہے، اور اگر مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا، اگر مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو تو یہ صورت بھی معرب ہے، جیسے: جِئْتُ مِنْ قَبْلِ زَیْدٍ وَ مِنْ بَعْدِ عَمْرٍو، میں زید سے پہلے آیا اور عمرو کے بعد، اور اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو لفظاً محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود ہوگا یا نہیں، اگر محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود ہو تو صرف یہ صورت مبنی ہے اور مبنی علی الضم ہوگی، جیسے: لِلّٰہِ الأمرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ کہ یہاں قبلُ اور بعدُ کے بعد "کُلِّ شَیْءٍ" مضاف الیہ محذوف ہے، مگر وہ ہمارے دل میں موجود ہے، اور اس کی شکل یوں ہے: لِلّٰہِ الْاَمر مِن قَبلِ کُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بعدِ کُلِّ شیْءٍ، اور اسی طرح أمّا بَعْدُ ہے کہ اصل میں أمّا بَعْدَ الْحَمْد والصَّلوۃ ہے، الحَمْد والصَّلوۃ مضاف الیہ لفظاً محذوف ہے مگر دل میں موجود و مقصود ہیں اور اگر مضاف الیہ نہ لفظاً مذکور ہو نہ دل میں موجود ہو بلکہ نسیاً منسیًا ہو یعنی مکمل بھلا دیا گیا ہو، تو یہ صورت پہلی صورت میں داخل ہے اور معرب ہے۔

سوال (۳): ظروف مکان یعنی حَیْثُ، قُدَّامُ، تَحْتُ اور فَوْقُ کو مثال اور ترجمہ

مثال کے ساتھ بیان کریں اور بتائیں کہ قُدَّامُ، تَحْتُ فَوْقُ کی کتنی حالتیں ہیں اور پھر کس حالت میں مبنی ہیں؟

جواب (۳): اسمائے ظروف مکان یہ ہیں حَیْثُ (جس جگہ) جیسے: اِجْلِسْ حَیْثُ جَلَسَ زَیْدٌ، تو بیٹھ جس جگہ زید بیٹھا ہے، اور قُمْ حَیْثُ زَیْدٌ قَائِمٌ تو کھڑا ہو جس جگہ زید کھڑا ہے، حَیْثُ ہر حال میں مبنی ہے اور اس کی اضافت ہونا لازم ہے اکو اس کی اضافت جملہ کی طرف ہوتی ہے خواہ اس کا مضاف الیہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو جیسا کہ مذکورہ مثال میں حَیْثُ مضاف اور جَلَسَ زَیْدٌ جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر اس کا مضاف الیہ ہے اور اصل یوں ہے: اِجْلِسْ حَیْثُ جُلُوْسِ زَیْدٍ ای مَکَانَ جلوسِ زیدٍ، اور کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے: اَمَا تَرٰی حَیْثُ زَیْدٍ جَالِسًا کیا تو زید کی جگہ کو نہیں دیکھتا ہے اس حال میں کہ وہ بیٹھا ہوا ہے مُقَدَّامُ (آگے کی جگہ) جیسے زَیْدٌ قُدَّامُ زید آگے ہے یا جیسے: مَنْ یَمْشِی قُدَّامُ یا آگے آگے کون جا رہا ہے، تَحْتُ (نیچے کی جگہ) جیسے: زَیْدٌ تَحْتُ زید نیچے ہے، اور فَوْقُ اوپر کی جگہ جیسے: زَیْدٌ فَوْقُ زید اوپر ہے۔

قُدَّامُ، تَحْتُ اور فَوْقُ کی بھی تین حالتیں ان ہیں ایک حالت میں مبنی اور دو حالتوں میں معرب ہیں، اس لیے کہ یہ تینوں یا تو کسی اسم کی طرف مضاف ہوں گے یا نہیں اگر کسی کی طرف مضاف نہ ہوں تو یہ صورت معرب ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ قُدَّامَ زید آگے کھڑا ہوا جَلَسَ زَیْدٌ تَحْتَ زید نیچے بیٹھا، صَعِدَ زَیْدٌ فَوْقَ زید اوپر چڑھا، اور اگر تینوں کسی کی طرف مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا اگر مضاف الیہ لفظاً مذکور ہو تو یہ صورت بھی معرب ہے جیسے زَیْدٌ قُدَّامَ الْفَرَسِ زید گھوڑے کے آگے ہے، السماءُ

فَوْقَنَا آسمان ہمارے اوپر ہے، اَلجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، مذکورہ صورتوں میں اسمائے ظروف مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں، اور اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو دل میں موجود ہوگا یا نہیں پس اگر محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود و مقصود ہو تو یہ صورت مبنی ہے، اور مبنی علی الضم ہے جیسے قَامَ النَّاسُ قُدَّامُ لوگ آگے کھڑے ہوئے، قُدَّامُ کے بعد یہاں الشجرۃ محذوف ہے، جو دل میں موجود ہے اور جَلَسَ زَیْدٌ تَحْتُ زید نیچے بیٹھا، یہاں بھی الشَّجَرةِ محذوف ہے جو دل میں موجود ہے، اور صَعِدَ زیدٌ فَوْقُ زید اوپر چڑھا، یہاں اَلْمِنبَرِ محذوف منوی ہے جو فَوْقَ کا مضاف الیہ ہے پس اس صورت میں ان کو مبنی علی الضم اس لیے کیا گیا کہ مضاف الیہ محذوف ہونے کی صورت میں ان کے اندر نقصان اور کمزوری آگئی، لہٰذا ضمہ کو لائے اس لیے کہ وہ ثقیل حرکت ہے اس نے اس کمزوری کو دور کر دیا، ورنہ تو مبنی کا اصل اعراب سکون ہے لہٰذا مبنی علی السکون ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ وہ ضمہ کے مقابلہ میں اخف ہے اور اگر مضاف الیہ لفظاً محذوف ہو اور دل میں بھی موجود و مقصود نہ ہو تو یہ صورت پہلی صورت میں داخل ہے اور معرب ہے۔

قَبْلُ و بَعْدُ، قُدَّامُ و فَوْقُ یہ تمام مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں لہٰذا احتیاج میں حرف کے مشابہ ہوئے پس مبنی اصل حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہو گئے، اور حَیْثُ چونکہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہونا حقیقت میں اس کا مصدر کی طرف مضاف ہونا ہے جس کو وہ جملہ اپنے اندر لیے ہوئے ہے، پس اِجْلِسْ حَیْثُ جَلَسَ زیدٌ کے معنی اِجلِسْ حَیْثُ جُلُوسِ زیدٍ ہیں، اگر چہ

حَیْثُ بظاہر جملہ کی طرف مضاف ہے مگر جملہ کی طرف اس کی اضافت نہ ہونے کے درجہ میں ہے، اس لیے کہ حقیقتاً مضاف الیہ مصدر ہے اور وہ محذوف ہے پس اس لیے یہ بھی قَبْلُ وبَعْدُ وغیرہ کے مشابہ ہو گیا کہ جن کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اور جس طرح وہ مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں یہ بھی مضاف الیہ کا محتاج ہوا اور اس طرح احتیاج میں مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہو گیا، اور اِذْ و اِذَا دونوں اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ مِنَ والی کے وزن پر ہیں اس طرح مبنی اصل کے مشابہ ہوئے، نیز متیٰ حرف شرط اور حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے اور اَیَّانَ حرف استفہام کے معنی کو شامل ہونے کی وجہ سے مبنی اصل حروف کے ساتھ مشابہ ہیں، اور اَمْسِ بھی حرف کے مشابہ ہے اس طرح کہ اصل میں اَلْاَمْسِ تھا حرف تعریف لام کو مقدر کر دیا پس اَمْسِ حرف لام کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہوا اور مُذْ و مُنْذُ اسمائے ظروف مشابہ ہیں اس مُذْ و مُنْذُ سے جو حروف جارہ میں سے ہیں، پس یہ بھی حروف کے مشابہ ہو گئے، رہا قَطُّ تو یہ اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہے اس لیے کہ اس میں دو لغتیں ہیں قَطْ بالتخفیف اور قَطُّ بالتشدید پس قَطْ مخفف دو حرفی ہونے میں اپنی وضع کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہے، اور قَطُّ مشدد لفظاً و معناً قَطْ مخفف کے مشابہ ہے اور مخفف حرف کے مشابہ ہے تو مشدد بھی مخفف کے ساتھ مشابہت کے واسطے سے حرف کے مشابہ ہو گیا، اور حرف ہے مبنی اصل تو اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے قط بھی مبنی ہو گیا، بچا عَوْضُ تو یہ بھی ان اسماء میں سے ہے جو مقطوع الاضافہ ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے جیسے قبلُ وبَعْدُ، پس یہ مضاف الیہ کا محتاج ہوا اور اس طرح احتیاج میں مبنی اصل حرف کے مشابہ ہو گیا خلاصہ کلام یہ کہ تمام اسمائے

ظروف خواہ زمانیہ ہوں یا مکانیہ مبنی اصل حروف کے مشابہ ہیں۔

ہفتم اسمائے کنایات چوں کَمْ، کَذَا، کنایت از عدد وَکَیْتَ، وَذَیْتَ از حدیث ہشتم مرکب بنائی چوں: اَحَدَ عَشَرَ.

ترجمہ: ساتویں قسم اسمائے کنایات ہیں جیسے: کَمْ، اور کَذَا عدد سے کنایہ ہے اور کَیْتَ وَذَیْتَ بات سے کنایہ ہے آٹھویں قسم مرکب بنائی ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ (گیارہ)

سوال (۱) اسمائے کنایہ کی اصطلاحی تعریف بیان کریں نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں یہ بھی بتائیں پھر ہر ایک قسم کو مع مثال وترجمہ مثال بیان کریں؟ اور آخر میں اس کی بھی وضاحت کریں کہ اسمائے کنایہ کس مبنی اصل سے مشابہ ہیں؟

جواب (۱): اسمائے کنایہ وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم یعنی گول مول عدد یا حدیث مبہم یعنی گول مول بات پر دلالت کریں جیسے: کَمْ و کَذَا معنی اتنا اتنا، پھر اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں، اول کنایہ عدد سے ہو اور اس کے لیے کم وکذا آتے ہیں، کم کی دو قسمیں ہیں اول کم خبریہ جیسے: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ، میں نے کتنا ہی مال خرچ کر دیا، دوسری کم استفہامیہ جیسے: کَمْ رُوْبِيَةً عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے روپے ہیں؟ کذا صرف خبریہ ہوتا ہے جیسے: عِنْدِی کَذَا دِرْهَمًا میرے پاس اتنے درہم ہیں، دوسری قسم کنایہ بات چیت اور گفتگو سے اور اس کے لیے کَیْتَ وذَیْتَ آتے ہیں، اور یہ دونوں لفظ اکثر مکرر آتے ہیں اور کبھی مفرد بھی، نیز حرف عطف کے ساتھ اور بغیر حرف عطف کے دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں[1] جیسے: اَخْبَرَنِی کَیْتَ کَیْتَ اس نے مجھے ایسی ایسی خبر دی فَهِمْتُ ذَیْتَ وذَیْتَ میں نے ایسا اور ایسا سمجھا۔

اسمائے کنایہ میں سے کم استفہامیہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی

---

[1] مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۹۴) بحوالہ المعجم المفصل (ص: ۳۶۰ ج: ۳)

وجہ سے مبنی اصل حرف کے مشابہ ہے، اور کم خبریہ چونکہ لفظاً کم استفہامیہ کے مشابہ ہے اس لیے اس کو بھی اسی پر محمول کیا گیا، اور کذا چونکہ کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں الگ الگ مبنی ہیں لہٰذا ان کا مجموعہ کذا بھی مبنی ہوگا، اور کیت وذیت اس لیے مبنی ہیں کہ ان کا استعمال اس جملہ کی جگہ میں ہوتا ہے کہ جس جملہ سے ان کے ذریعہ کنایہ کیا جاتا ہے مثلاً استاذ صاحب نے آپ کو یہ جملہ بتایا "اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْهَا" اب آپ کیت کے ذریعہ اس جملہ سے کنایہ کرکے یوں کہیں کہ "قَالَ الْأُسْتَاذُ: كَيْتَ وَ كَيْتَ، تو دیکھو اس جملہ کی جگہ آپ کنایہ کے لیے کیت لے آئے تو کیت جملہ کی جگہ میں واقع ہوا اور جملہ مطلق جملہ ہونے کی حیثیت سے علامہ زمخشریؒ کے نزدیک مبنی ہے اور جو مبنی کی جگہ میں واقع ہو یعنی اس کا قائم مقام ہو وہ بھی مبنی ہوگا پس کَيْتَ وذَيْتَ بھی مبنی ہونگے۔

سوال (۲) کم خبریہ اور کم استفہامیہ کی تمیز کا اعراب بیان کریں اور بتائیں کہ ان کی تمیز مفرد ہوگی یا جمع، نیز ان کی تمیز پر من جارہ داخل کرنا کیسا ہے؟

جواب (۲): کم خبریہ کی تمیز مفرد یعنی واحد ہوتی ہے اور مجرور ہوتی ہے جیسا کہ مثال گزری اور کبھی اس کے برخلاف واحد کے بجائے جمع بھی ہوتی ہے جیسے: كَمْ كُتُبٍ قَرَأْتُهَا میں نے کتنی ہی کتابیں پڑھ لیں، کم استفہامیہ کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے جیسا کہ مثال گزری اور کم خبریہ کی تمیز مفرد وجمع دونوں پر من بیانیہ کا داخل کرنا جائز ہے اور اگر کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی کے ذریعہ فصل ہو تو اس وقت تمیز پر من داخل کرنا واجب اور ضروری ہے جیسے: وَ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ تاکہ تمیز کا مفعول بہ کے ساتھ اشتباہ نہ ہو[1] اور کبھی بوقت قرینہ تمیز کو حذف کر

---

[1] مشکل ترکیبوں کا حل (ص:۱۶۳)

دیا جاتا ہے جیسے: بِکَمْ تَبِیْعُ الْکِتَابَ کتاب کتنے میں بیچو گے؟ کہ اصل میں بِکَمْ دِرْہَمًا تَبِیْعُ ہے اور جب کم استفہامیہ پر مِنْ جارہ داخل ہو جائے تو تمیز کو منصوب اور مجرور دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے: فِی کَمْ یَوْمٍ وَ فِی کَمْ یَوْمًا وَ صَلْتَ اور بِکَمْ دِرْہَمٍ وَ بِکَمْ دِرْہَمًا تَبِیْعُ؟

سوال (۳) مرکب بنائی کی اصطلاحی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): مرکب بنائی وہ مرکب ہے جس میں دو اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہو جیسے: اَحَدَ عَشَرَ کہ اصل میں اَحَدٌ وَ عَشَرٌ تھا یہ حرف واؤ کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی اصل کے مشابہ ہے، پس اسمائے متمکنہ کی سات قسمیں (اسمائے افعال کو چھوڑ کر) مبنی اصل حرف کے مشابہ ہیں اس لیے کہ جس طرح حرف محتاج ہے اسی طرح یہ بھی سب اپنے معنی سمجھانے میں کسی نہ کسی درجہ میں دوسرے کی محتاج ہیں اور اسمائے افعال بمعنی فعل امر مبنی اصل فعل امر کے مشابہ اور بمعنی فعل ماضی مبنی اصل فعل ماضی کے مشابہ ہے۔

فصل بدانکہ اسم بر دو ضرب است، معرفہ و نکرہ معرفہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے معین و آں بر ہفت نوع است اول: مضمرات دوم: اعلام چوں زیدٌ و عمروٌ سوم: اسمائے اشارات چہارم: اسمائے موصولہ و ایں دو قسم را مبہمات گویند پنجم: معرفہ بندا چوں یَا رَجُلُ ششم: معرفہ بالف لام چوں اَلرَّجُلُ ہفتم: مضاف بیکے از ینہا چوں غُلَامُہٗ وغلامُ زیدٍ و غلامُ ھٰذا و غُلَامُ الَّذِی عِنْدِی وَ غُلَامُ الرَّجُلِ و نکرہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے غیر معین۔

ترجمہ: واضح ہو کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی

[1] علم الاشتقاق جزو اول (ص ۱۱۳)

معین چیز کے واسطے موضوع ہو اس کی سات قسمیں ہیں پہلی قسم: ضمیریں، دوسری قسم: اعلام (نام) جیسے: زید اور عمرو تیسری قسم: اسمائے اشارات، چوتھی قسم: اسمائے موصولہ ان دو قسموں کو مبہمات کہتے ہیں، پانچویں قسم: معرفہ بندا جیسے یا رَجُلُ چھٹی قسم: معرف باللام جیسے الرَّجُلُ آٹھویں قسم: ان سات قسموں میں سے کسی کی طرف مضاف ہو جیسے: غُلَامُہٗ (اس کا غلام) وَغُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام) وَ غُلَامُ ھٰذَا (اس کا غلام) وَغُلَامُ الَّذِی عِنْدِی (اس شخص کا غلام جو میرے پاس ہے) وَغُلَامُ الرَّجُلِ (مرد کا غلام)۔

سوال (۱): معرفہ نکرہ کی تعریف اور اقسام معرفہ کی تعداد بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ مضمرات کو سب پر مقدم کیوں کیا اور مضمر کو مضمر کیوں کہتے ہیں، نیز عَلَم کی اصطلاحی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ علم کتنی طرح کے ہیں اور علم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب (۱): تعریف وتنکیر کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ ونکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین ومخصوص چیز پر دلالت کرے جیسے: زیدٌ و عمروٌ مخصوص آدمیوں کے نام اور نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز پر دلالت کرے جیسے: رَجُلٌ (کوئی مرد) فَرَسٌ (کوئی گھوڑا) نکرہ کا ترجمہ کوئی، کوئی ایک، چند کچھ وغیرہ الفاظ سے کیا جاتا ہے اور معرفہ کا ترجمہ مطلق ہوتا ہے اس میں لفظ خاص یا مخصوص لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ چیز محض سمجھی جاتی ہے۔

اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں پہلی قسم مضمرات جیسے: اَنَا و اَنتَ وَھُوَ وغیرہ مصنفؒ نے مضمرات کو پہلے نمبر پر اس لیے بیان کیا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کی معرفت ہوتی ہے بمقابل باقی چھ قسموں کے، اور اس کو مضمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اَضْمَرَ از باب افعال معنی چھپاتا ہے اور چونکہ مضمرات قلیل الحروف ہیں اور وہ حروف بھی

زیادہ تر مہموسہ ہیں جیسے: کاف، تاء، ھاء، اور صفت ہمس خفی اور پوشیدہ آواز کا نام ہے اس لیے اس کو مضمر کہتے ہیں[1]۔

دوسری قسم اعلام: علم وہ اسم معرفہ ہے جو ابتداءً ہی متعین شئ کے لیے وضع کیا گیا ہو بعد میں الف لام داخل کر کے یا اضافت وغیرہ کے ذریعہ متعین نہ ہوا ہو جیسے: زَیْدٌ عَمْرٌو نا کہ الرَّجُلُ وَغُلَامُ الرَّجُلِ۔

علم چار طرح کے ہوتے ہیں (۱) مفرد جیسے: مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَرَافِعٌ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) (۲) مرکب جیسے: عَبْدُاللّٰهِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَمُجَاهِدُ الْاِسْلَامِ (۳) مرکب منع صرف جیسے: بَعْلَبَكُّ وَ رَشِيْدُ اَحْمَدَ وَمُحَمَّدُ قَاسِمِ (۴) مرکب اسنادی جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَمَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شَابَ قَرْنَاهَا (اس عورت کی دونوں چوٹیاں سفیدی سے بھڑک اٹھیں) جب کہ کسی کے نام رکھ دیے جائیں۔

پھر علم کی پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم لقب اور وہ ایسا اسم معرفہ ہے جو عظمت کو ظاہر کرے جیسے: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے لیے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے لیے یا ذلت کو ظاہر کرے جیسے: اخفش (چندھا) قُفّہ (ٹھگنا)

دوسری قسم کنیت اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے شروع میں أبٌ، اُمٌّ یا اِبْنٌ آئے، جیسے: اَبُوْبَکْرٍ اُمُّ اَیْمَنَ، ابْنُ عُمَرَ، ہمزہ ابن کے حذف واثبات کے متعلق چار قاعدے ہیں، قاعدہ (۱): اگر ابن دو علموں کے درمیان واقع ہو اور علم ثانی علم اول کا باپ ہو تو ابن کا ہمزہ حذف ہو جائے گا جیسے: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بشرطیکہ ابن سطر کے بالکل شروع میں نہ ہو، قاعدہ (۲): اگر دو علموں کے درمیان

---

[1] شرح شذور الذہب (ص:۱۵۶)

واقع نہ ہو تو ابن کا ہمزہ ثابت رہے گا جیسے خالدُ ابنُ العلاءِ (حامد کسان کا بیٹا ہے) قاعدہ (۳) یا دو علموں کے درمیان تو ہو مگر دوسرا پہلے کا باپ نہ ہو جیسے عیسیٰ ابنُ مریمَ، عبدُ اللهِ بنُ أُبَيِّ ابنِ سلولَ اس مثال میں اُبی تو عبداللہ کا باپ ہے اس لیے ان کے درمیان ہمزۂ ابن حذف ہو گیا لیکن سلول اُبی کا باپ نہیں بلکہ اس کی والدہ ہے اس لیے ان کے درمیان ابن کا ہمزہ ثابت ہے، قاعدہ (۴) اگر ابن سطر کے شروع میں آجائے تو بھلے ہی دو علموں کے درمیان ہو اور دوسرا پہلے کا باپ ہو مگر ہمزہ ثابت رہے گا جیسے خالدُ ابنُ الولید، یہ فرض کر لو کہ ابن یہاں سطر کے شروع میں ہے۔[1]

علم کی تیسری قسم تخلص ہے اور وہ ایسا اسم معرفہ ہے جو شعراء اپنے لیے متعین کر لیتے ہیں جیسے: ثاقب قاری صدیق احمد باندویؒ کے لیے اور مجذوب خواجہ عزیز الحسن صاحب کے لیے۔

چوتھی قسم عرف: وہ اسم معرفہ ہے کہ جس کے ذریعہ عوام الناس میں شہرت حاصل ہو جائے جیسے: حضرت جی، مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ کے لیے، اور حاجی جی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب کے لیے۔

پانچویں قسم نسبت ہے کبھی نسبت ہی کے ساتھ آدمی مشہور ہو جاتا ہے جیسے: حضرت گنگوہی حضرت تھانوی حضرت مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

سوال (۲): معرفہ کی باقی پانچوں قسم کو مع امثلہ بیان کریں ہر ایک سے متعلق ضروری تفصیل بھی ذکر کریں نیز بتائیں کہ مصنفؒ نے "مضاف بیکی از ینہا" سے کس کو خارج کیا ہے اور کیوں؟

---

[1] المقاصد الطلبیہ (ص: ۷)

جواب (۲): معرفہ کی تیسری قسم اسم اشارہ ہے اسم اشارہ اور مشار الیہ کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، اسم اشارہ ومشار الیہ دونوں اعراب، تذکیر وتانیث، واحد تثنیہ وجمع میں یکساں ہوتے ہیں جیسے ہٰذَا الرَّجُلُ وَهٰذَانِ الرَّجُلَانِ وَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ وَ هَاتَانِ الْمَرْأَتَانِ وَهٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ وَهٰؤُلَاءِ النِّسَاءُ۔ کبھی اسم اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ بھی لاتے ہیں تا کہ مخاطب کو غفلت سے نکال کر اپنی طرف متوجہ کریں، جیسے ہٰذَا کہ اصل ذَا ہے بعض لوگ غلطی سے ھذا پورے کو اسم اشارہ کہتے ہیں، حالانکہ ھَا الگ حرف ہے اور ذَا، بلکہ اسم ہے کیونکہ اگر ھا اسم اشارہ ہوتا تو حذف نہ ہوتا اس لیے کہ حرف اصلی حذف نہیں ہوتا کہ زید سے "ز" کو حذف نہیں کر سکتے حالانکہ ذالک سے ھا حذف ہو گیا۔

بعض اسمائے اشارات کے شروع میں ہائے تنبیہ تو نہیں آتا البتہ آخر میں حرف خطاب آتا ہے اور اسمائے اشارات کی طرح حروف خطاب بھی چھ ہیں وہ یہ ہیں كَ، كُمَا، كُمْ، كِ كُمَا، كُنَّ، یاد رہے کہ یہ ضمائر نہیں ہیں بلکہ حروف خطابیہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اسم اشارہ واحد پر یہ تثنیہ وجمع بھی داخل ہو جاتے ہیں، اور یہ بھی ہائے تنبیہ کی طرح مخاطب کو متنبہ کرنے کے لیے آتے ہیں اور تذکیر و تانیث، واحد، تثنیہ وجمع میں مخاطب کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً آپ کے مخاطب دو مذکر یا دو مؤنث ہیں تو آپ کہیں گے ذٰلِكُمَا كِتَابٌ (اے میرے دونوں مخاطبو سنو کہ وہ کتاب ہے) اور جمع کے لیے جیسے اللہ کا قول: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ (اے میرے مخاطبو متنبہ ہو جاؤ کہ وہ اللہ ہے)

معرفہ کی چوتھی قسم اسم موصول: تعریف گزر چکی ہے، اسم موصول اپنے صلہ اور ایک ضمیر عائد کا محتاج ہوتا ہے اس لیے کہ اسم موصول از قبیل مفرد ہے اور مفرد

اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اس لیے اسم موصول بھی اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوگا اس لیے موصول کے لیے صلہ ضروری ہے اور وہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور ہر جملہ مرکب ہوتا ہے تو صلہ ہوا مرکب اور موصول ہے مفرد جیسا کہ معلوم ہوا، اب ان دونوں میں ربط اور تعلق پیدا کرنے کے لیے صلہ میں ایک ضمیر کا لانا ضروری ہوتا ہے جو موصول کی طرف لوٹے اور دونوں میں جوڑ پیدا کرے یہی وجہ ہے کہ بعض نحویوں نے اسم موصول ہی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو دو چیزوں کا محتاج ہو صلہ اور ضمیر عائد کا[1]۔

اگر ضمیر عائد مقام مفعول میں واقع ہو تو اس کا حذف کرنا جائز ہے کیونکہ مفعول ہوتا ہے فضلہ اور جو اس کی جگہ واقع ہو یعنی اس کا قائم مقام ہو وہ بھی فضلہ ہو گا پس اس حالت میں ضمیر عائد فضلہ ہوگی اور فضلہ کا حذف جائز ہے لہٰذا ضمیر عائد کا حذف بھی جائز ہوگا پس جاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُہٗ (وہ شخص آیا جس کو میں نے مارا) کو جاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ کہنا صحیح ہے[2]۔

معرفہ کی پانچویں قسم معرفہ بندا یعنی وہ اسم ہے جس کو حرف ندا داخل کر کے معرفہ بنا لیا گیا ہو جیسے: یَا رَجُلُ، یَاوَلَدُ اس لیے کہ رَجُلٌ اگرچہ نکرہ تھا مگر جب اس کو یا حرف ندا کے ذریعہ آواز لگائی تو وہ متعین ہو گیا کیونکہ آواز اسی کو دی جاتی ہے جو سامنے نظر آرہا ہو یا ذہن میں متعین ہو۔

معرفہ کی چھٹی قسم معرفہ بالف لام یعنی وہ اسم جس کو الف لام داخل کر کے معرفہ بنایا گیا ہو جیسے: کِتَابٌ سے اَلْکِتَابُ اور قَلَمٌ سے اَلْقَلَمُ اور بعض لغت میں میم بھی معرفہ کا فائدہ دیتا ہے اور الف لام تعریف کے حکم میں ہے۔ جیسے: لَیْسَ مِنَ

---

[1] الکامل من حاشیہ شرح ملا جامی (ص ۱۵۶)

[2] جامع النحو۔

لَیْسَ امْبِرُّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا نیکی سے نہیں ہے) کہ اصل میں لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ ہے یہ لغت قبیلہ حمیر کی ہے۔

ساتویں قسم: "مضاف بیکے از انواع ستہ سوائے معرفہ بندا" ہے یعنی ایسا اسم جو معرفہ بندا کے علاوہ معرفہ کی چھ قسموں میں سے کسی کی طرف مضاف ہو تو وہ بھی معرفہ ہوگا جیسے: غُلَامُہٗ (اس کا غلام) غُلَامُ ھٰذَا (اس کا غلام) غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام) غُلَامُ الَّذِیْ جَآءَ (اس کا غلام جو کہ آیا) غُلَامُ الرَّجُلِ (مرد کا غلام) اسی طرح غُلَامُ ابْنِ الرَّجُلِ (مرد کے لڑکے کا غلام)، مصنفؒ نے عبارت "مضاف بیکے از ینہا" سے معرفہ بندا کو خارج کر دیا اس لیے کہ اس کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی طرف اضافت کرنا ممتنع ہے خواہ منادی حرف ندا کے ساتھ ہو یا حرف ندا کے حذف کے ساتھ ہو[1]۔

سوال (۳): اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات کو مبہمات کیوں کہتے ہیں؟

جواب (۳): اسم اشارہ اور اسم موصول کو مبہمات اس لیے کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ استعمال کے وقت متعین چیز پر دلالت کرتے ہیں مگر در اصل وضع کے اعتبار سے ان میں ابہام اور عموم ہے اس لیے کہ "ذا" اسم اشارہ سے لاعلی التعیین ہر ہر واحد مذکر کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں، اور اسی طرح الذی اسم موصول ہے کہ لاعلی التعیین ہر ہر واحد مذکر کے ساتھ اس کا وصل کرنا صحیح ہے پس معلوم ہوا کہ ان دونوں کے معنی میں ابہام ہے پھر اسم اشارہ کی مشار الیہ کے ذریعہ اور اسم موصول کی صلہ کے ذریعہ تعیین و توضیح ہو جاتی ہے پس چونکہ یہ دونوں مشار الیہ اور صلہ کے بغیر مبہم رہتے ہیں اس لیے ان کو مبہمات کہتے ہیں[2]۔

---

[1] حاشیہ نحو میر

[2] حاشیہ نحو میر

بدانکہ اسم بر دو صنف است مذکر و مؤنث، مذکر آنست کہ درو علامت تانیث نہ باشد چوں: رَجُلٌ ومؤنث آنست کہ درو علامت تانیث باشد چوں: امْرَأَةٌ و علامت تانیث چہار است: تا چوں: طلحۃٌ والف مقصورہ چوں: حُبْلٰی والف ممدودہ چوں: حَمْرَاءُ وتائے مقدرہ چوں: أَرْضٌ کہ در اصل أَرْضَۃٌ بودہ است بدلیل أُرَیْضَۃٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصل خود بردو ایں را مؤنث سماعی گویند۔

وبدانکہ مؤنث بر دو قسم است حقیقی ولفظی، حقیقی آنست کہ بازائے او حیوانے مذکر باشد چوں امْرَأَةٌ کہ بازائے او رَجُلٌ است ونَاقَۃٌ کہ بازائے او جَمَلٌ است ولفظی آنست کہ بازائے او حیوانے مذکر نہ باشد چوں: ظُلْمَۃٌ وَ قُوَّۃٌ۔

ترجمہ: واضح ہو کہ اسم کی دو قسم ہیں مذکر اور مؤنث مذکر وہ اسم ہے کہ جس میں مؤنث کی علامت نہ ہو جیسے: رَجُلٌ (ایک مرد) اور مؤنث وہ اسم ہے جس میں مؤنث کی کوئی علامت ہو جیسے: امْرَأَةٌ (ایک عورت) علامت تأنیث چار ہیں: "ۃ" جیسے: طَلْحَۃٌ الف مقصورہ جیسے: حُبْلٰی الف ممدودہ جیسے: حَمْرَاءُ اور تائے مقدرہ جیسے: أَرْضٌ اصل میں أَرْضَۃٌ ہے أُرَیْضَۃٌ کی دلیل سے، اس لیے کہ تصغیر اسماء کو ان کی اصل پر لے آتی ہے اور اسے مؤنث سماعی کہتے ہیں۔

معلوم ہو کہ مؤنث دو قسم پر ہے حقیقی اور لفظی مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابل کوئی مذکر حیوان ہو جیسے: اِمْرَأَةٌ کہ اس کے مقابل رَجُلٌ ہے نَاقَۃٌ اس کے مقابل جَمَلٌ ہے مؤنث لفظی وہ مؤنث ہے کہ اس کے مقابل کوئی حیوان مذکر نہ ہو جیسے: ظُلْمَۃٌ (تاریکی) وَ قُوَّۃٌ (طاقت)۔

سوال (۱): مذکر و مؤنث کی تعریف بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکر مؤنث پر کیوں مقدم ہے؟

جواب (۱): یہاں سے مصنفؒ اسم کی تذکیر و تانیث کے اعتبار سے دو قسمیں بیان فرمارہے ہیں، مذکر و مؤنث مذکر وہ اسم ہے جس میں علامات تانیث نہ ہوں جیسے: رَجُلٌ اور مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامات تانیث ہوں جیسے: اِمْرَأَۃٌ، مذکر کی تعریف کواس لیے مقدم کیا کہ وہ اشرف ہے بمقابلہ مؤنث کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ (القرآن) نیز یہ بھی وجہ ہوسکتی ہیں کہ مذکر کی تعریف میں عدم کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث نہ ہواور مؤنث کی تعریف میں وجود کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث ہواور عدم کو وجود پر تقدم حاصل ہے، اس لیے کہ ہر چیز مسبوق بالعدم ہوتی ہے یعنی عدم کے بعد وجود میں آتی ہے اس وجہ سے مذکر کی تعریف کو مقدم کیا۔

سوال (۲): تانیث کی چاروں علامات مع امثلہ بیان کریں نیز الف مقصورہ والف ممدودہ میں کیا فرق ہے اور ساتھ میں مؤنث حقیقی ولفظی کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲): تانیث کی چار علامتیں ہیں جہاں بھی اسم کے آخر میں ان میں سے کوئی علامت پائی جائے گی تو سمجھو کہ وہ اسم مؤنث ہے، (۱) گول تاء (ۃ) جیسے طلحۃُ (مرد کا نام) جاننا چاہیے کہ جب کوئی اسمِ مؤنث مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس پر مذکر کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے: جَاءَ طَلْحَۃُ کہ فعل مذکر لایا گیا ہے اور جب اسم مذکر کو کسی مؤنث کا نام رکھ دیا جائے تو اس پر مؤنث کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے: جَاءَتْ نَسِیْمٌ (۲) الف مقصورہ (کھڑا زبر) اسم کے آخر میں ہو جیسے: حُبْلٰی (حاملہ عورت) (۳) الف ممدودہ (مد متصل) آخر میں ہو جیسے: حَمْرَاءُ (سرخ عورت) (۴) تائے مقدرہ یعنی چھپی ہوئی تاء آخر میں ہو جیسے: اَرْضٌ (زمین)۔ کہ اصل میں اَرْضَۃٌ ہے۔

الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں تین فرق ہیں (۱) الف مقصورہ کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا جب کہ الف ممدودہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے (۲) الف مقصورہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہوتا جب کہ الف ممدودہ کے آخر میں ہمزہ ہوتا ہے (۳) الف مقصورہ حرکت کو قبول نہیں کرتا حالانکہ الف ممدودہ حرکت کو قبول کرتا ہے[1]۔

الف مقصورہ برائے تانیث کی پہچان یہ ہے کہ وہ تین حرف کے بعد آتا ہے اور الحاق کے لیے نہیں آتا نہ ہی زیادہ ہوتا ہے، جیسے: فَتًى اَرْطٰى قَبَعْثَرٰى تو یہ برائے تانیث نہیں ہوگا نیز الف مقصورہ علامت تانیث اس وقت شمار ہوگا جب کہ کلمہ کا جز نہ ہو لہٰذا لفظ موسٰی کے اندر الف مقصورہ چونکہ کلمہ کا جز ہے اس لیے یہ برائے تانیث نہیں بلکہ یہ مذکر ہے[2]۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں مؤنث حقیقی، مؤنث لفظی، مؤنث حقیقی ایسا اسم ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر ہو جیسے: اِمْرَاَةٌ کہ اس کے مقابلہ میں رجلٌ حیوان مذکر ہے اور ناقۃٌ (اونٹنی) کہ اس کے مقابلہ میں جَمَلٌ (اونٹ) حیوان مذکر موجود ہے، اور مؤنث لفظی وہ اسم ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر نہ ہو اور بعض حضرات نے مؤنث حقیقی کی دوسری تعریف بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ مؤنث حقیقی اس کو کہتے ہیں جو صاحب فرج ہو اور مؤنث لفظی اس کو کہتے ہیں جو صاحب فرج نہ ہو مطلب اس کا بھی وہی ہے اس لیے کہ جو چیز صاحب فرج ہوگی اس کے مقابلہ میں صاحب ذکر حیوان ضرور ہوگا اور جو صاحب فرج نہ ہو اس کے مقابلہ میں صاحب ذکر حیوان بھی نہیں ہوگا[3]۔

سوال (۳): ظُلْمَةٌ وقوۃٌ کی ضد کیا ہے اور ارض کے مؤنث ہونے کی دلیل بھی

---

[1] حاشیہ نحو میر (ص: ۱۳)　[2] شرح ابن عقیل۔　[3] ہدایۃ النحو حاشیہ (ص: ۱۹: ۲۰)

بیان کریں اور کیا اس قسم کے اور کلمات بھی ہیں اگر ہوں تو ذکر کریں؟

جواب (۳): ظُلْمَةٌ مؤنث لفظی ہے اور اس کے مقابلہ میں نورٌ مذکر ہے مگر حیوان نہیں ہے پس مؤنث لفظی حقیقتاً مؤنث نہیں ہے لیکن چونکہ اس کے آخر میں علامت تانیث تاء ہے اس لیے اس کی رعایت میں اس کو مؤنث کہ دیا جاتا ہے۔

اَرْضٌ کے مؤنث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی اسم کی اصلیت معلوم کرنی ہو تو اس کے دو طریقے ہیں پہلا یہ کہ اس کی جمع تکسیر لائی جائے کیونکہ جمع تکسیر اسم کو اس کی اصل پر لوٹا دیتی ہے جیسے: اَخٌ کی جمع تکسیر اخوۃ آتی ہے پس معلوم ہوا کہ اَخٌ اصل میں اَخوٌ ہے تبھی تو جمع میں واوٌ آیا ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسم کی تصغیر لائی جائے وہ بھی اسم کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے پس جب ہم نے عرب حضرات کے کلام میں اَرضٌ کی تصغیر معلوم کی تو ہمیں اس کی تصغیر اُرَیْضَةٌ ملی جو کہ مؤنث ہے پس معلوم ہوا کہ اَرْضٌ اصل میں اَرْضَةٌ ہے تبھی تو اس کی تصغیر اُرَیْضَةٌ تائے مدورہ کے ساتھ آئی ہے اور چونکہ اس کا کوئی قاعدہ نہیں ہے بلکہ صرف عرب والوں سے ایسا سنا گیا کہ وہ ارضٌ کی تصغیر اریضۃٌ لاتے ہیں اس کی وجہ سے اس مؤنث کا نام مؤنث سماعی رکھ دیا گیا ہے، ارضٌ کی طرح مؤنث سماعی کے اور بھی بہت سے الفاظ آتے ہیں مثلاً سَقَرٌ اس کی تصغیر سُقَیْرَۃٌ آتی ہے بمعنی جہنم مزید مؤنث سماعی کے الفاظ جاننے کے لیے ملاحظہ ہو معلم الانشاء جز اول (ص: ۱۲) اور مکمل تفصیل کے لیے رجوع کریں مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۱۹۰ بحوالہ حل الشواہد ص: ۱۱)

بدانکہ اسم بر سہ صنف است واحد، و مثنیٰ و مجموع، واحد آنست کہ دلالت کند بر یکے چوں رَجُلٌ و مثنیٰ آنست کہ دلالت کند بر دو بسبب آنکہ الف یا یائے ماقبل مفتوح و نونِ مکسورہ بآخرش پیوندد چوں رَجُلَانِ و رَجُلَیْنِ و مجموع آنست کہ دلالت کند بر

ذریعے تفہیم

بیش از دو بسبب آنکہ تغییرے در آخرش کردہ باشند لفظاً چوں رِجَالٌ یا تقدیراً چوں فُلْكٌ کہ واحدش نیز فُلْكٌ است بروزن قُفْلٌ وجمعش ہم فُلْكٌ بروزن أُسُدٌ۔

ترجمہ واضح ہو کہ اسم کی تین قسمیں ہیں واحد، تثنیہ اور جمع، واحد وہ ہے جو ایک پر دلالت کرے جیسے: رَجُلٌ، تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اس طور پر کہ الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ اس کے آخر میں ملائے گئے ہوں اور جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اس طور پر کہ اس کے آخر میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو لفظی اعتبار سے جیسے: رِجَالٌ (کچھ مرد) یا تقدیری اعتبار سے جیسے: فُلْكٌ (کشتی) کہ اس کا واحد بھی فُلْكٌ ہے قُفْلٌ کے وزن پر اور اس کی جمع بھی فُلْكٌ ہی ہے أُسُدٌ کے وزن پر۔

سوال(۱): واحد، تثنیہ و جمع کی تعریف بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ مصنفؒ نے تثنیہ کی تعریف میں کن دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کیا کیا ہیں؟

جواب(۱): اسم کی باعتبار تعدد و تکثر تین قسمیں ہیں (۱) واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع، واحد اس کو کہتے ہیں جو ایک چیز پر دلالت کرے جیسے: رَجُلٌ (کوئی ایک مرد) تثنیہ اس کو کہتے ہیں جو دو چیزوں پر دلالت کرے اس حال میں کہ اس کے واحد کے آخر میں الف اور نون مکسورہ ملی ہوئی ہو جب کہ حالت رفعی میں ہو جیسے: رَجُلَانِ (کوئی دو مرد) اور یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ اس کے واحد کے آخر میں ملی ہوئی ہو جب کہ حالت نصبی و جری میں ہو جیسے: رَجُلَيْنِ، مصنفؒ نے تثنیہ کی تعریف میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک تو یہ کہ تعریف کے ساتھ تثنیہ کا اعراب بھی بیان کر دیا کہ اس کی حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ آخر میں ملی ہوئی ہوتی ہے اور حالت نصبی و جری میں یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ ملی ہوئی ہوتی ہے اور دوسری بات یہ کہ اثنانِ و اثنتانِ اور اثنینِ و اثنتینِ کو تثنیہ کی تعریف سے

خارج کر دیا اس لیے کہ اگر چہ یہ بھی تثنیہ کی طرح دو چیزوں پر دلالت کرتے ہیں اور ان کی حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ اور حالت نصبی و جری میں یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ ان کے آخر میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ ان کے مفرد کے آخر میں نہیں ملائے گئے، اس لیے کہ ان کا کوئی مفرد ہی نہیں ہے کہ جس کے آخر میں یہ حروف بڑھا کر ان کا تثنیہ بنایا گیا ہو بلکہ یہ تو ابتداءً ہی اسی طرح تثنیہ کے لیے وضع کیے گئے ہیں، پس تثنیہ کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی لہٰذا یہ اس سے خارج ہو گئے، پس تثنیہ نہیں ہوئے البتہ ملحقات تثنیہ ہیں۔ یعنی ان کو تثنیہ مان لیا گیا ہے۔

سوال (۲): مصنفؒ نے جمع کی تعریف کرتے ہوئے کن دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کیا کیا ہیں نیز اِثْنَانِ و اِثْنَتَانِ تثنیہ کی تعریف سے اور اسم جمع جمع کی تعریف سے کس عبارت سے خارج ہو رہے ہیں؟

جواب (۲): جمع وہ اسم ہے جو دو سے زائد چیزوں پر دلالت کرے اس حال میں کہ اس کے واحد میں کچھ تغیر کیا گیا ہو جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ، مصنفؒ نے جمع کی تعریف میں دو باتوں کی جانب اشارہ کیا ہے ایک تو یہ کہ کسی بھی واحد کی جمع بناتے ہوئے اس کے واحد کے وزن میں کچھ تغیر کرنا ہوگا، دوسری بات یہ کہ جمع کی تعریف سے اسم جمع مثلاً قومٌ و رَهْطٌ و طائفةٌ (جماعت) جیسے الفاظ کو خارج کر دیا اس لیے کہ اگر چہ یہ تینوں دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرتے ہیں اس لیے جمع کی تعریف میں داخل ہونے چاہئیں، مگر چونکہ ان کے واحد میں کچھ تغیر نہیں ہوا اس لیے کہ ان کا واحد ہی نہیں ہے کہ جس میں تغیر ہونے کے بعد یہ جمع بنتے ہوں بلکہ یہ تو ابتداءً اسی طرح جمع کے لیے وضع کیے گئے ہیں، پس جمع کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی لہٰذا یہ اس سے خارج ہو گئے، پس جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کو اسم جمع کہتے ہیں۔

بِقَانِ و بِقَتَانِ مصنفؒ کی عبارت "در آخرش پیوندد" سے خارج ہو گئے آخرش میں ضمیر شین مفرد کی طرف راجع ہے اور اسم جمع مصنفؒ کی عبارت "تغییر سے در واحدش کردہ باشند" سے خارج ہو گئے واحدش کی ضمیر شین جمع کی طرف عائد ہے۔

سوال (۳): واحد سے جمع تکسیر بناتے ہوئے واحد کے وزن میں کتنی طرح کے تغیرات ہوتے ہیں مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۳): جب واحد کی جمع بناتے ہیں تو واحد کے وزن میں سات قسم کے تغیرات ہوتے ہیں، اوّل مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو مگر مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے: صِنْوٌ سے صِنْوَانٌ (حقیقی بھائی) دوم مفرد کے الفاظ میں کمی ہو لیکن مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے: تُخَمَۃٌ سے تُخَمٌ (بج) سوم مفرد کے الفاظ میں نہ کمی ہو نہ زیادتی بلکہ حرکت کی تبدیلی سے شکل بدل جائے خواہ شکل کی تبدیلی تحقیقاً ہو یعنی نظر آرہی ہو جیسے: اَسَدٌ سے اُسْدٌ یا تبدیلی تقدیرًا ہو یعنی شکل تبدیل ہو مگر نظر نہ آئے، جیسے: فُلْكٌ سے فُلْكٌ تو دیکھو واحد اور جمع دونوں کی شکل بظاہر ایک ہے مگر ان میں تبدیلی ہوئی ہے جو نظر نہیں آرہی ہے، اور وہ اس طرح کہ فُلْكٌ جو واحد ہے بروزن قُفْلٌ ہے اور قُفْلٌ واحد ہے اس کی جمع اقفالٌ آتی ہے اب فُلْكٌ کو جب جمع بنایا تو قُفْلٌ کے وزن سے نکال کر اُسُدٌ جمع کے وزن پر لے آئے جو اَسَدٌ کی جمع ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے وزن میں تغیر ہوا ہے مگر نظر نہیں آرہا ہے، چہارم: مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ شَيْخٌ سے شُيُوْخٌ، پنجم: مفرد کے الفاظ میں کمی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے: رَسُوْلٌ سے رُسُلٌ، ششم: کمی اور زیادتی دونوں ہو اور مفرد کی شکل بھی بدل جائے جیسے: غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ پہلے غلام کے آخر سے الف حذف کیا غِلْمٌ ہوا پھر الف اور نون کی زیادتی کی تو

غلمانٌ ہوااور شکل بھی تبدیل ہوگئی[1]۔

ہفتم: اور کبھی تغیر اس طرح ہوتا ہے کہ مفرد کے الفاظ الگ ہوتے ہیں اور جمع کے الفاظ الگ جیسے: اِمْرَأَۃٌ کی جمع نِسَاءٌ اور ذُو کی جمع اُولُو ہے اور اس طرح کی جمع کو ''جمع من غیر لفظہٖ'' کہتے ہیں۔

بدانکہ جمع باعتبار لفظ بر دو قسم است جمع تکسیر و جمع تصحیح، جمع تکسیر آنست کہ بنائے واحد در وسلامت نہ باشد چوں: رِجَالٌ و مَسَاجِدُ و ابنیہ جمع تکسیر در ثلاثی بسماع تعلق دارد و قیاس را در و مجالے نیست اما در رباعی و خماسی بر وزنِ فَعَالِلُ آید چوں: جَعْفَرٌ و جَعَافِرُ و جَحْمَرِشٌ و جَحَامِرُ بحذف حرف خامس و جمع تصحیح آنست کہ بنائے واحد در و سلامت ماند و آں بر دو قسم است جمع مذکر و جمع مؤنث، جمع مذکر آنست کہ واوے ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور و نونے مفتوح در آخرش پیوندد چوں: مُسْلِمُوْنَ و مُسْلِمِيْنَ، و جمع مؤنث آنست کہ الفے با تائے بآخرش پیوندد چوں: مُسْلِمَاتٌ۔

ترجمہ: واضح رہے کہ جمع لفظ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے جمع تکسیر و جمع تصحیح، جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے: رِجَالٌ (رَجُلٌ کی جمع) و مَسَاجِدُ (مسجدٌ کی جمع) اور جمع تکسیر کے اوزان ثلاثی میں سماع سے تعلق رکھتے ہیں قیاس کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے، بہر حال (جمع تکسیر) رباعی اور خماسی میں تو وہ فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعَافِرُ و جَحْمَرِشٌ سے جَحَامِرُ، پانچویں حرف کے حذف کے ساتھ اور جمع تصحیح وہ جمع ہے کہ واحد کا وزن اس میں محفوظ رہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں جمع مذکر اور جمع مؤنث، جمع مذکر وہ جمع ہے کہ واو ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح اس کے آخر میں ملائی گئی ہو جیسے: مُسْلِمُوْنَ و مُسْلِمِيْنَ، اور جمع

---

[1] حاشیہ نحو میر ص:۱۳۰۔

مؤنث وہ جمع ہے کہ الف اور تائے طویلہ اس کے آخر میں ملائی گئی ہو جیسے: مُسْلِمَاتٌ۔

سوال (۱): جمع تکسیر و جمع صحیح کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں، نیز اسم مفرد ثلاثی ورباعی وخماسی میں جمع تکسیر بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب (۱): کَسَّرَ یُکَسِّرُ تَکْسِیْرًا از باب تفعیل معنی توڑنا اور اصطلاح میں جمع تکسیر اس جمع کو کہتے ہیں جس کے واحد کا وزن جمع میں آکر ٹوٹ جائے خواہ ٹوٹنا تحقیقاً ہو یعنی نظر آئے جیسے: رَجلٌ سے رِجالٌ اس میں جیم اور لام کے درمیان الف آنے کی وجہ سے واحد کا وزن ٹوٹ گیا اور یہ نظر آرہا ہے اسی طرح مَسْجِدٌ سے مَسَاجِدُ، یا وزن کا ٹوٹنا تقدیراً ہو یعنی جو نظر نہ آتا ہو جیسے: فُلْكٌ سے فُلْكٌ کہ یہاں وزن ٹوٹنا نظر نہیں آرہا ہے مگر ٹوٹا ضرور ہے اس لیے کہ واحد میں فُلْكٌ بروزن قُفْلٌ تھا پس اس کو قُفْلٌ کے وزن سے نکال کر بروزن اُسْدٌ لائے جو کہ اَسَدٌ کی جمع ہے، معلوم ہوا کہ واحد میں فائے فلكٌ کا ضمہ جس حیثیت سے ہے جمع میں اس حیثیت سے نہیں ہے، بلکہ مفرد میں تو فائے فلكٌ کا ضمہ قاف قُفْلٌ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے اور جمع میں الف اُسدٌ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، چنانچہ دونوں میں حیثیت بدل گئی اور حیثیت بدلنے سے بڑے بڑے تغیرات ہوتے ہیں جیسے: زید ذات واحد ہے مگر اس حیثیت سے کہ اس کا کوئی باپ ہے وہ بیٹا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے وہ باپ ہے تو دیکھو ایک ہی ذات باپ بھی ہے اور بیٹا بھی اسی طرح فلكٌ واحد بھی ہے اور جمع بھی مگر الگ الگ حیثیت سے پس اس حیثیت سے کہ اس کی فاء کا ضمہ قاف قفلٌ کے مشابہ ہے وہ واحد ہے، اور اس حیثیت سے کہ فائے فلكٌ کا ضمہ الف اسدٌ کے مشابہ ہے وہ جمع ہے، فافہم۔

صَحَّحَ یُصَحِّحُ تَصْحِیْحًا معنی درست کرنا، صحیح کرنا اور اصطلاح میں جمع

تصحیح اس جمع کو کہتے ہیں کہ واحد کا وزن جمع میں آکر بھی صحیح سلامت رہے جیسے: مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ اور مُسْلِمَۃٌ سے مُسْلِمَاتٌ، ہر ایک جمع میں غور کرو کہ مُسْلِمٌ جو واحد ہے ہو بہو جمع میں بھی باقی اور سلامت ہے البتہ مسلمٌ کی آخری میم کے بعد واؤ نون مذکر میں اور الف تاء مؤنث میں زائد کیے گئے ہیں جن سے واحد کے وزن پر کوئی فرق نہیں پڑا رہی مُسْلِمَۃٌ کی تاء تو وہ واحد کے وزن میں شامل ہی نہیں، بلکہ وہ تو علامت تانیث ہے جو زائد ہوتی ہے اور جمع بناتے وقت حذف ہوگئی اصل واحد کا وزن مذکر و مؤنث دونوں میں مسلمٌ ہے جو باقی اور سلامت ہے۔

جمع تصحیح کا دوسرا نام جمع سالم اور جمع تکسیر کا دوسرا نام جمع مکسر بھی ہے جب کوئی اسم مفرد ثلاثی ہو تو اس وقت اس کی جمع مکسر بنانے کا کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ اس کی جمع اہل زبان عرب حضرات سے سننے پر موقوف ہے وہ جس اسم مفرد ثلاثی کی جمع جس وزن پر لائیں اس کی جمع اسی وزن پر آئے گی، ہم اپنی طرف سے کسی بھی وزن پر اس کی جمع نہیں بنا سکتے ہماری عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اسم مفرد ثلاثی میں جمع مکسر بہت سے اوزان پر آتی ہے مگر ان میں دس مشہور ہیں، اکثر اوقات جمع تکسیر انہیں دس میں سے کسی وزن پر آتی ہے، اور وہ یہ ہیں (۱) اَفْعَالٌ جیسے: قُفْلٌ سے اَقْفَالٌ (۲) فِعَالٌ جیسے: رجلٌ سے رِجَالٌ (۳) فُعُولٌ جیسے: بَیْتٌ سے بُیُوتٌ (۴) فُعْلَانٌ جیسے: واحدٌ سے وُحْدَانٌ (اکیلا) (۵) فِعْلَانٌ جیسے: غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ (۶) اَفْعُلٌ جیسے: فَلْسٌ سے اَفْلُسٌ (پیسہ) (۷) فِعَلَۃٌ جیسے: قِرْدٌ سے قِرَدَۃٌ (بندر) (۸) فِعْلَۃٌ جیسے: اَخٌ سے اِخْوَۃٌ (۹) فُعْلٌ جیسے: صَفْرَاءُ سے صُفْرٌ (۱۰) فَعَالٰی جیسے فتویٰ سے فتاویٰ۔[1]

---

[1] کذا فی المفصل للزمخشری و ھو ماخذ للکافیۃ۔

اگر کوئی اسم مفرد رباعی یا خماسی ہو تو اسکی جمع مکسر بنانے کا قاعدہ متعین ہے یعنی اس کو فَعَالِلُ کے وزن پر جمع بناتے ہیں، رباعی میں جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعَافِرُ اور خماسی میں پانچویں حرف کو حذف کر کے فَعَالِلُ کے وزن پر لاتے ہیں جیسے: جَحْمَرِشٌ سے جَحَامِرُ مگر اس میں اختلاف ہے مشہور تو یہی ہے کہ خماسی کے آخری حرف کو حذف کر کے جمع بنائی جائے مگر بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حرف زائد یا مشابہ بحرف زائد کو حذف کریں گے چاہے وہ کہیں بھی ہو آخر میں ہو یا کلمہ کے بیچ میں جیسے: جَحْمَرِشٌ سے جَحَارِشُ کہیں گے حذف میم کے ساتھ کہ وہ حروف زائدہ میں سے ہے اور فَرَزْدَقٌ سے فَرَازِقُ کہیں گے بحذف دال، اس لیے کہ وہ مشابہ بتاء ہے اور تاء حروف زائدہ میں سے ہے پس دال مشابہ بحرف زائد ہوا اور جو مشابہ بحرف زائد ہو وہ حذف ہوتا ہے اس لیے دال حذف ہو گیا، علامہ رضیؒ نے اسی قول کو نقل و درایت کے اعتبار سے زیادہ قریب بتایا ہے اگرچہ پہلا قول جو مصنفؒ نے بیان کیا نقل و روایت کے اعتبار سے زیادہ درست ہے[1]۔

اور حروف زائدہ یہ ہیں، الف، لام، میم، نون، واؤ، یاء، تاء، سین، جن کا مجموعہ "اَلْيَوْمَ تَنْسَاهُ" ہے[2] جہاں بھی کوئی حرف زائد کہا جاتا ہے تو وہ انہیں میں سے مراد ہوتا ہے جیسا کہ مضارع میں تثنیہ و جمع میں اور ابواب ملحق میں وغیر ذالک۔

اب سمجھئے کہ دال تاء سے کس طرح مشابہ ہے آپ نے تجوید کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ طاء دال تاء کا مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ ہے[3] پس چونکہ دال کا بھی وہی مخرج ہے جو تاء کا ہے اس لیے متحد المخرج ہونے کے اعتبار سے دال تاء کے مشابہ ہوئی۔

---

[1] حاشیہ نحو میر ص ۱۴۰۔
[2] الکوکب المنیر شرح نحو میر
[3] کشف الرحمن فی حل خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن لاستاذی المکرم حضرت مولانا قاری و مقری صدیق احمد صاحب سالمر ودی مدظلہ۔

سوال (۲): جمع مذکر سالم و جمع مؤنث سالم کی تعریف کریں اور ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): پھر جمع صحیح کی دو قسمیں ہیں، (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم، جمع مذکر سالم وہ ہے جس کے واحد کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوح ملایا گیا ہو جب کہ حالت رفعی میں ہو جیسے: مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُونَ اور یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح ملائی گئی ہو جب کہ حالت نصبی و جری میں ہو جیسے: مُسْلِمٌ سے مُسْلِمِینَ، اور جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے کہ جس کے واحد کے آخر میں الف و تاء بڑھائی گئی ہو پس حالت رفعی میں تاء مرفوع ہوگی اور نصبی و جری میں مکسور جیسے: مُسلِمةٌ سے مُسْلِمَاتٌ۔ چنانچہ مصنف ؒ کی تعریف سے اَمْوَاتٌ و قُضَاةٌ جیسی مثالیں جمع مؤنث سالم کی تعریف سے خارج ہوگئیں اس لیے کہ ان کے آخر میں الف و تاء تو ہے مگر واحد کا وزن جمع میں سلامت نہیں رہا، اس لیے وہ جمع مکسر ہیں نہ کہ جمع سالم اور چونکہ ان کے واحد موتٌ و قاض یا بالف و لام القاضی دونوں مذکر ہیں اس لیے وہ جمع مذکر ہوئے نہ کہ جمع مؤنث۔

یاد رہے کہ جمع مؤنث سالم مؤنث عاقل اور غیر عاقل دونوں کے لیے آتی ہے جیسے: فَاطِمَةٌ سے فَاطِمَاتٌ، صَالِحَةٌ سے صَالِحَاتٌ بَقَرَةٌ سے بَقَرَاتٌ، شَجَرَةٌ سے شَجَرَاتٌ، كَلِمَةٌ سے كَلِمَاتٌ برخلاف جمع مذکر سالم کے کہ وہ صرف مذکر عاقل کے اعلام اور ان کی صفات ہی کے لیے آتی ہے جیسے: زَيْدٌ سے زَيْدُونَ حَافِظٌ سے حَافِظُونَ[1] البتہ کبھی مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع، جمع مؤنث سالم آجاتی ہے جیسے: صَافِنٌ کی جمع صَافِنَات، خَالٍ یا الْخَالِي کی جمع اَلْخَالِيَاتُ اور مَجْرُوْرٌ سے مَجْرُوْرَاتٌ وغیرہ[2]۔

---

[1] علم الانشاء۔ [2] حاشیہ نحو میر۔

سوال (۳): جمع تکسیر و جمع تصحیح کس اعتبار سے جمع کی قسمیں ہیں نیز جَعْفَرٌ و جَحْمَرِشٌ کے تمام لغوی معنی بیان کریں؟

جواب (۳): جمع تکسیر و جمع تصحیح لفظ کے اعتبار سے جمع کی قسمیں ہیں اس لیے کہ ٹوٹنا اور سلامت رہنا الفاظ کی صفت ہے نہ کہ معنی کی پس معلوم ہوا کہ تکسیر و تصحیح کا تعلق لفظ سے ہے معنی سے نہیں ہے،

جَعْفَرٌ مرد کا نام، نالہ، ندی بہت دودھ دینے والی اونٹنی ان تمام معانی کے لیے آتا ہے اور جَحْمَرِشٌ کے معنی بہت بوڑھی عورت، بدصورت عورت، موٹا خرگوش وغیرہ آتے ہیں[1]۔

وبدانکہ جمع باعتبار معنی بر دو قسم است جمع قلت و جمع کثرت جمع قلت آنست کہ بر کم از دہ اطلاق کنند و آنرا چہار بنا است اَفْعُلٌ مثل اَكْلُبٌ و اَفْعَالٌ چوں اَقْوَالٌ و اَفْعِلَةٌ مثل اَعْوِنَةٌ و فِعْلَةٌ چوں غِلْمَةٌ و دو جمع تصحیح بی الف و لام یعنی مُسْلِمُوْنَ و مُسْلِمَاتٌ و جمع کثرت آں ست کہ بر دہ و بیشتر از دہ اطلاق کنند و ابنیہ آں ہر چہ غیر از یں شش بنا است۔

ترجمہ: جان لو کہ جمع معنی کے اعتبار سے دو قسم پر ہے جمع قلت و جمع کثرت، جمع قلت وہ جمع ہے جو دس سے کم پر بولی جائے، اس کے چار اوزان ہیں اَفْعُلٌ جیسے: اَكْلُبٌ و اَفْعَالٌ جیسے: اَقْوَالٌ، اَفْعِلَةٌ جیسے: اَعْوِنَةٌ اور فِعْلَةٌ جیسے: غِلْمَةٌ اور دو (وزن) جمع تصحیح بغیر الف ولام کے یعنی مُسْلِمُوْنَ و مُسْلِمَاتٌ اور جمع کثرت وہ ہے کہ جو دس پر اور اس سے زائد پر بولی جائے اور اس کے اوزان ان چھ وزنوں کے علاوہ ہیں۔

سوال (۱): معنی کے اعتبار سے جمع کی دونوں قسموں کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان

[1] مصباح اللغات۔

کریں اور یہ بھی بتائیں کہ ان کی تعریف میں کیا اختلاف ہے؟

جواب (۱): معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت، قلَّ (ض) قِلَّةً معنی کم ہونا اور اصطلاح میں جمع قلت وہ جمع ہے جو تین سے لے کر نو تک بولی جائے جیسے: کَلْبٌ سے اَکْلُبٌ (تین سے نو تک کتے) اور کثُرَ کَثْرَۃً (ک) معنی زیادہ ہونا اور اصطلاح میں جمع کثرت وہ جمع ہے جو دس پر اور اس سے زیادہ پر بولی جائے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ (نو سے زیادہ مرد) المُسْلِمٌ سے المُسْلِمُوْنَ (نو سے زیادہ مسلمان) اور بعض حضرات نے اس سے مختلف تعریف کی ہے کہ جمع قلت وہ ہے جو تین سے دس تک بولی جائے اور جمع کثرت جو دس کے بعد گیارہ اور اس سے زیادہ پر بولی جائے، صاحب فوائد ضیائیہ اور علامہ رضیؒ نے یہی تعریف کی ہے[1] مگر ہمارے مصنفؒ کی تعریف ہی زیدہ صحیح ہے۔

سوال (۲): جمع قلت کے بنانے کا طریقہ کیا ہے اس کے کتنے اوزان ہیں اور کیا کیا نیز جمع کثرت بنانے کا طریقہ کیا ہے اور اس کے کتنے اوزان ہیں اور کیا کیا سب کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): جمع قلت کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو مندرجہ ذیل چھ اوزان میں سے کسی پر لے آتے ہیں (۱) اَفْعُلٌ جیسے: کَلْبٌ سے اَکْلُبٌ تین سے نو تک کتے (۲) اَفْعَالٌ جیسے: قَوْلٌ سے اَقْوَالٌ تین سے نو تک باتیں، (۳) اَفْعِلَۃٌ جیسے: عَوَانٌ سے اَعْوِنَۃٌ تین سے لے کر نو تک ادھیڑ عمر[2] (۴) فِعْلَۃٌ جیسے: غُلَامٌ سے غِلْمَۃٌ تین سے نو تک غلام، (۵) جمع مذکر سالم بے الف ولام جیسے: مُسْلِمٌ سے

---

[1] ملاحظہ ہو فوائد ضیائیہ ص: ۲۶۶، حاشیہ نمبر ۹۔ [2] حاشیہ نحو میر

مُسْلِمُوْنَ تین سے نو تک مسلمان (۶) جمع مؤنث سالم بے الف و لام جیسے:
مُسْلِمَۃٌ سے مُسْلِمَاتٌ تین سے نو تک مسلمانیاں۔

اور جمع کثرت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جمع قلت کے لیے جمع تکسیر میں جو مذکورہ چار اوزان آتے ہیں ان کے علاوہ جتنے بھی اوزان جمع تکسیر کے لیے آتے ہیں ان میں سے کسی بھی وزن پر جمع لے آتے ہیں اور جمع قلت کے لیے جمع سالم کے جو دو وزن ہیں ان پر الف لام داخل کر کے جمع لاتے ہیں بشرطیکہ الف لام سے مراد الف لام استغراقی ہو تبھی وہ جمع کثرت کے واسطے ہوگا ورنہ تو نہیں پس اگر الف و لام جنسی مراد لیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ وہ افراد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اپنے مدخول کی نفس ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور جو افراد پر دلالت نہ کرے وہ جمع کثرت کے لیے نہیں ہوسکتا پس الف لام جنسی جمع کثرت کے لیے نہیں ہوسکتا، البتہ یہ بات ہے کہ ماہیت کے ضمن میں افراد پر دلالت ہو جاتی ہے مگر یہ ضمناً ہے حقیقتاً نہیں ہے۔

جمع کثرت کے لیے جمع تکسیر میں بے شمار اوزان آتے ہیں البتہ مشہور اوزان دس ہیں[۱] جن پر اکثر اوقات جمع کثرت آتی ہے وہ یہ ہیں (۱) فِعَالٌ جیسے: عَبْدٌ سے عِبَادٌ (نو سے زیادہ بندے) (۲) فُعَلَاءُ جیسے: عَالِمٌ سے عُلَمَاءُ (نو سے زیادہ عالم) (۳) اَفْعِلَاءُ جیسے: نَبِیٌّ سے اَنْبِیَاءُ (۴) فُعُلٌ جیسے: رَسُوْلٌ سے رُسُلٌ (نو سے زیادہ رسول) (۵) فُعُوْلٌ جیسے: نَجْمٌ سے نُجُوْمٌ (نو سے زیادہ تارے) (۶) فُعَّالٌ جیسے: خَادِمٌ سے خُدَّامٌ (نو سے زیادہ نوکر) (۷) فَعْلٰی جیسے: مَرِیْضٌ سے مَرْضٰی (نو سے زیادہ بیمار) (۸) فَعَلَۃٌ جیسے: طَالِبٌ سے طَلَبَۃٌ (نو سے زیادہ طالب علم) (۹) فِعَلٌ جیسے: خَیْمَۃٌ سے خِیَمٌ (نو سے زیادہ ڈیرے) (۱۰) فِعْلَانٌ

---

[۱] الاخراکیب المغلطہ للاستاذ حسین احمد الحکمر دی ص: ۱۹۷۔

جیسے: صِنْوَۃٌ سے صِنْوَانٌ (نو سے زیادہ سگی بہنیں)۔

اور جمع کثرت کے لیے جمع صحیح میں دو وزن آتے ہیں (۱) جمع مذکر سالم بالف ولام جیسے: اَلْمُسْلِمُ سے اَلْمُسْلِمُوْنَ (نو سے زیادہ مسلمان) (۲) جمع مؤنث سالم بالف ولام جیسے: اَلْمُسْلِمَۃُ سے اَلْمُسْلِمَاتُ (نو سے زیادہ مسلمانیاں)

سوال (۳) آیت کریمہ "وَ الْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ" سے کیا اعتراض ہوتا ہے اور اس کا کیا جواب ہے؟

جواب (۳): آیت کریمہ "وَ الْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ"[1] (**ترجمہ**: اور طلاق شدہ عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک) سے اعتراض ہوتا ہے کہ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ سے احناف کے نزدیک تین حیض اور شوافع کے نزدیک تین طہر مراد لیے گئے ہیں[2] حالانکہ قُرُوْءٌ بروزن فُعُوْلٌ ہے اور فُعُوْلٌ جمع قلت کے اوزان میں سے نہیں ہے بلکہ جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے لہٰذا اس سے مراد نو سے زیادہ حیض یا طہر لینے چاہئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھار جمع کثرت جمع قلت کی جگہ اور جمع قلت جمع کثرت کی جگہ مجازاً استعمال ہو جاتے ہیں، پس آیت کریمہ میں جمع کثرت جمع قلت کی جگہ استعمال ہوئی ہے۔

فصل: بدانکہ اعراب اسم سہ است رفع ونصب وجر، اسم متمکن باعتبار وجوہ اعراب بر شانزدہ قسم است، اول: مفرد منصرف صحیح چوں زیدٌ، دوم مفرد منصرف جاری مجری صحیح چوں: دَلْوٌ سوم جمع مکسر منصرف چوں: رِجَالٌ رفع شان بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجر بکسرہ چوں: جَاءَ نِی زیدٌ ودَلْوٌ ورِجَالٌ، ورَاَیْتُ زیدًا ودَلْوًا ورِجَالًا، ومَرَرْتُ بِزیدٍ و دَلْوٍ و رِجَالٍ چہارم جمع مؤنث سالم رفعش بضمہ باشد ونصب و

---

[1] پارہ: ۲، آیت: ۲۲۷۔ [2] اصول الشاشی۔

جر بکسرہ چوں: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ و رَأيتُ مُسْلِمَاتٍ و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع نصب اور جر اسم متمکن کی وجوہ اعراب کے اعتبار سے سولہ قسمیں ہیں، پہلی قسم: مفرد منصرف صحیح جیسے: زیدٌ دوسری قسم: مفرد منصرف جاری مجری صحیح جیسے: دَلْوٌ، تیسری قسم: جمع مکسر منصرف جیسے: رِجالٌ ان کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ ہوگا، جیسے: جَاءَ نی زیدٌ و دَلْوٌ ورِجَالٌ (میرے پاس زید، ڈول اور چند مرد آئے) و رَأیتُ زیدًا و دَلْوًا و رِجَالًا (میں نے زید، ڈول اور چند مردوں کو دیکھا) و مَرَرْتُ بِزیدٍ و دَلْوٍ و رِجَالٍ (میں زید، ڈول اور چند مردوں کے پاس سے گزرا) چوتھی قسم جمع مؤنث سالم اس کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری کسرہ کے ساتھ ہوگی، جیسے: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ (وہ کچھ مسلمان عورتیں ہیں) و رَأیتُ مُسْلِمَاتٍ (میں نے کچھ مسلمان عورتوں کو دیکھا) و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ (میں کچھ مسلمان عورتوں کے پاس سے گزرا)

سوال (۱): اس فصل میں مصنفؒ کس چیز کو بیان فرمار ہے ہیں نیز اسم متمکن کی تعریف اور اس کا حکم اور اس کا دوسرا نام بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ اعراب کی کل کتنی قسمیں ہیں اور ساتھ میں "باعتبار وجوہ اعراب" کی تشریح بھی کرتے چلیں؟

جواب (۱): پہلے اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں بیان ہو چکی ہیں، اب یہاں سے مصنفؒ اسم متمکن کی قسمیں بیان فرمار ہے ہیں، اور وہ کل سولہ قسمیں ہیں، اسم متمکن کی تعریف جیسا کہ گزر چکی ہے وہ اسم ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو اور ترکیب میں واقع ہو اس لیے کہ اگر ترکیب میں واقع نہ ہو تو مبنی علی السکون ہوتا ہے جیسے کہ زیدٌ تنہا اور اسم متمکن کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا

رہتا ہے، یادر ہے کہ اسم متمکن کا دوسرا نام اسم معرب بھی ہے اسی طرح جیسا کہ اسم غیر متمکن کا دوسرا نام مبنی ہے۔ اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب، جر، رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی اور جر مضاف الیہ کی علامت ہے، یعنی اسم معرب جب فاعل ہوگا تو اس پر رفع آئے گا اور جب مفعول ہوگا تو نصب آئے گا اور جب مضاف الیہ ہوگا تو جر آئے گا، البتہ مبتدا و خبر وغیرہ دوسرے مر فوعات کہ جن پر رفع آتا ہے گرچہ وہ فاعل نہیں ہیں اس لیے مرفوع نہ ہونے چاہئیں، لیکن ان کو فاعل کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے اس وجہ سے فاعل کے حکم میں ہو گئے اور فاعل پر رفع آتا ہے اس لیے جو اس کے حکم میں ہے اس پر بھی رفع آئے گا، البتہ فاعل مرفوع حقیقی ہے اور دوسرے مرفوعات حکمی ہیں، اسی طرح حال و تمیز وغیرہ جو کہ منصوب ہوتے ہیں اگر چہ مفعول نہیں ہیں مگر مفاعیل کے ساتھ ملحق کر دئے گئے ہیں اس لیے مفاعیل کے حکم میں ہو کر منصوب ہوتے ہیں، یہی حال مجرور بحرف جر کا ہے کہ وہ مضاف الیہ نہیں ہے اس لیے اس پر جر نہ آنا چاہیے مگر چونکہ اس کو بھی مضاف الیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے اس لیے حکماً مجرور ہوتا ہے۔

پھر فاعل کو رفع مفعول کو نصب دینے کی وجہ یہ ہوئی کہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل اس لیے کہ وہ ایک ہی فرد ہے اور نصب خفیف اور مفاعیل کثیر ہیں اس لیے کہ وہ پانچ ہیں (جیسا کہ آگے آئے گا) پس ثقیل حرکت قلیل کو دی تاکہ قلت کی وجہ سے اس کے اندر پائے جانے والے نقصان کی تلافی ہو جائے، اور خفیف حرکت کثیر کو دی تاکہ وہ معتدل ہو جائے آگے چونکہ ایک ہی حرکت بچی اور اس کے علاوہ کوئی حرکت نہیں اس لیے ناچار مضاف الیہ کو جر دینا پڑا[1]۔

---

[1] حاشیہ نحو میر ص:۱۵، بزیادہ الفاظ۔

سمجھنا چاہیے کہ اعراب کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت اور وہ ضمہ فتحہ کسرہ ہیں (۲) اعراب بالحروف اور وہ الف، واؤ اور یاء ہیں، پھر اعراب کی مزید چار قسمیں ہیں (۱) اعراب لفظی جو لفظوں میں ظاہر ہو جیسے: جَاءَ زَیْدٌ میں ضمہ اعراب لفظی ہے اس لیے کہ لفظاً ظاہر ہے (۲) اعراب تقدیری وہ اعراب ہے جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ چھپا ہوا ہو جیسے: جَاءَ مُوْسیٰ میں ضمہ اعراب تقدیری ہے (۳) اعراب محلی وہ اعراب ہے جو نہ لفظاً ظاہر ہو نہ تقدیراً بلکہ کلمہ کے مرفوع، منصوب یا مجرور کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے ہو اور یہ اعراب مبنی اور جملہ کے ساتھ خاص ہے پس اگر مبنی یا جملہ حالت رفعی میں آ جائے تو اس کو محلاً مرفوع کہتے ہیں اور حالت نصبی میں آ جائے تو محلاً منصوب اور جری میں آ جائے تو محلاً مجرور کہتے ہیں جیسے: جَاءَ نِیْ هٰؤُلَاءِ کہ اس میں هٰؤُلَاءِ محلاً مرفوع ہے اس لیے کہ مرفوع یعنی فاعل کے محل میں واقع ہے (۴) اعراب حکائی وہ اعراب ہے جو کہ اولاً جس حالت پر تھا اب بھی اس کو اسی حالت پر رکھا جائے اور موجودہ عامل کے ذریعہ اس کا اعراب نہ بدلے، مثلاً مضاف الیہ کی مثال دیتے ہوئے کہیں "نحوُ غُلامُ زَیدٍ" اس میں غلام پر اعراب حکائی ہے اور نحو مضاف نے اس میں عمل نہیں کیا حالانکہ مضاف اپنے مضاف الیہ کو مجرور کرتا ہے۔

مصنفؒ کی عبارت "باعتبار وجوہ اعراب" سے اسم متمکن بالفاظ دیگر اسم معرب کی اس تقسیم کی علت بیان کرنا ہے کہ یہ تقسیم اسم معرب کے اعراب کو قبول کرنے کے اعتبار سے ہے یعنی اسم معرب پر کس حال میں کونسا اعراب آئے گا اور کیوں، لہٰذا اس فصل میں اسم معرب کی جو سولہ قسمیں ہیں تینوں حالتوں میں ان کا اعراب بیان کیا جائے گا۔

سوال (۲): اسم متمکن کی سولہ قسموں میں پہلی چار قسموں کی تعریف اور تینوں حالتوں میں ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): اسم متمکن کی سولہ قسموں میں سے پہلی قسم مفرد منصرف صحیح ہے اور وہ ایسا اسم معرب ہے جو مفرد ہو تثنیہ و جمع نہ ہو اور منصرف ہو یعنی ہر حرکت کو مع تنوین قبول کر لیتا ہو اور صحیح ہو یعنی اس کے لام کلمہ میں حرف علت نہ ہو یہ نحویوں کے نزدیک صحیح کی تعریف ہے اور صرفیوں کے نزدیک صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اس کے حروف اصلیہ میں سے کوئی حرف حروف علت میں سے نہ ہو، اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نحویین کلمہ کے آخری حرف سے بحث کرتے ہیں اس لیے کہ معرب و مبنی ہونا اسی سے متعلق ہے کہ وہی اعراب کا محل ہے۔ اور صرفیین کی بحث کلمہ کے تمام حروف اصلیہ سے ہے پس زید نحویوں کے نزدیک صحیح ہے اور صرفیوں کے نزدیک معتل یعنی غیر صحیح ہے، حروف علت تین ہیں، الف، واؤ یاء جن کا مجموعہ ''وائے'' ہے علت کے معنی بیماری چونکہ عرب حضرات بیماری کی حالت میں کراہتے ہوئے ''وائے'' کہا کرتے تھے اس لیے ان حروف کو ہی حروف علت (بیماری کے حروف) کہا جانے لگا[1]۔

اسم متمکن کی دوسری قسم مفرد منصرف جاری مجری صحیح ہے اور وہ ایسا اسم معرب ہے جو مفرد ہو تثنیہ و جمع نہ ہو اور منصرف ہو یعنی تینوں حرکتیں مع تنوین قبول کر لیتا ہو اور جاری از باب ضَرَبَ، اسم فاعل کا صیغہ ہے پس بمعنی قائم اور مجری اسم ظرف بمعنی مقام یعنی جاری مجری صحیح بمعنی قائم مقام صحیح جس کا مطلب ہے کہ اس کے لام کلمہ میں حرف علت واؤ، یا یاء ہو اور ماقبل کا حرف ساکن ہو جیسے دَلْوٌ و ظَبْیٌ۔

تیسری قسم جمع مکسر منصرف وہ ایسا اسم معرب ہے جو جمع ہو واحد تثنیہ نہ ہو اور

---

[1] تسہیل الصرف ص:۴۰۔

مکسر ہو سالم نہ ہو یعنی اس کے واحد کا وزن جمع میں ٹوٹ گیا ہو اور منصرف ہو یعنی
تینوں حرکتوں کو قبول کر لیتا ہو مع تنوین کے جیسے رِجالٌ، جمع مکسر منصرف و تینوں حرکتیں
اسما کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت
جری میں کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے پہلی قسم کی مثالیں جَاءَنِی زَیْدٌ و رَأَیْتُ زَیْدًا و
مَرَرْتُ بِزَیْدٍ دوسری قسم کی مثالیں جَاءَنِی دَلْوٌ (ڈول خالی ہوا) رَأَیْتُ دَلْوًا و مَرَرْتُ
بِدَلْوٍ تیسری قسم کی مثالیں جَاءَنِی رِجَالٌ و رَأَیْتُ رِجَالًا و مَرَرْتُ بِرِجَالٍ۔

اسم متمکن کی چوتھی قسم جمع مؤنث سالم، اور وہ ایسا اسم ہے جو جمع ہو واحد جیسے
ہو اور مؤنث ہو مذکر نہ ہو سالم ہو یعنی واحد کا وزن جمع میں سلامت ہو اور یہ اسم
مؤنث واحد کے آخر میں الف اور لمبی تاء لگانے سے بنتا ہے جیسے مسلمات، اس کا
اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی و جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا
ہے جیسے ہُنَّ مُسْلِمَاتٌ، رَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ، مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

مصنفؒ نے جمع مؤنث سالم میں حالت رفعی کی مثال "ہُنَّ مُسْلِمَاتٌ"
دی ہے حالانکہ رفع فاعلیت کی علامت ہے اور مثال مذکور میں مسلمات فاعل نہیں
ہے بلکہ خبر ہے اور خبر ملحق بالفاعل ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہوتی ہے، پس فاعل
کی مثال ہونی چاہیے تھی یعنی جاءت مسلمات کہنا چاہیے تھا اس لیے کہ مرفوع
حقیقی اصل ہے مرفوع حکمی سے۔

جواب یہ ہے کہ مصنفؒ اس مثال سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ
خبر مرفوع حقیقی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہے مگر جب
وہ مرفوع حقیقی یعنی فاعل کے ساتھ ملحق کر دی گئی تو اب اس کے مانند ہوگئی اب دونوں
میں کوئی فرق نہیں رہا لہٰذا فاعل ہو یا ملحق بالفاعل دونوں مرفوع ہونے میں برابر ہیں۔

یہی اعتراض حالت جری کی مثال مررت بمسلمات پر ہوتا ہے کہ جر حقیقۃ مضاف الیہ کا اعراب ہے نا کہ مجرور بحرف جر کا بلکہ وہ تو مضاف الیہ کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے حکماً مجرور ہوتا ہے، لہٰذا مصنف کو چاہیے تھا کہ مجرور حقیقی کی مثال پیش کرتے جیسے: اَلْحِجَابُ شِعَارُ مُسْلِمَاتٍ (پردہ مسلمان عورتوں کا شعار ہے) نا کہ مجرور حکمی کی مثال اس لیے کہ وہ ادنیٰ ہے۔

جواب وہی ہے کہ مصنفؒ بتانا چاہتے ہیں کہ مضاف الیہ اور ملحق مضاف الیہ دونوں مجرور ہونے میں مرتبے کے اعتبار سے برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں، پھر دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مثال مجرور حقیقی کی ہی ہے اور مضاف یہاں مقدر ہے اصل عبارت یوں ہے "مررت بمکانِ مُسلماتٍ۔ واللہ اعلم۔

جاننا چاہیے کہ ایک اسم "اُولات" ہے جو جمع مؤنث سالم نہیں ہے بلکہ اسم جمع ہے اس لیے کہ اس کا کوئی واحد اس لفظ سے نہیں آتا اور جب اس کا کوئی واحد ہی نہیں ہے تو یہ جمع مؤنث سالم بھی نہیں ہے اس لیے کہ جمع مؤنث کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کا واحد ہو اور پھر اس کے آخر میں الف تاء بڑھا کر جمع بنائی گئی ہو، معلوم ہوا کہ اُولات کے آخر میں جو الف تاء ہے وہ بڑھائی نہیں گئی بلکہ وہ ابتدائے وضع ہی سے "اُولات" ہے مگر اس کے باوجود اس کو جمع مؤنث سالم کا اعراب دیا جاتا ہے جیسے: جَاءَتْ اُولَاتُ حَمْلٍ (حمل والیاں آئیں) رَأَيْتُ اُولَاتِ حَمْلٍ، مَرَرْتُ بِاُولَاتِ حَمْلٍ، اس کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے، اسی طرح مَرْفُوعَاتٌ، مَنْصُوبَاتٌ مَجْرُورَاتٌ اور سَفَرْجَلَاتٌ یہ تمام اسماء جمع مؤنث سالم تو نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے واحد مرفوع، منصوب، مجرور اور سفرجل ہیں مگر اس کے باوجود

شرح مائۃ عامل، ص ۵۸

ان وجمع مؤنث سالم کا اعراب دیا جاتا ہے اس لیے کہ ان کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ لفظا (صورۃً) اور معنی (حقیقۃً) دونوں طرح مشابہت ہے جس کی وجہ سے ان کو اسی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا اور پھر اس کا اعراب دے دیا گیا۔

سوال (۳): مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح کی تعریفات میں تو تضاد ہے پھر بھلا مفرد منصرف جاری مجری صحیح مفرد منصرف صحیح کے قائم مقام کس طرح ہو گیا؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ جمع مؤنث سالم کی حالت نصبی میں جر کیوں آتا ہے؟

جواب (۳): مفرد منصرف صحیح (جس کے لام کلمہ میں حرف علت نہ ہو) اور قائم مقام صحیح یعنی جاری مجری صحیح (جس کے لام کلمہ میں حرف علت ہو) اگر چہ ان دونوں کی تعریف میں تضاد ہے اس لیے ایک کا دوسرے کے لیے قائم مقام بننا درست نہ ہونا چاہیے لیکن چونکہ جاری مجری صحیح میں حرف علت (جو کمزوری کا باعث ہے) کی وجہ سے جو ضعف اور کمزوری آئی تھی وہ اس کے ماقبل ساکن نے دور کر دی جس کی وجہ سے وہ ہر حرکت کو مع تنوین کے قبول کرنے لگا، اس لیے کہ ماقبل ساکن نے اس کو سہارا دے کر طاقتور بنا دیا اب یہ صحیح کے مانند ہو گیا اور جب صحیح کے مانند ہو گیا تو دونوں کے درمیان جو تضاد تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور جب تضاد ختم ہو گیا تو اس کو صحیح کا قائم مقام بنانا درست ہو گیا۔

جمع مؤنث سالم کی حالت نصبی حالت جری کے تابع اس وجہ سے ہے کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم کی حالت نصبی جری کے ساتھ ہوتی ہے تو جمع مؤنث سالم میں بھی جو کہ اس کی فرع ہے نصبی حالت جری کے تابع کر دی۔

پنجم: غیر منصرف و آں اسمیست کہ دو سبب از اسباب منع صرف در وباشد و اسباب منع صرف نہ است، عدل و وصف و تانیث و معرفہ و عجمہ و جمع و ترکیب و وزن

فعل والف ونون زائدتان، چوں عُمَرُ و اَحْمَرُ و طَلْحَةُ و زَيْنَبُ و اِبْرَاهِيمُ و مَسَاجِدُ و مَعْدِيْكَرَبُ و اَحْمَدُ و عِمْرَانُ رفعش بضمه باشد ونصب و جر بفتحه چوں جَاءَ عُمَرُ و رَأَيْتُ عُمَرَ و مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

ترجمہ: پانچویں قسم: غیر منصرف وہ اسم ہے کہ دو سبب اسباب منع صرف کے اس میں موجود ہوں، اسباب منع صرف نو ہیں (۱)عدل (۲)وصف (۳) تانیث (۴)معرفہ (۵)عجمہ (۶)جمع (۷)ترکیب (۸)وزن فعل (۹)الف نون زائد تان جیسے: عُمَرُو اَحْمَرُ و طَلْحَةُ و زَيْنَبُ و اِبْرَاهِيمُ و مَسَاجِدُ و مَعْدِيْكَرَبُ واَحْمَدُ و عِمْرَانُ اس پانچویں قسم کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی و جری فتحہ کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ عُمَرُ، ورَأَيْتُ عُمَرَ، و مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

سوال (۱): اسم متمکن کی پانچویں قسم غیر منصرف کی لغوی واصطلاحی تعریف اور اس کا حکم اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ غیر منصرف پر جر اور تنوین کیوں نہیں آتی؟

جواب (۱): غیر منصرف کے لغوی معنی نہ پھرنے والا اور اصطلاح میں وہ اسم معرب ہے کہ جس کے اندر اسباب منع صرف میں سے بیک وقت دو سبب یا ایسا ایک سبب موجود ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو، اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر جر اور تنوین داخل نہیں ہوتی "تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا" کے طریقہ پر غیر منصرف کی تعریف سے منصرف کی تعریف بھی سمجھ میں آگئی کہ وہ ایسا اسم معرب ہے جس میں منع صرف کے دو سبب یا دو سبب کے قائم مقام ایک سبب نہ پایا جائے اور منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر ہر حرکت مع جر اور تنوین کے داخل ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ اسم متمکن یا بالفاظ دیگر اسم معرب کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف، اب

تک جو چار قسمیں بیان ہوئیں وہ منصرف کی قسمیں اب پانچویں نمبر پر غیر منصرف کا بیان ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ مصنفؒ نے پہلی تینوں قسموں میں منصرف کی قید لگائی ہے اس سے غیر منصرف کو نکالنا مقصود تھا لہٰذا جب پہلی اور دوسری قسم میں مفرد کے ساتھ منصرف کی قید لگائی تو اس سے مفرد غیر منصرف جیسے: عُمَرُ و اَحْمَرُ وطَلْحَۃُ و زَیْنَبُ وغیرہ نکل گئے اور جب جمع مکسر میں منصرف کی قید لگائی تو اس سے جمع مکسر غیر منصرف جیسے: مَسَاجِد، مَصَابِیْح، عُلَمَاءُ، اَصْدِقَاءُ وغیرہ نکل گئے اور غیر منصرف کو منصرف سے نکالنے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اس کا اعراب منصرف کے اعراب سے الگ ہے، پس اب پانچویں قسم میں غیر منصرف کا ہی اعراب بیان فرمارہے ہیں لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ اسم معرب غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

غیر منصرف پر جر اور تنوین اس لیے نہیں آتی کہ وہ فعل مضارع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، یعنی جس طرح فعل فاعل اور اپنے مشتق منہ (مصدر) کا محتاج ہے اسی طرح غیر منصرف بھی دو سبب کا محتاج ہے پس اس کو فعل کے ساتھ مشابہت ہوئی اور فعل کا خاصہ ہے کہ اس پر جر اور تنوین نہیں آتی لہٰذا غیر منصرف پر بھی جر اور تنوین نہیں آئے گی تاکہ مشابہت باقی رہے۔

سوال (۲): اسباب منع صرف میں سے پہلے پانچ سبب عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ میں سے ہر ایک کی لغوی واصطلاحی تعریف ان کی مثالوں اور شرطوں کے ساتھ بیان کریں اور ان کی مثالوں میں اسباب منع صرف میں سے کون سے دو سبب پائے جاتے ہیں ضرور بتائیں؟

جواب (۲): اسباب منع صرف نو ہیں پہلا سبب عدل از باب ضَرَبَ معنی پھر جانا اور

اصطلاح میں عدل یہ ہے کہ کلمہ بغیر کسی قاعدہ صرفی کے اپنے اصل صیغہ سے نکل کر دوسری صورت اختیار کر لے پس اس کلمہ کو معدول اور جس سے نکل کر آئے اس کو معدول عنہ کہتے ہیں، پھر عدل کی دو قسمیں ہے (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری، اگر اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے لیے اس کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر کوئی دلیل موجود ہو (یعنی اس کا معدول عنہ خارج میں پایا جاتا ہو) تو یہ عدل تحقیقی ہے جیسے: اُحَادُ وَمَوْحَدُ (ایک ایک) ثُلَاثُ ومَثْلَثُ (تین تین) رُبَاعُ و مَرْبَعُ (چار چار) ان کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر دلیل یہ ہے کہ ان کے معنی ہیں "ایک ایک" "دودو" "تین تین" "چار چار" اور معنی کا تکرار لفظ کے مکرر ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ثُنَاءُ وَمَثْنی (دودو) ثُلَاثُ و مَثْلَثُ وغیرہ مکرر نہیں ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ "واحِدٌواحِدٌ" "اِثْنَانِ اِثْنَانِ" "ثَلَاثَةٌ ثَلَاثَةٌ" "اربعةٌ اربعةٌ" سے معدول ہو کر آئے ہیں پس ان کا معدول عنہ خارج میں موجود ہے، اور اگر اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اس کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو (یعنی ان کا معدول عنہ خارج میں موجود نہ ہو) تو یہ عدل تقدیری ہے جیسے: عُمَرُ زُفَرُ نیز اسی طرح زُحَلُ، جُمَعُ، دُلَفُ کہ اہل عرب ان کو غیر منصرف پڑھتے ہیں حالانکہ ان میں اسباب منع صرف میں سے صرف ایک سبب علم (معرفہ) پایا جارہا ہے جب کہ غیر منصرف پڑھنے کے لیے دو سبب کی ضرورت ہے، اب ہم نے مجبوراً بلا کسی دلیل کے ان میں عدل فرض کر لیا تاکہ دو سبب پیدا ہو جائیں اور ان کو غیر منصرف پڑھنا صحیح ہو جائے، پس ہم نے کہا کہ یہ علی الترتیب عامرٌ، زَافِرٌ، زَاحِلٌ، جَامِعٌ دَالِفٌ سے معدول ہو کر آئے ہیں حالانکہ حقیقتاً ان کا معدول عنہ خارج میں موجود نہیں صرف تقدیراً ان سے فرض کر لیے گئے ہیں۔

عدل تحقیقی کی مثالیں جیسے: هٰذا ثُلٰث، یہ تین تین ہیں، اَخَذتُ ثُلٰثَ میں نے تین تین کو پکڑا اِشْتَرَیتُ القَلَمَ بِثُلٰثَ، میں نے قلم تین تین کے عوض خریدا، اسی طرح سب کی مثالیں بنائیں۔

عدل تقدیری کی مثال جیسے: جَاءَ عُمَرُ، رَأَیتُ عُمَرَ، مَرَرتُ بِعُمَرَ، اسی طرح دوسری مثالیں بنائیں۔

عدل تحقیقی کی مثالوں ثُلٰث و مَثْلَث وغیرہ میں عدل تحقیقی اور وصف منع صرف کے دو سبب پائے جاتے ہیں، اور عدل تقدیری کی مثالوں عمر، زفر وغیرہ میں عدل تقدیری اور علم دو سبب پائے جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ عدل کے ساتھ علم (معرفہ) اور وصف جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے البتہ وزن فعل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل کے اوزان متعین ہیں جو چھ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی فعل کے وزن پر نہیں ہے اور وہ یہ ہیں (۱) فُعَالُ جیسے: ثلٰث (۲) مَفْعَلُ جیسے: مَثْلَثُ (۳) فُعَلُ جیسے: عُمَرُ (۴) فَعَلِ جیسے: اَمْسِ (۵) فَعَلُ جیسے: سَحَرُ (۶) فَعَالِ جیسے: قَطَامِ۔[1]

دوسرا سبب وصف: از باب ضرب معنی صفت بیان کرنا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں صفت کا لحاظ کیا گیا ہو، پھر وصف کی دو قسمیں ہیں (۱) وصف اصلی (۲) وصف عارضی اور یہاں وصف سے مراد پہلی قسم یعنی وصف اصلی ہے یعنی ایسا اسم کہ اس کو وضع کرتے وقت ہی سے اس کے اندر وصف کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے: اَحْمَرُ کہ اس کے اندر حُمْرَۃٌ (وصف سرخی) ابتدائے وضع سے ہی پائی جاتی ہے۔

---

[1] حاشیہ ہدایۃ النحو ص: ۱۳۰

مثالیں: جیسے: هٰذا اَحْمَرُ، رأیتُ اَحْمَرَ، مَرَرْتُ بِاَحْمَرَ اس میں اسباب منع صرف میں سے وصف اور وزن فعل دو سبب پائے جاتے ہیں اس لیے کہ یہ اَفْعَلُ فعل مضارع متکلم کے وزن پر ہے، یاد رہے کہ وصف علم (معرفہ) کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اس لیے کہ علم ذات معین پر دلالت کرتا ہے اور وصف ذات غیر معین پر کیونکہ اَحْمَرُ ہر اس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو سرخ ہو معلوم ہوا کہ ان دونوں میں تضاد ہے اور دو متضاد چیزوں کا محل واحد میں جمع ہونا محال ہے۔

تیسرا سبب تانیث از باب تفعیل معنی نرم ہونا اور مؤنث کو مؤنث اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مرد کے مقابلے میں نرم اور کمزور ہے، تانیث مصدر ہے لیکن اسم مفعول مؤنث کے معنی میں ہے اور مؤنث اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ذات مؤنث پر دلالت کرے، اور مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث لفظی (۲) مؤنث معنوی، مؤنث لفظی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر ہو اور ایسی علامتیں جو لفظوں میں ظاہر ہوتی ہیں تین ہیں اول تائے مدورہ یعنی گول تاء جیسے: طَلْحَةُ و فَاطِمَةُ اور مؤنث بتائے مدورہ کے لیے علم ہونا ضروری ہے، مثالیں: جَاءَ طَلْحَةُ، رَأَیْتُ طَلْحَةَ، مَرَرْتُ بِطَلْحَةَ اس میں تانیث لفظی اور علم دو سبب پائے جار ہے ہیں، دوم الف مقصورہ جیسے: حُبْلٰی مثالیں: جَاءَتْ حُبْلٰی، رَأَیْتُ حُبْلٰی، مَرَرْتُ بِحُبْلٰی، اس میں تانیث بالف مقصورہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، سوم الف ممدودہ جیسے: حَسْنَاءُ مثالیں: جَاءَتْ حَسْنَاءُ، رَأَیْتُ حَسْنَاءَ، مَرَرْتُ بِحَسْنَاءَ، اس میں تانیث بالف ممدودہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، اور یہ ایک سبب دو کے قائم مقام اس طرح ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ اپنے اسم سے الگ نہیں ہوتے، ہمیشہ اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں، پس تانیث

بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ خود ایک سبب ہے اور ان کا ہمیشہ اپنے اسم کے ساتھ لگا رہنا بھی جدا نہ ہونا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے[1]۔ اور تانیث بالف مقصورہ و تانیث بالف ممدودہ کے لیے کوئی شرط نہیں۔

اور مؤنث کی دوسری قسم مؤنث معنوی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر نہ ہو مگر وہ اسم ذات مؤنث پر دلالت کرتا ہو اور تانیث معنوی کے لیے بھی علمیت شرط ہے، لیکن اس کو غیر منصرف پڑھنا صرف جائز ہے ضروری نہیں، البتہ اگر علمیت کے ساتھ ساتھ تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی گئی تو پھر اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے (۱) مؤنث معنوی میں تین سے زائد حرف ہوں جیسے: مریمُ، زینبُ، سُعادُ (۲) یا اگر اسم مؤنث تین حرفی ہو تو اس کا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے: سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقہ کا نام) (۳) یا درمیانی حرف ساکن ہو تو وہ عجمی ہو جیسے: حِمْصُ و بَلْخُ (دو شہروں کے نام) پس ھِنْدٌ کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ اوپر کی تین شرطوں میں کوئی شرط بھی اس کے اندر نہیں پائی جاتی اس لیے کہ یہ عربی ہے، چنانچہ اس کو غیر منصرف پڑھنا تو اس لیے جائز ہے کہ منع صرف کے دو سبب علم اور تانیث معنوی اس میں پائے جا رہے ہیں اور منصرف پڑھنا اس لیے جائز ہے کہ وہ ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہونے کی وجہ سے خفیف ہے اور خفت منصرف ہونے کا تقاضا کرتی ہے، لیکن جمہور نحویین اور امام سیبویہؒ کا قول ہے کہ غیر منصرف پڑھنا زیادہ اچھا ہے[2]۔ مثالیں: جَاءَتْ مَرْیَمُ، رَأَیْتُ مَرْیَمَ، مَرَرْتُ بِمَرْیَمَ، اس میں تانیث معنوی اور علم اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جاتے ہیں۔

[1] حاشیہ نحو میر ص: ۱۵۔
[2] المکمل دشذور الذہب ص: ۴۸۰۔

چوتھا سبب معرفہ از باب ضرب معنی پہچاننا اور یہاں اسباب منع صرف میں معرفہ سے مراد اس کی سات قسموں سے صرف علم ہے اس لیے کہ معرفہ کی دوسری قسمیں مثلاً مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات اور منادیٰ مفرد مبنیات کی قسموں میں سے ہیں اور منع صرف معربات کی قسموں میں سے ہے اور مبنی مبنی ہی رہتا ہے معرب نہیں ہوتا، اس لیے یہ منع صرف کے اسباب میں سے نہیں ہو سکتے ہیں نیز معرف باللام اور مضاف بھی منع صرف کے اسباب نہیں ہو سکتے اس لیے کہ الف لام اور اضافت تو غیر منصرف کو بھی منصرف بنا دیتے ہیں چہ جائیکہ خود غیر منصرف کا سبب ہوں پس اک ہی قسم بچی یعنی اعلام اور یہاں وہی مراد ہے[1]، مثالیں: جَاءَ تْ زَيْنَبُ، رَأَيْتُ زَيْنَبَ، مَرَرْتُ بِزَيْنَبَ اس میں علم اور تانیث معنوی دو سبب ہیں۔

پانچواں سبب عجمی از باب کرم معنی زبان میں لکنت ہونا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں وضع کیا گیا ہو مگر عربی زبان میں استعمال ہونے لگا ہو جیسے: إِبْرَاهِيْمُ، مثالیں: جَاءَ إِبْرَاهِيْمُ، رَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ، مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيْمَ، اس میں عجمی اور علم دو سبب پائے جا رہے ہیں۔

عجمی کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) عجمی علم ہو اور تین حرفی سے زائد ہو جیسے: إِسْمَاعِيْلُ (۲) اگر تین حرفی ہو تو درمیانی کلمہ متحرک ہو جیسے: شَتَرُ (قلعہ کا نام)۔

فائدہ: اگر پیغمبروں کے ناموں کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کو جاننا ہو تو مندرجۂ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے ❁ تا کدام است اے برادر نزد نحوی منصرف

---

[1] حاشیہ ہدایۃ النحو: ۹۶ تسہیل۔

صالح و ہود و محمد با شعیب و نوح لوط ❁ منصرف داں و دیگر باقی ہمہ لا ینصرف

ترجمہ: اے برادر! اگر تو ہر پیغمبر کا نام جاننا چاہتا ہے تا کہ (معلوم ہو) کہ نحوی کے نزدیک کونسے منصرف ہیں، پس صالح و ہود و محمد، شعیب و نوح اور لوط کو منصرف جان، اور دیگر باقی تمام کو غیر منصرف۔

لیکن عُزَیْر اور شِیث بھی منصرف ہیں عُزَیْرٌ بروزن شُعَیْبٌ اور شِیثٌ بر وزن نُوحٌ ہونے کی وجہ سے لے۔

"علی نبینا و علیهم الصلاة و السلام دائمًا ابدًا"

سوال (۳): منع صرف کے آخری چار سبب جمع، ترکیب، وزن فعل اور الف نون زائدتان میں سے ہر ایک کی لغوی و اصطلاحی تعریف ان کی مثالوں اور شرائط کے ساتھ بیان کریں اور مثالوں میں کون سے دو سبب پائے جاتے ہیں ضرور بتائیں نیز یہ بھی صراحت کریں کہ کیا کبھی غیر منصرف پر جر اور تنوین آ سکتی ہے؟

جواب (۳) چھٹا سبب جمع، اور مراد جمع سے اسم کا جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا ہے اور منتہی الجموع کے لغوی معنی "ساری جمعوں کی جائے انتہا" اور اصطلاح میں جمع منتہی الجموع وہ اسم ہے جو جمع کے ایسے وزن پر واقع ہو جائے کہ پھر دوبارہ اس اسم کی جمع تکسیر نہ آ سکے البتہ جمع سالم آ سکتی ہو اور جمع منتہی الجموع کے لیے عربی زبان میں دو وزن متعین ہیں (۱) مَفَاعِلُ جیسے: مَسْجِدٌ سے مَسَاجِدُ (۲) مَفَاعِیْلُ جیسے: مِصْبَاحٌ سے مَصَابِیْحُ پس مَسْجِدٌ کی ایک بار جمع تکسیر آ گئی تو اب یہاں اس کی جمع کی انتہا ہو گئی اب دوبارہ اس کی جمع تکسیر نہیں آ سکتی اس لیے یہ غیر منصرف ہے البتہ جمع سالم آ سکتی ہے جیسے: مَسَاجِدُوْنَ، اس کے برخلاف

لے مصطلحات النحو: ۱۱۸، وحاشیہ ہدایۃ النحو

تَکْلُبٌ ہے کہ اس کی جمع اَکْلُبٌ آتی ہے اور پھر دوبارہ اس کی جمع تکسیر اَکَالِبُ آتی ہے اور جس کی دوبارہ جمع تکسیر آئے وہ غیر منصرف نہیں ہو سکتا، پس اَکْلُبٌ غیر منصرف نہ ہوگا البتہ اَکَالِبُ غیر منصرف ہے، اس لیے کہ اب اس کی دوبارہ جمع تکسیر نہیں آسکتی اس وزن پر آکر اس کی جمع کی انتہا ہوگئی۔

مثالیں: ھٰذِہٖ مَسَاجِدُ وَمَصَابِیْحُ، رَأَیْتُ مَسَاجِدَ وَمَصَابِیْحَ، مَرَرْتُ بِمَسَاجِدَ وَبِمَصَابِیْحَ، ان دونوں جمعوں میں جمع منتہی الجموع ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام ہے اس طرح کہ جمع ہونا ایک سبب ہے اور منتہی الجموع کے وزن پر ہونا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے۔

جمع منتہی الجموع کے لیے دو سببوں کے قائم مقام بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں وہ تائے تانیث نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے ورنہ تو جمع منتہی الجموع منصرف ہو جائے گا جیسے: ملائکۃٌ اس لیے کہ یہ تاء لفظ کو مفرد کے وزن سے قریب کر دیتی ہے جس کی وجہ سے جمعیت کمزور ہو جاتی ہے چنانچہ اس کے اندر اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ دو سبب کی قائم مقامی کر سکے[1]۔

ساتواں سبب ترکیب از باب تفعیل معنی ملانا یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں ہوتا ہے یہاں مصدر اسم مفعول مرکب کے معنی میں ہے اور مرکب کی اولاً دو قسمیں ہیں مرکب مفید، مرکب غیر مفید، یہاں مرکب سے مرکب غیر مفید مراد ہے پھر مرکب غیر مفید کی تین قسمیں ہیں، مرکب اضافی، مرکب بنائی، مرکب منع صرف، یاد رہے کہ یہاں صرف مرکب غیر مفید کی تیسری قسم مرکب منع صرف مراد ہے اور مرکب منع صرف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا

[1] حاشیہ شرح جامی ص: ۳۶، بحوالہ محرم آفندی للکافیہ۔

گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل و متضمن نہ ہو اب چاہے دونوں کلمے اسم ہوں
جیسے: مَعْدِیْکَرِبْ کہ مَعْدِی ایک شخص کا نام تھا اور کَرِبْ دوسرے شخص کا دونوں کو
ملا کر ایک شخص کا نام رکھ دیا، اور اسی طرح بَعْلَبَکُّ، یا دونوں میں سے ایک اسم ہو
دوسرا فعل ہو جیسے: حَضَرَ مَوْتُ، بُخْتَ نَصَّرُ البتہ دونوں میں سے کوئی بھی کلمہ
حرف نہ ہو اور مرکب منع صرف کے لیے علم ہونا ضروری ہے۔

مثالیں: جَاءَ مَعْدِیْکَرِبُ، رَأَیْتُ مَعْدِیْکَرِبَ، مَرَرْتُ بِمَعْدِیْکَرِبَ،
اس میں اسباب منع صرف کے دو سبب ترکیب اور علم پائے جا رہے ہیں۔

آٹھواں سبب وزن فعل، لغوی معنی فعل کا وزن ہونا اور اصطلاح میں اسم کا
فعل کے مخصوص وزن پر واقع ہونا، اس کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ اسم فعل کے
ایسے وزن پر آئے جو فعل ہی کے ساتھ خاص ہو اسماء میں وہ وزن نہ پایا جاتا ہو اور
اس صورت میں وزن فعل کے لیے علم ہونا شرط ہے جیسے: شَمَّرُ بروزن فَعَّلَ فعل
ماضی معروف (گھوڑے کا نام) دُئِلُ بروزن فُعِلَ ماضی مجہول (قبیلہ کا نام) پس
ان میں غیر منصرف کا پہلا سبب وزن فعل ہے اور دوسرا علم ہے، دوم یہ کہ اسم فعل کے
ایسے وزن پر آئے کہ جو فعل ہی کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسماء میں بھی پایا جاتا ہو اس
صورت میں اسم کے لیے علم ہونا شرط نہیں، بلکہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، البتہ اسم
میں دو چیزیں پائی جانی ضروری ہیں اوّل علامت مضارع "اتین" کے حروف میں
سے کوئی حرف اس اسم کے شروع میں ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے آخر میں تائے
تانیث نہ ہو جیسے: اَحْمَدُ (مرد کا نام) بروزن اَفْعَلُ از مضارع واحد متکلم، یَشْکُرُ
بروزن یَنْصُرُ (قبیلہ کا نام) تَغْلِبُ بروزن تَضْرِبُ (قبیلہ کا نام) اَحْمَرُ (سرخ)
بروزن اَفْعَلُ، پہلے تین میں وزن فعل اور علم دو سبب ہیں اور اَحْمَرُ میں وزن فعل

اور وصف دو سبب ہیں، مثالیں: جَاءَ نِیْ اَحْمَدُ، رَأَیْتُ اَحْمَدَ، مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ، اسی طرح دوسری مثالیں۔

نواں سبب الف نون زائدتان لغوی معنیٰ وہ الف نون جو زائد ہوں اور اصطلاح میں کسی اسم کے آخر میں الف نون کا زائد ہونا، اگر الف نون اسم ذات کے آخر میں ہوں تو اس کے لیے علم ہونا شرط ہے جیسے: عِمْرَانُ، عُثْمَانُ، سَلْمَانُ، اَصْبَہَانُ، ذَکْوَانُ، ان تمام میں الف نون زائدتان اور علم دو سبب ہیں، اور اگر الف نون زائد اسم صفت کے آخر میں ہوں تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہو، جیسے: سَکْرَانُ کہ اس کا مؤنث سَکْرٰی بروزن فعلی آتا ہے لہٰذا یہ غیر منصرف ہے البتہ عَطْشَانٌ (پیاسا) نَدْمَانٌ (پشیمان) منصرف ہیں اس لیے کہ ان کا مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر عَطْشَانَۃٌ اور نَدْمَانَۃٌ آتا ہے۔

معلوم رہے کہ جب غیر منصرف کو نکرہ بنا دیا جائے تو اس پر تنوین آجاتی ہے مثلاً ایک پوری جماعت کے لوگوں میں سے ہر ہر فرد کا نام طَلْحَۃُ ہو اب آپ طَلْحَۃٌ بول کر اس پوری جماعت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لیں تو یہ کہنا صحیح ہوگا جَاءَ نِیْ طَلْحَۃُ وَطَلْحَۃٌ اٰخَرُ، پس اس میں پہلا طلحۃ تو علم ہے جس سے فرد معین مراد ہے اور دوسرا طَلْحَۃٌ نکرہ مبہمہ ہے، نیز اگر غیر منصرف پر الف لام داخل کر دیا جائے یا اس کی اضافت کر دی جائے تو اس پر جرآجاتا ہے جیسے: ذَہَبْتُ اِلَی الْمَسَاجِدِ یا صَلَّیْتُ بِمَسَاجِدِکُمْ (میں نے تمہاری مسجدوں میں نماز پڑھی)۔

ششم اسمائے ستہ مکبرہ وقتیکہ مضاف باشند بغیر یائے متکلم چوں اَبٌ و اَخٌ و حَمٌ و ہَنٌ و فَمٌ و ذومالٍ رفع شاں بواؤ باشد ونصب بالف وجر بیا چوں: جَاءَ اَبُوْكَ و رَاَیْتُ اَبَاكَ و مَرَرْتُ بِاَبِیْكَ۔

ترجمہ چھٹی قسم اسمائے ستہ مکبرہ جس وقت کہ وہ یائے متکلم کے علاوہ کی جانب مضاف ہوں جیسے: اَبٌ (باپ) اَخٌ (بھائی) حَمٌ (دیور) ھَنٌ (شرمگاہ) فَمٌ (منہ) ذُومَالٍ (مال والا) ان کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی الف کے ساتھ اور حالت جری یا کے ساتھ ہوگی۔ جیسے: جَآءَ اَبُوكَ (تیرے ابو آئے) رَأَيْتُ اَبَاكَ (میں نے تیرے ابو کو دیکھا) مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ (میں تیرے ابو کے پاس سے گزرا)۔

سوال (۱): اعراب کی دونوں قسموں کو بیان کریں اور بتائیں کہ ان میں منافرت کس طرح پیدا ہوگئی اور پھر نحویوں نے ان میں کس طرح مناسبت پیدا کی نیز اعراب بالحروف کے لیے چھ مفردوں کی تخصیص کیوں کی؟

جواب (۱): اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحروف جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا ہے یہاں صرف اتنی بات سمجھنے کی ہے کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحروف اس کی فرع، اس لیے کہ فتحہ کی آواز کو کھینچنے سے الف اور ضمہ کی آواز کو دراز کرنے سے واؤ اور کسرہ کی آواز کو لمبا کرنے سے یا بن جاتی ہے لہٰذا فتحہ، ضمہ، کسرہ اصل ہوئے جو کہ اعراب بالحرکت کہے جاتے ہیں اور ان سے بننے والے الف، واؤ، یا فرع ہوئے جو کہ اعراب بالحروف کہے جاتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مفرد اصل ہے اور تثنیہ و جمع اس کی فرع، اس لیے کہ تثنیہ مفرد کے آخر میں الف نون بڑھا کر بنائی جاتی ہے جیسے: رَجُلٌ سے رَجُلَانِ تو مفرد اصل ہوا اور اس سے بننے والی تثنیہ اس کی فرع ہوئی اسی طرح جمع بھی مفرد کے آخر میں واؤ نون بڑھا کر بنائی جاتی ہے جیسے: مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ تو پتہ چلا کہ مفرد اصل ہے اور اس سے بننے والی جمع اس کی فرع ہے۔

اب نحویوں نے اعراب کی تقسیم اس طرح کی کہ اعرابِ اصل تو اصل کو دیا اور

اعراب فرع فرع کو دیا یعنی اعراب بالحرکت جو کہ اصل ہے مفرد کو دیا کہ وہ بھی اصل ہے اور اعراب بالحروف جو کہ فرع ہے تثنیہ وجمع کو دیا کہ وہ بھی فرع ہیں، اب اس طرح اعراب بالحرکت مفردات کو لیکر الگ ہو گیا اور اعراب بالحروف تثنیہ وجمع کو لے کر علیحدہ ہو گیا جس کی وجہ سے ان دونوں میں منافرت اور اجنبیت پیدا ہو گئی تو اب نحویین نے سوچا کہ ان دونوں میں مناسبت اور قرب پیدا کرنا چاہیے اس لیے انہوں نے اعراب بالحروف سے کہا کہ بھائی مل جل کر رہنا اچھا ہے ایسا کرو کہ اب سے تم مفرد پر بھی آجایا کرو چنانچہ سمجھانے بجھانے کے بعد اعراب بالحروف مفرد پر آنے کے لیے راضی ہو گئے مگر انہوں نے کہا کہ ہم مفرد پر تو آجائیں گے لیکن ہماری چار شرطیں ہیں چنانچہ ان کی چاروں شرطیں مان لی گئیں اور اس طرح ان کو چھ مفرد دے دیئے گئے اور چھ مفرد کی تخصیص اس لیے کی کہ پہلے اعراب بالحروف تین اور تین چھ جگہ آتا تھا تثنیہ کی تین حالتوں میں یعنی حالت رفعی نصبی و جری میں اور جمع کی تین حالتوں میں یعنی حالت رفعی و نصبی و جری میں تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک ایک مفرد دیدیا اس طرح کل چھ ہو گئے۔

سوال (۲): اسمائے ستہ مکبرہ کو مع ترجمہ بیان کریں نیز ان کی تینوں حالتوں کا اعراب بھی مع امثلہ بیان کریں اور پھر بتلائیں کہ ان کا اعراب کن چار شرطوں پر موقوف ہے؟

جواب (۲): اسمائے ستہ مکبرہ یہ ہیں اَبٌ (باپ) اَخٌ (بھائی) حَمٌ (دیور) ھَنٌ (شرم گاہ) فَمٌ (منھ) ذُو (والا)، پس جب یہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں چاہے اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں یا اسم ضمیر کی طرف پھر خواہ ضمیر جمع متکلم کی طرف اضافت ہو یا حاضر کی طرف یا غائب کی طرف تو ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یاء کے ساتھ ہو گا

مثالیں علی الترتیب یہ ہیں: (۱) جَاءَ اَبُوْزَیْدٍ، رَاَیْتُ اَبَازَیْدٍ مَرَرْتُ بِاَبِی زَیْدٍ (۲) جَاءَ اَخُوْنَا رَاَیْنَا اَخَانَا، مَرَرْنَا بِاَخِیْنَا (۳) جَاءَ حَمُوْكِ، رَاَیْتُ حَمَاكِ، مَرَرْتُ بِحَمِیْكِ (۴) هٰذَا هَنُوْكَ اِحْفَظْ هَنَاكَ، وَلَاتَلْعَبْ بِهَنِیْكَ (۵) هٰذَا فُوْهُ، رَاَیْتُ فَاهُ مَرَرْتُ بِفِیْهِ[1] (۶) جَاءَ ذُوْمَالٍ رَاَیْتُ ذَامَالٍ، مَرَرْتُ بِذِیْ مَالٍ۔ یادرہے کہ ذو کے لیے اضافت لازم ہے اور اس کا مضاف الیہ صرف اسم جنس ہوتا ہے اور کبھی بطریق شاذ و نادر (نا کے درجہ میں) ضمیر کی طرف بھی اضافت ہوتی ہے جیسے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ علٰی مُحَمَّدٍ و ذَوِیْهِ ایْ اَصْحَابِهٖ۔

اسمائے ستہ مکبرہ پر اعراب مذکور کے آنے کے لیے چار شرطیں ہیں

(۱) اسمائے ستہ مؤحدہ ہوں یعنی مفرد ہوں تثنیہ و جمع نہ ہوں ورنہ تو یہ اعراب نہ آئے گا بلکہ تثنیہ و جمع کا اعراب آئے گا جیسے: جَاءَ اَخَوَانِ، رَاَیْتُ اَخَوَیْنِ، مَرَرْتُ بِاَخَوَیْنِ، جمع کی مثال: جاء اِخْوَانٌ، رأیتُ اِخْوَانًا، مَرَرْتُ بِاِخْوَانٍ، (۲) مکبرہ ہوں مصغرہ یعنی تصغیر نہ لائی گئی ہو ورنہ تو اعراب مفرد منصرف والا ہوگا جیسے: جَاءَ اُخَیُّكَ، رَاَیْتُ اُخَیَّكَ، مَرَرْتُ بِاُخَیِّكَ (میں تیرے بھیا کے پاس سے گزرا) (۳) اضافت کے ساتھ استعمال ہوں اگر بلا اضافت کے استعمال ہوں گے تو بھی اعراب مفرد منصرف صحیح کا ہوگا جیسے: جَاءَ اَخٌ، رَاَیْتُ اَخًا، مَرَرْتُ بِاَخٍ، (۴) اضافت یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف ہو اگر یائے متکلم کی طرف ہوگی تو اسم متمکن کی چودھویں قسم کا اعراب ہوگا یعنی اعراب تقدیری ہوگا جیسے: جَاءَ اَخِیْ، رَاَیْتُ اَخِیْ، مَرَرْتُ بِاَخِیْ[2]۔

---

[1] "ہٗ" ضمیر کا اصل اعراب تو ضمہ ہے مگر جب اس سے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ آجائے تو خلاف اصل مکسور پڑھی جاتی ہے جیسے بِهٖ فِیْهِ اور اگر ماقبل فتحہ یا ضمہ یا الف یا واؤ ساکن ہو تو مضموم ہوتی ہے مثل: لَهٗ، اخَاهُ، رسولُهٗ، اخوهُ۔

[2] المصباح ص ۱۰۱ وج شرح الہندی۔

سوال (۳) اسماء تو سہ حرفی ہوتے ہیں پھر اسمائے ستہ مکبرہ دوحرفی کیوں ہیں، نیز فَمٌ اور ذو کی اصل میں کیا تعلیل ہوئی ہے بطور خاص ذکر کریں؟

جواب (۳): آپ نے صحیح فرمایا کہ اسمائے معربہ سہ حرفی ہوتے ہیں، پس اسمائے ستہ مکبرہ بھی سہ حرفی ہی ہیں جیسے: اَبَوٌ، اَخَوٌ، حَمَوٌ، هَنَوٌ، فُوهٌ، ذَوَوٌ، ان میں سے پہلے چار ناقص واوی ہیں، لہٰذا سہولت و آسانی کے لیے آخر سے واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور فوہٌ اجوف واوی ہے پس آخر سے ہا کو خلاف قیاس حذف کر دیا جیسا کہ حروف علت کو خلاف قیاس حذف کیا گیا ہے اس لیے کہ ہا خفت میں حروف علت کے ساتھ مشابہ ہے، چنانچہ فَوٌ رہا اور کلام عرب میں کوئی بھی دوحرفی اسم متمکن ایسا نہیں پایا جاتا کہ جس کا دوسرا حرف واؤ ہو اس لیے واؤ کو میم سے بدل دیا فَمٌ ہوگیا اور میم سے اس لیے بدلا کہ واؤ اور میم مخرج میں قریب قریب ہیں، اس لیے کہ میم ہونٹوں کی خشکی والے حصہ سے ادا ہوتا ہے (خشکی کی قید باء کے مخرج کے مقابلہ میں ہے کہ وہ دونوں ہونٹوں کی تری والے حصہ سے ادا ہوتا ہے مگر خشکی اور تری میں بہت باریک فرق ہے جس کو قرائے کرام ہی خوب جانتے ہیں) اور واؤ کا مخرج دونوں ہونٹوں کا خلا اور دونوں ہونٹوں کے کنارے ہیں (مگر ہونٹوں کے کناروں سے واؤ کو ادنیٰ تعلق ہے) بہر حال معلوم ہوا کہ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے میم کو واؤ سے مشابہت ہے اس لیے واؤ کی جگہ پر میم لائے کسی اور حرف کو نہیں لائے، اور ذَوَوٌ لفیف مقرون ہے (جس کے اندر دو حرف علت ملے ہوئے ہوں) پس آخری واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور اس کا اعراب پہلے واؤ کو دیدیا، یاد رہے کہ یہ بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا، اور جب ان اسمائے ستہ کی اضافت یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسری ضمیر یا اسم ظاہر کی طرف کی جائے گی تو

حذف شدہ واؤ واپس آجائے گا جیسے: اَبُوْ زَیْدٍ اَخُوْنَا، حَمُوْكِ، فُوْهُ وغیرہ۔

ہفتم مثنی چوں رَجُلَانِ ہشتم کِلَا و کِلْتَا مضاف بمضمر نہم اِثْنَانِ و اِثْنَتَانِ رفع شاں بالف باشد ونصب وجر بیای ماقبل مفتوح چوں جَاءَ رَجُلَانِ و کِلَاهُمَا و اِثْنَانِ و رَاَیْتُ رَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا و اِثْنَیْنِ و مَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا و اِثْنَیْنِ، دہم جمع مذکر سالم چوں مسلِمُوْنَ یازدہم اُوْلُوْ دوازدہم عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ رفع شاں بواؤ ماقبل مضموم باشد ونصب وجر بیای ماقبل مکسور چوں جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَ اُوْلُوْ مَالٍ و عِشْرُوْنَ رَجُلًا و رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ و اُولِیْ مَالٍ و عِشْرِیْنَ رَجُلًا و مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ و اُولِیْ مَالٍ و عِشْرِیْنَ رَجُلًا۔

ترجمہ: ساتویں قسم: تثنیہ جیسے: رَجُلَانِ (دو مرد) آٹھویں قسم کِلَا و کلتا ضمیر کے ساتھ مضاف ہوں گے۔ نویں قسم: اثنان و اثنتان (دو مرد، دو عورتیں) (دو مذکر و مؤنث کے لیے) تینوں کی حالت رفعی الف کے ساتھ اور حالت نصبی وجری یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ رَجُلَانِ و کِلَاهُمَا و اِثْنَانِ و رَاَیْتُ رَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا و اِثْنَیْنِ و مَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا و اِثْنَیْنِ، دسویں قسم: جمع مذکر سالم جیسے: مُسْلِمُوْنَ، گیارہویں قسم اُوْلُوْ، بارہویں قسم عِشْرُوْنَ سے تِسْعُوْنَ تک ان کی حالت رفعی واؤ ماقبل مضموم اور حالت نصبی وجری یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگی جیسے: جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَ اُوْلُوْ مَالٍ وعِشْرُوْنَ رَجُلًا ورَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ و اُولِیْ مَالٍ و عِشْرِیْنَ رَجُلًا و مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ و اُولِیْ مَالٍ و عِشْرِیْنَ رَجُلًا۔

سوال (۱): اسم متمکن کی ساتویں، آٹھویں، نویں قسم کو مع اعراب وامثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): اسم متمکن کی ساتویں قسم مثنی ہے اور مثنی یا تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت

کرے اس حال میں کہ اس کا واحد بھی آتا ہو جیسے: رجلانِ، آٹھویں قسم: کلا و کلتا، پہلا برائے تثنیہ مذکر ہے معنی دو مرد، دوسرا برائے مؤنث (دو عورتیں) بشرطیکہ ان دونوں کی اضافت ضمیر کی طرف کی جائے، نویں قسم اِثْنَانِ و اِثْنَتَانِ پہلا برائے تثنیہ مذکر ہے معنی دو مرد، دوسرا برائے مؤنث ہے معنی دو عورتیں، اور اِثْنَتَانِ لغت حجاز میں ہے لغت بنی تمیم میں ثِنْتَانِ ہے[1]، ان تینوں قسموں کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ حالت نصبی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا اور یہ اعراب اس لیے ہے کہ چونکہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم مفرد کی فرع ہیں لہٰذا ان کا اعراب بھی اعراب فرع (اعراب بالحروف) ہونا چاہیے، اور چونکہ اعراب بالحروف تین ہیں الف، واؤ، یاء، اور تثنیہ و جمع کے اعراب چھ ہیں تینوں حالتیں تثنیہ کی اور تینوں حالتیں جمع کی، اب اگر آپ یہ تین اعراب ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیں گے تو دوسرا بغیر اعراب کے رہ جائے گا، لہٰذا ان دونوں پر ان تین اعراب کو تقسیم کرنا پڑے گا، چنانچہ نحویین نے اس طرح تقسیم کی کہ الف تثنیہ کو حالت رفعی کے لیے دیدیا اور واؤ جمع کو حالت رفعی کے لیے دیدیا، باقی رہا "یا" تو وہ تثنیہ و جمع کے درمیان ان کی حالت نصبی و جری کے لیے مشترک رکھ دیا، مگر دونوں میں اس طریقہ سے فرق کر دیا کہ جمع میں یا کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور تثنیہ میں اس کے ماقبل کو فتحہ ہوگا[2]۔ لہٰذا اب اشکال نہ ہونا چاہیے کہ تثنیہ و جمع کی حالت نصبی و جری کا اعراب ایک ہی کیوں ہے اس لیے کہ یہ اعراب کی کمی سے ہوا ہے، بہر حال اب تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی قسم کی مثالیں: جَاءَ رَجُلَانِ، رَأَيْتُ رَجُلَيْنِ، مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ،

---

[1] شرح شذور الذہب ص: ۶۵۔　[2] حاشیہ نحو میر۔

کِلَا وَکِلْتَا کی مثالیں: جَاءَ کِلَاهُمَا، رَأَیْتُ کِلَیْهِمَا، مَرَرْتُ بِکِلَیْهِمَا،
لفظی ترجمہ: ان دو میں کے دونوں آئے اور محاوری ترجمہ: وہ دونوں آئے۔
سوال (۲): کِلَا وَکِلْتَا کی اضافت اگر ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کی طرف ہو تو کیا اعراب آئے گا، نیز ان تین قسموں کو الگ الگ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ یہ سب تثنیہ پر دلالت کرتی ہیں؟
جواب (۲): اگر کِلَا وَکِلْتَا کی اضافت اسم ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کی طرف کر دی جائے تو ان دونوں کا اعراب اعراب بالحروف کے بجائے اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے: جَاءَ کِلَا الرَّجُلَیْنِ (دونوں مرد آئے) رَأَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ (میں نے دونوں مردوں کو دیکھا) مَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ (میں دونوں مردوں کے پاس سے گذرا) نیز مؤنث کی مثالیں: جَاءَتْ کِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ رَأَیْتُ کِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ، مررتُ بِکِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ۔
مصنفؒ نے ان تینوں قسموں کو الگ الگ اس لیے بیان کیا کہ اگرچہ یہ سب قسمیں تثنیہ پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا ایک ہی قسم میں بیان کرتے لیکن ایسا نہیں کیا اس لیے کہ ان سب میں فرق ہے کیونکہ تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے مگر اس کا واحد بھی آتا ہو، حالانکہ کِلَا وَکِلْتَا تثنیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے، اس لیے یہ تثنیہ نہیں ہے، البتہ تثنیہ کے ساتھ لاحق کر دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے تثنیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اس کا اعراب مل گیا اسی طرح اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ ہیں کہ یہ تثنیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا واحد نہیں ہے اس لیے کہ اِثْنٌ و اِثْنَۃٌ کلام عرب میں کہیں نہیں سنے گئے، لیکن ان کو بھی تثنیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے تثنیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اسی کا اعراب مل گیا، پھر آٹھویں اور نویں قسم تو

دونوں ملحقات تثنیہ ہیں لہٰذا ان کو ایک ساتھ بیان کرنا چاہیے تھا مگر مصنفؒ نے ان کو بھی الگ الگ قسموں میں بیان فرمایا اس لیے کہ کِلَا وَ کِلْتَا تثنیہ کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، لیکن لفظوں میں تثنیہ سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے، اس کے برخلاف اِثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ کو تثنیہ کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے مشابہت ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس لیے ان دونوں کو بھی علیحدہ علیحدہ دو قسموں میں بیان فرمایا۔

کِلَا اصل میں "کِلَوٌ" تھا واؤ کو الف سے بدل دیا کلا ہوگیا بروزن عَصَا، اور کِلْتَا میں الف مقصورہ ہے جو تانیث کی علامت ہے اور لام کلمہ (واؤ) سے بدل کر آیا ہے چنانچہ اصل میں کِلْوَیٰ بروزن ذِکْرَیٰ تھا واؤ کو تا سے بدل دیا کِلْتَا ہو گیا۔

سوال (۳): اسم متمکن کی دسویں، گیارہویں، بارہویں قسم کو مع اعراب و امثلہ بیان کریں، نیز بتائیں کہ ان تین قسموں کو الگ الگ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ یہ ساری قسمیں جمع پر دلالت کرتی ہیں؟

جواب (۳): اسم متمکن کی دسویں قسم جمع مذکر سالم ہے اور وہ ایسی جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت ہو، گیارہویں قسم اُولُوْ ہے یہ ذو کی جمع من غیر لفظہٖ ہے معنی صاحبان، والے، جاننا چاہیے کہ جمع کی چھ قسمیں ہیں (۱) اسم جمع وہ اسم ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس کا کوئی مفرد نہ ہو جیسے: قَوْمٌ و رَھْطٌ (جماعت) (۲) شبہ جمع وہ اسم ہے جو جمع کے معنی پر دلالت کرے اور واحد و جمع میں تا کی وجہ سے یا یائے نسبتی کی وجہ سے امتیاز ہو، جیسے: تمرٌ کہ اس کا واحد تمرۃٌ ہے اور روم کہ اس کا واحد رومیٌّ ہے۔ عَرَبٌ کہ اس کا واحد عَرَبِیٌّ ہے۔

نوٹ: تا کی وجہ سے امتیاز غیر ذوی العقول میں ہوگا اور یائے نسبتی کی وجہ سے ذوی العقول میں۔ (۳) جمع مِنْ غیر لفظہٖ وہ جمع ہے جس میں واحد اور جمع کے الفاظ

الگ الگ ہوں جیسے: اِمْرَأۃٌ کی جمع نِسْوَۃٌ اور ذو کی جمع اُولُوْ (۴) جمع اعتباری وہ جمع ہے کہ جس میں واحد اور جمع کی شکل میں کوئی فرق نہ ہو محض اعتباری فرق ہو جیسے: فُلْکٌ کشتی فُلْکٌ واحد بھی ہے اور جمع بھی واحد بروزن قُفْلٌ ہے اور جمع بروزن اُسْدٌ ہے (۵) جمع الجمع (جمع کی جمع) جیسے: اَکَالِبُ جمع ہے اَکْلُبٌ کی اور اَکْلُبٌ جمع ہے کَلْبٌ کی (۶) جمع منتہی الجموع وہ جمع ہے کہ جس کے بعد دوبارہ جمع تکسیر نہ آئے جیسے: مساجد، مصابیح۔[1]

اسم متمکن کی بارھویں قسم عِشْرُوْنَ (بیس کی دہائی) سے لے کر تِسْعُوْنَ (نوے کی دہائی) تک، پس مذکورہ تینوں قسموں کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی وجری یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگی تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب حسب ذیل ہیں جیسے: جَاءَ مُسْلِمُوْنَ رَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ، جَاءَ اُولُوْ مَالٍ رَأَیْتُ اُولِی مَالٍ مَرَرْتُ بِاُولِی مَالٍ (میں مال والوں کے پاس سے گذرا) جَاءَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً رَأَیْتُ عِشْرِیْنَ رَجُلاً مَرَرْتُ بِعِشْرِیْنَ رَجُلاً، ترجمہ: بیس مرد آئے، میں نے بیس مردوں کو دیکھا، میں بیس مردوں کے پاس سے گذرا، پس اسی طریقہ پر ثلاثون (تیس) اربعون (چالیس) خمسون (پچاس) ستون (ساٹھ) سبعون (ستر) ثمانون (اسی) تسعون (نوے) کی مثالیں تینوں حالتوں میں نکالی جائیں۔

مصنفؒ نے ان تینوں قسموں کو الگ الگ اس لیے بیان کیا کہ اگرچہ یہ سب جمع پر دلالت کرتی ہیں مگر ان میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ جمع مذکر سالم اس اسم کو کہا جاتا ہے جو جمع ہو اور واحد کا وزن اس میں سلامت ہو لیکن اُولُو جمع تو ہے لیکن واحد کا وزن سلامت نہیں اس لیے کہ اس کا واحد ذو ہے۔

---

[1] قواعد الصرف ص ۲۴۳۔

اور یہ اس کی جمع مِنْ غیر لفظہٖ ہے اس لیے یہ جمع مذکر سالم نہیں البتہ ملحقات جمع مذکر سالم میں سے ہے اس لیے اس کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیدیا گیا اور عِشْرُوْنَ سے تِسْعُون تک جمع تو ہیں مگر جمع مذکر سالم نہیں، اس لیے کہ جمع مذکر سالم وہ ہے جو تین سے زائد پر دلالت کرے اور زائد کی کوئی حد نہیں مگر عِشْرُوْنَ تو متعین عدد صرف (بیس) پر دلالت کرتا ہے نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ پر اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا واحد بھی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ جمع مذکر سالم نہیں ہیں البتہ ملحقات جمع مذکر سالم ہیں اس لیے ان کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیدیا گیا۔

پھر گیارہویں اور بارہویں قسم تو دونوں ملحقات جمع مذکر سالم ہیں لہٰذا ان کو ایک قسم میں بیان کرنا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں کیا اس لیے کہ ان دونوں میں بھی فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ اُولُو کو جمع مذکر سالم سے صرف معنوی مشابہت ہے لفظی اعتبار سے کوئی مشابہت نہیں، اور عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ کو جمع مذکر سالم سے لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے مشابہت ہے اس لیے ان دونوں کو بھی علیحدہ علیحدہ بیان کیا[1]۔

سیزدہم اسم مقصور و آں اسمیست کہ در آخرش الف مقصورہ باشد چوں: مُوْسیٰ، چہاردہم غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چوں غُلَامِیْ رفع شاں بتقدیر ضمہ باشد و نصب بتقدیر فتحہ باشد و جر بتقدیر کسرہ و در لفظ ہمیشہ یکساں باشد چوں جَآءَ مُوْسیٰ وَغُلَامِی، وَ رَأَیْتُ مُوْسیٰ وَغُلَامِی، وَمَرَرْتُ بِمُوْسیٰ و

---

[1] عشرون کی طرح اور بھی ملحقات جمع مذکر سالم ہیں جو حقیقتاً جمع مذکر سالم نہیں ہے مگر ان کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا جاتا ہے جیسے: اَرْضُونَ، سنون، بنون وغیرہ کہ یہ ارض، سَنَۃ اور ابن کی جمع تکسیر ہیں اس لیے کہ ان تینوں میں واحد کا وزن سلامت نہیں رہا بلکہ حرکات کے بدلنے سے ٹوٹ گیا اور اس لیے بھی کہ پہلے دو مؤنث کی جمع ہیں لہٰذا یہ جمع مذکر سالم نہیں البتہ ملحقات جمع مذکر سالم ہیں اس لیے کہ اس سے لفظاً اور معناً دونوں طرح مشابہت رکھتے ہیں اس لیے ان کو اسی کا اعراب دیا جاتا ہے۔

غُلَامِي، پانزدہم اسم منقوص وآں اسمیست کہ آخرش یائے ماقبل مکسور باشد چوں قاضی رفعش بتقدیر ضمہ باشد ونصبش بفتحہ لفظی و جرش بتقدیر کسرہ چوں جَاءَ الْقَاضِيْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَ مَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ۔

ترجمہ: تیرہویں قسم اسم مقصور اسم مقصور وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے: مُوسیٰ چودھویں قسم غیر جمع مذکر سالم (جبکہ) یائے متکلم کی جانب مضاف ہو جیسے: غُلَامِیْ (میرا غلام) ان کی حالت رفعی تقدیر ضمہ، حالت نصبی تقدیر فتحہ اور حالت جری تقدیر کسرہ کے ساتھ ہوں گی اور لفظ میں ہمیشہ یکساں رہیں گی۔ جیسے: جَاءَ مُوسیٰ و غُلَامِي، و رَأَيْتُ مُوسیٰ وغُلَامِي، وَمَرَرْتُ بِمُوسیٰ وَغُلَامِيْ، پندرہویں قسم اسم منقوص: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے ماقبل مکسور ہو جیسے: قاضی ان کی رفعی حالت ضمہ کی تقدیر کے ساتھ نصبی حالت فتحہ لفظی کے ساتھ اور جری حالت کسرہ کی تقدیر کے ساتھ ہو گی جیسے: جَاءَ الْقَاضِی وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِی۔

سوال(۱): اسم متمکن کی تیرہویں، چودہویں قسم کی تعریف اور تینوں حالتوں میں ان کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟ نیز مصنفؒ کی عبارت ''در لفظ ہمیشہ یکساں باشند'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب(۱): اسم متمکن کی تیرہویں قسم اسم مقصور ہے قصر از باب ضرب معنی کم کرنا، کاٹنا سے اسم مفعول ہے معنی کاٹا ہوا اور اس کو کاٹا ہوا اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مد نہیں کرتے بلکہ قصر کرتے ہیں اور اصطلاح میں اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ (کھڑا زبر) ہو جیسے: مُوسیٰ، عِیسیٰ، سَلْمیٰ، بُشْریٰ، کُبْریٰ وغیرہ، چودہویں قسم وہ اسم ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اور جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو

چاہے تو وہ اسم مفرد ہو جیسے: غُلَامِی خَادِمَتِیْ یا جمع ہو مگر مؤنث سالم ہو جیسے: بِقَرَاتِیْ، صَدِیْقَاتِیْ، یا جمع مذکر ہی ہو مگر سالم نہ ہو بلکہ مکسر ہو جیسے: اَصْدِقَائِیْ، اَوْلَادِیْ، البتہ اگر تثنیہ ہوگا جیسے: غُلَامَایَ و خَادِمَتَایَ تو اس کا اعراب تثنیہ کا اعراب ہوگا اور اسم متمکن کی ساتویں قسم میں داخل ہوگا اور "جمع مذکر سالم مضاف بسوئے یائے متکلم" کو اس لیے خارج کیا کہ اس کا اعراب الگ ہے جو عنقریب سولھویں قسم میں بیان کیا جائے گا۔

بہر حال ان دونوں قسموں کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: جَاءَ مُوْسیٰ، رَأَیْتُ مُوْسیٰ، مَرَرْتُ بِمُوْسیٰ اسی طرح جَاءَ غُلَامِی، رَأَیْتُ غُلَامِیْ، مَرَرْتُ بِغُلَامِی، عبارت مذکورہ "در لفظ ہمیشہ یکساں باشد" سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان تینوں حالتوں میں حقیقتاً تو اعراب بدل جاتا ہے مگر چونکہ ان دونوں قسموں کا اعراب ہر سہ حالت میں تقدیری ہوتا ہے یعنی چھپا رہتا ہے اور نظر نہیں آتا اس لیے تینوں حالتوں میں ان کی شکل یکساں اور برابر رہے گی تبدیلی نظر نہیں آئیگی۔

سوال (۲) اسم متمکن کی پندرھویں قسم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف نیز تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مع امثلہ بیان کریں، اور بتلائیں کہ دو حالتوں میں اعراب تقدیری اور ایک حالت میں اعراب لفظی آنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب (۲): اسم متمکن کی پندرھویں قسم اسم منقوص ہے نَقَصَ از باب ضَرَبَ معنی کم کرنا سے اسم مفعول ہے معنی کم کیا ہوا اور اصطلاحی تعریف: اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے ماقبل مکسور ہو جیسے: اَلْقَاضِیْ، اَلدَّاعِیْ، اَلرَّاعِیْ اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی اور حالت جری میں

کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: جَاءَ الْقَاضِیْ، رَأَیْتُ الْقَاضِیَ، مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ، اگر اسم منقوص پر الف لام نہ ہو تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا حذف ہوجاتی ہے اس صورت میں مثالیں اس طرح ہوں گی جیسے: جَاءَ قَاضٍ رَأَیْتُ قَاضِیًا، مَرَرْتُ بِقَاضٍ۔[1]

اسم منقوص کی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اس لیے آتا ہے کہ اسم منقوص کا آخری حرف یا ہے اور یا ضعیف اور کمزور حرف ہے اس لیے کہ حروف علت میں سے ہے جو ضعیف ہیں اور ضمہ قوی حرکت ہے اب اگر حالت رفعی میں یا پر ضمہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر قوی حرکت کو برداشت نہیں کر سکے گی اس لیے ضمہ تقدیری کر دیا اور حالت جری میں بھی کسرہ کو اسی وجہ سے تقدیری کیا کہ یا ضعیف ہے اور کسرہ اس سے قوی ہے اور اب اگر حالت جری میں یا پر کسرہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کو برداشت نہیں کر سکتی اس لیے کسرہ تقدیری کر دیا اور پھر چونکہ یا پر ضمہ و کسرہ پڑھنے میں دشواری اور ثقل بھی محسوس ہوتا ہے اس لیے ان کو تقدیری کر دیا رہی نصبی حالت تو اس میں فتحہ لفظی اس وجہ سے ہے کہ یاء حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر فتحہ تمام حرکات میں اخف ترین حرکت ہے اور یا میں اتنی قوت ہے کہ وہ اخف حرکت کو قبول کر سکے اس لیے اس کو اس حالت میں فتحہ لفظی دیدیا۔

سوال (۴): تیرھویں اور چودھویں قسم کی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری کیوں آتا ہے، نیز رَأَیْتُ غُلَامِیْ وَرَأَیْتُ الْقَاضِیَ ان دونوں کی حالت نصبی کے اعراب میں فرق کی کیا وجہ ہے؟

---

[1] اس کی تعلیل کا قاعدہ ملاحظہ ہو جمیلہ حاشیہ معروف بہ علم الصیغہ ص: ۵۵۔

جواب (۳): اسم مقصور کی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری اس لیے ہے کہ اس کے آخر میں الف ہوتا ہے الف میں کسی بھی حرکت کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اگر اس کو حرکت دیں گے تو وہ الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا پس اب اگر اس کو حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جری میں کسرہ دیں گے تو وہ الف نہیں رہے بلکہ ہمزہ بن جائے گا، اس وجہ سے تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری کر دیا، اور چودھویں قسم کا اعراب تقدیری اس وجہ سے ہے کہ اس میں اسم کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوتی ہے اور یا اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے چنانچہ اس سے پہلے والے حرف مثلاً غُلَامِیْ میں غُلَامٌ کی میم کو کسرہ دیدیا اور میم ہی محل اعراب ہے، لہٰذا اب اگر حالت رفعی میں میم کو ضمہ اور حالت نصبی میں میم کو فتحہ اور حالت جری میں میم کو کسرہ دیں گے تو تنہا میم پر دو حرکتوں کا اجتماع لازم آئے گا حالانکہ محل واحد پر وقت واحد میں دو حرکتیں آنا محال ہے اس لیے تینوں حالتوں میں اس کا اعراب تقدیری کر دیا۔

رَأَیْتُ غُلَامِی، رَأَیْتُ الْقَاضِیَ دونوں کی حالت نصبی میں فرق نہ ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ دونوں میں یاء ماقبل مکسور ہے لہٰذا رَأَیْتُ غُلَامِیَ ہونا چاہیے تھا جیسے کہ رَأَیْتُ الْقَاضِیَ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ محترم آپ نے محل اعراب کو نہ سمجھا اس لیے کہ غُلَامِی میں محل اعراب یائے متکلم نہیں ہے بلکہ غلام کا میم ہے اور یا متکلم کی ضمیر ہے اور ضمائر مبنی ہیں پس یا مبنی ہے اور چونکہ غلام کے میم پر یائے متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے پہلے ہی کسرہ آچکا ہے، لہٰذا اب اگر اس کو تینوں حالتوں میں ضمہ، فتحہ اور کسرہ بھی دیں گے تو میم پر ایک ہی وقت میں دو حرکتیں لازم آئیں گی جو محال ہے اور قاضی کی یاء چونکہ اس کی اپنی ذاتی ہے اس وجہ سے حالت نصبی میں اس

نے اپنے سے ضعیف یعنی فتحہ کو قبول کرلیا اس سبق میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اعراب بالحرکت کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) تقدیری چنانچہ اسم متمکن کی پہلی پانچ قسموں میں اعراب بالحرکت لفظی تھا اور یہاں ان تین قسموں کا اعراب اعراب بالحرکت تقدیری ہے سوائے اسم منقوص کی حالت نصبی کے کہ اس کا اعراب بالحرکت لفظی ہے۔

شانزدہم جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چوں: مُسْلِمِيَّ رفعش بتقدیر واؤ باشد ونصب وجرش بیائے ماقبل مکسور چوں: هٰؤلاءِ مُسْلِمِيَّ کہ در اصل مُسْلِمُوْنَ بود نون باضافت ساقط شد واؤ ویا جمع شدہ بودند وسابق ساکن بود واؤ را بیا بدل کردند ویا را در یا ادغام کردند مُسْلِمِيَّ شد ضمہ میم را بکسرہ بدل کردند و رَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ و مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ۔

ترجمہ: سولہویں قسم جمع مذکر سالم یائے متکلم کی جانب مضاف ہونے کی صورت میں جیسے مُسْلِمِيَّ حالت رفعی تقدیر واؤ، اور حالت نصبی وجری یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگی جیسے هٰؤلاءِ مُسْلِمِيَّ کہ اصل میں مُسْلِمُوْنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا واؤ اور یاء جمع ہوگئے پہلا ساکن تھا اس کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کو یاء میں مدغم کردیا مُسْلِمِيَّ ہوگیا اور پھر میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ۔

سوال (۱) اسم متمکن کی سولہویں قسم کی تعریف اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): سولہویں قسم "جمع مذکر سالم مضاف بسوئے یائے متکلم" ہے یعنی ہر وہ اسم جو جمع مذکر سالم ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو، لہٰذا اگر جمع مذکر سالم ضمیر جمع متکلم یا ضمیر حاضر و غائب یا اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو جیسے: مُسْلِمُوْنَا، مُسْلِمُوْكَ،

مُسْلِمُوْہُ، مُسْلِمُوالْھِنْدِ تو اس کا اعراب جمع مذکر سالم ہی کا ہوگا، جو کہ دسویں قسم میں بیان ہوا ہے، مذکورہ بالا مثالوں سے جمع مذکر سالم کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے۔

بہر حال جب جمع مذکر سالم مضاف بسوئے یائے متکلم ہو تو اس کا اعراب حالت رفعی میں واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی و جری میں یائے لفظی کے ساتھ ہوگا، جیسے: ھٰؤُلَاءِ مُسْلِمِیَّ، رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ، مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ، ترجمہ: یہ سب میرے مسلمان (بھائی) ہیں میں نے اپنے مسلمان (بھائیوں) کو دیکھا، میں اپنے مسلمان (بھائیوں) کے پاس سے گذرا۔

سوال (۲): ھٰؤُلَاءِ مُسْلِمِیَّ رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ ان تینوں کی علیحدہ علیحدہ تعلیل صرفی بیان کریں؟

جواب (۲): حالت رفعی میں مُسْلِمِیَّ اصل میں مُسْلِمُوْنَ ۔ی تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، چنانچہ مسلمو۔ی ہو گیا اب واؤ اور یا جمع ہو گئے اور قاعدہ ہے کہ اگر واؤ اور یا کسی کلمہ میں جمع ہو جائیں اس حال میں کہ پہلا ساکن ہو جیسا کہ یہاں پہلا یعنی واؤ ساکن ہے تو واؤ کو یا سے بدل دیتے ہیں، پس قاعدہ کے مطابق واؤ کو یا سے بدل دیا تو مُسْلِمُیْ ۔ی، ہو گیا، اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے یعنی دو یا تو یا کا یا میں ادغام کر دیا، چنانچہ مُسْلِمُیَّ ہو گیا، اور یا اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس لیے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا پس مُسْلِمِیَّ ہو گیا، اور حالت نصبی میں مُسْلِمِیَّ اصل میں مُسْلِمِیْنَ ۔ی تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مُسْلِمِیْ ۔ی باقی رہا اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے تو یا کا یا میں ادغام کر دیا لہٰذا مُسْلِمِیَّ ہو گیا، اسی طرح حالت جری میں بِمُسْلِمِیَّ اصل میں مُسْلِمِیْنَ ۔ی تھا نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا تو مُسْلِمِی ۔ی بچا اب دو

حرف ہم جنس جمع ہو گئے لہٰذا ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا تو مُسْلِمِیَّ ہو گیا۔

سوال (۳): جب سولہویں قسم کی تینوں حالتوں میں سب صورتیں یکساں ہیں تو حالت رفعی میں واؤ تقدیری اور نصبی وجری میں یائے لفظی کہنا چہ معنی دارد؟

جواب (۳): گرچہ اس قسم کی تینوں حالتوں میں سب صورتیں یکساں رہتی ہیں مگر حقیقتاً اعراب بدلتا رہتا ہے چنانچہ حالت رفعی میں واؤ تقدیری اس طرح ہے کہ جب ہم نے مُسْلِمُوی میں تعلیل کر کے واؤ کو یاء سے بدل کر مُسْلِمِی۔ یَ بنایا تو واؤ بالکل ختم ہو گیا اس کی حقیقت باقی نہیں رہی اس لیے اس کو تقدیراً ماننا پڑا کہ یہاں واؤ تقدیری ہے یعنی چھپی ہوئی ہے، اور حالت نصبی وجری میں جب اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو مُسْلِمِیَ ۔ی بچا، چنانچہ یہاں یاء کو حذف نہیں کیا بلکہ دوسری یاء میں اس کا ادغام کر دیا، اور ادغام کسی حرف کو معدوم نہیں کرتا بلکہ اس کا وجود باقی رہتا ہے البتہ مدغم فیہ میں چھپ جاتا ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتا، مگر بولنے میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا ان دونوں حالتوں میں یاء کا وجود باقی ہے اس لیے ان کا اعراب حالت نصبی وجری میں یائے لفظی کے ساتھ ہے پس ان میں یہی فرق ہے کہ حالت رفعی میں واؤ کا وجود بالکل ختم ہو گیا اس لیے وہاں اعراب تقدیری ماننا پڑا اور نصبی وجری میں یا ختم نہیں ہوئی بلکہ صرف دوسری یاء میں اس کا ادغام ہوا ہے ورنہ تو اس کا وجود اپنی حالت پر باقی ہے اس لیے ان میں اعراب یائے لفظی کے ساتھ ہے، اور ظاہر میں صورت سب کی برابر ہے۔

فائدہ: اسم متمکن کی سولہ قسمیں مکمل ہو گئیں ان میں سے آٹھ قسموں میں اعراب بالحرکت ہے اور آٹھ قسموں میں اعراب بالحروف ہے، پھر اعراب بالحرکت پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور پندرہویں قسم کی

ایک حالت میں لفظی ہے اور تیرہویں، چودھویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور پندرہویں قسم کی دو حالتوں میں اعراب بالحرکت تقدیری ہے، اسی طرح اعراب بالحروف چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں قسموں کی تینوں حالتوں میں اور سولہویں قسم کی دو حالتوں میں لفظی ہے اور صرف سولہویں قسم کی ایک حالت میں اعراب بالحروف تقدیری ہے، گویا کہ اعراب بالحرکت سولہ حالتوں میں لفظی ہے اور آٹھ حالتوں میں تقدیری ہے، اسی طرح اعراب بالحروف تیئیس حالتوں میں لفظی ہے اور ایک حالت میں تقدیری ہے۔

فصل بدانکہ اعراب مضارع سہ است رفع ونصب و جزم فعل مضارع باعتبار وجوہ اعراب بر چہار قسم ست اول صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ وجمع مذکر وبرائے واحد مؤنث مخاطبہ رفعش بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجزم بسکون چوں ھُوَ یَضْرِبُ و لَنْ یَّضْرِبَ و لَمْ یَضْرِبْ۔

ترجمہ : واضح ہو کہ مضارع کے اعراب تین ہیں رفع، نصب اور جزم، فعل مضارع اعراب کی صورتوں کے اعتبار سے چار قسم پر ہے پہلی قسم: صحیح جو کہ اس ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو جو تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث مخاطبہ کے واسطے آتی ہے اس کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ ہوگی اور حالت نصبی فتحہ اور حالت جزمی سکون کے ساتھ ہوگی جیسے: ھُوَ یَضْرِبُ و لَنْ یَّضْرِبَ و لَمْ یَضْرِبْ۔

سوال (۱): فعل مضارع پر کتنے اعراب آتے ہیں اور کون کونسے نیز مصنفؒ نے فعل مضارع کو اعراب کی صورتوں کے اعتبار سے کتنی قسموں پر تقسیم کیا ہے اور کس ترتیب سے وضاحت فرمائیں؟

جواب (۱): مصنفؒ نے پیچھے تمام کلمات عرب کی دو قسمیں بیان فرمائی تھی، معرب

اور جبی پھر بتایا تھا کہ تمام حروف مبنی ہیں اور افعال میں سے فعل ماضی، امر حاضر معروف اور فعل مضارع (جب کہ نون جمع مؤنث غائب وحاضر اور نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کے ساتھ نہ ہو) بھی مبنی ہے اور اسماء میں سے صرف اسم غیر متمکن مبنی ہے پھر مصنفؒ نے حروف کو اور افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف تینوں مبنیات کو بیان نہیں فرمایا اس لیے کہ وہ تو متعین ہیں، البتہ اسماء چونکہ معرب بھی ہیں اور مبنی بھی اس لیے آپ نے مبنیات کی تعیین کے لیے اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں بیان فرمائی چنانچہ اس طرح مبنی کے بیان سے فارغ ہو گئے پھر دوسری قسم معرب کا بیان شروع فرمایا اور معرب کی چونکہ دو قسمیں ہیں اسم متمکن (جب کہ ترکیب میں واقع ہو) اور فعل مضارع (جب کہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو) لھذا پہلے اسم متمکن کے اعراب کی تفصیل سولہ قسموں میں بیان فرمائی جب اس سے فارغ ہو گئے تو اب اس فصل سے فعل مضارع کے اعراب کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں چنانچہ اس فصل کے بعد معرب کا بیان بھی ختم ہو جائے گا۔

اب جاننا چاہیے کہ فعل مضارع پر تین اعراب آتے ہیں رفع، نصب، جزم، جس طرح کہ اسم متمکن پر بھی تین اعراب آتے ہیں رفع، نصب، جر، پس نتیجتاً معلوم ہوا کہ رفع ونصب دونوں میں مشترک ہیں اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اور جر اسم کے ساتھ، پھر جزم سے مراد یہاں جزم اصطلاحی ہے یعنی وہ سکون جو عامل کی وجہ سے پیدا ہوا ہو نا کہ وہ سکون جو وقف کرنے کی وجہ سے عارضی طور پر آیا ہو اس لیے کہ وہ فعل ماضی مبنی پر بھی آجاتا ہے جیسے آپ وقف کرتے ہوئے کہیں ضَرَبْ بسکون الباء۔

مصنف نے فعل مضارع کے اعراب کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے پہلے آپ یہ سمجھیں کہ فعل مضارع کی گردان میں کل چودہ صیغے ہوتے ہیں جن میں سے دو

صیغے جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر مبنی ہیں لہٰذا ان دونوں کو نکال کر بارہ صیغے رہے اب ان بارہ میں سے پانچ صیغے وہ ہیں جو نون اعرابی سے خالی ہیں جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہے اور ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے آخر میں پیش آتا ہے اور وہ یہ ہیں یَفْعَلُ (واحد مذکر غائب) تَفْعَلُ (واحد مؤنث غائب) تَفْعَلُ (واحد مذکر حاضر) اَفْعَلُ (واحد مذکر و مؤنث متکلم) نَفْعَلُ (جمع متکلم) ان کو ایک سانس میں یاد کرلیا جائے۔

ان پانچ صیغوں کو نکال کر سات صیغے رہے کہ جن کے آخر میں نون اعرابی آتا ہے اور وہ یہ ہیں یفعلانِ (تثنیہ مذکر غائب) یَفْعَلُوْنَ (جمع مذکر غائب) تَفْعَلَانِ (تثنیہ مؤنث غائب) تَفْعَلَانِ (تثنیہ مذکر حاضر) تَفْعَلُوْنَ (جمع مذکر حاضر) تَفْعَلِيْنَ (واحد مؤنث حاضر) تَفْعَلَانِ (تثنیہ مؤنث حاضر) ان کو بھی ایک سانس میں خوب یاد کرلیں، اس لیے کہ اس پوری فصل کا سمجھنا اسی پر موقوف ہے ورنہ تو تشریح سمجھنے میں دشواری ہوگی۔

اب سمجھو کہ مصنفؒ نے فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں اور وہ اس طرح کہ فعل مضارع دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے آخر میں نون اعرابی ہوگی یا نہیں اگر آخر میں نون اعرابی نہ ہو بلکہ مضارع نون اعرابی سے خالی ہو (ایسے پانچ صیغے ہیں) تو پھر وہ پانچ صیغے دو حال سے خالی نہیں یا تو صحیح ہونگے یا معتل اگر صحیح ہوں یعنی ان کے آخر میں حرف علت نہ ہو تو ان کا اعراب مصنفؒ نے پہلی قسم میں بیان فرمایا ہے اور اگر وہ پانچ صیغے معتل ہوں تو پھر تین حال سے خالی نہیں یا تو معتل واوی ہوں گے یا یائی یا پھر معتل الفی ہوں گے پس اگر معتل واوی ہوں تو ان کا اعراب منصفؒ نے دوسری قسم میں بیان فرمایا ہے اور اگر وہ پانچ صیغے

معتل الفی ہوں تو ان کا اعراب تیسری قسم میں بیان کیا ہے، یا اگر فعل مضارع کے آخر میں نون اعرابی موجود ہو (اور ایسے سات صیغے ہیں) خواہ وہ صحیح ہوں یا معتل پھر معتل واوی ہوں یا معتل یائی یا پھر معتل الفی۔ پس ان سات صیغوں کا اعراب مصنفؒ نے چوتھی قسم میں بیان فرمایا ہے۔

سوال (۲): صحیح کی تعریف کریں نیز متنِ عبارت ''صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ وجمع مذکر، واحد مؤنث مخاطبہ'' سے مصنفؒ کن صیغوں کو مراد لے رہے ہیں اور کن کی نفی کر رہے ہیں اور کس طرح وضاحت فرمائیں؟

جواب (۲): صحیح کی تعریف نحویوں کے نزدیک یہ ہے کہ صحیح وہ کلمہ ہے جس کا آخری حرف حرف علت نہ ہو اور صرفیوں کے نزدیک صحیح وہ کلمہ ہے جس کے حروف اصلیہ میں ہمزہ، حرف علت اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں پس زَیْدٌ نحویوں کے نزدیک صحیح ہے اور صرفیوں کے یہاں معتل ہے، نیز مصنفؒ کی عبارت ''صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ وجمع مذکر و برائے واحد مؤنث مخاطبہ'' سے فعل مضارع کے پانچ صیغوں کی طرف اشارہ ہے اس طرح کہ جب مصنفؒ نے فرمایا فعل مضارع صحیح ہو تو اس سے معتل نکل گیا پھر کہا وہ ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے خالی فعل مضارع کے وہی صیغے ہیں جو نون اعرابی سے خالی ہیں تو گویا کہ یہ کہا کہ وہ نون اعرابی سے خالی ہوں اور نون اعرابی سے خالی پانچ صیغے ہیں پس ضمیر بارز مرفوع سے خالی مضارع کے پانچ صیغے ہیں پھر ''برائے تثنیہ وجمع مذکر و برائے واحد مؤنث مخاطبہ'' سے یہ بتا رہے ہیں کہ ضمیر بارز مرفوع کن کن صیغوں میں آتی ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ تثنیہ کے لیے ہے اور تثنیہ کے چار صیغے ہیں، یَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ ان سب میں ''الف'' ضمیر بارز مرفوع ہے اور جن

میں ضمیر بارز مرفوع ہوتی ہے ان میں نون اعرابی بھی ہوتی ہے جیسا کہ ان میں ہے اور ضمیر بارز جمع مذکر کے لیے ہے اور جمع مذکر کے دو صیغے ہیں غائب اور حاضر یَفْعَلُوْنَ تَفْعَلُوْنَ ان میں ''واؤ'' ضمیر بارز مرفوع ہے اور نون اعرابی بھی ہے نیز ضمیر بارز واحد مؤنث حاضر کے لیے ہے جیسے تَفْعَلِیْنَ اس میں ''یاءٗ'' ضمیر بارز مرفوع ہے اور نون اعرابی بھی ہے پس جب مصنفؒ نے یہ کہا کہ فعل مضارع ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو یہ سات صیغے چاروں تثنیہ دونوں جمع مذکر غائب اور حاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر نکل گئے اس لیے کہ یہ ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی نہیں ہیں بلکہ ان میں ضمیر بارز مرفوع ہے پس جب سات صیغے نکل گئے تو پانچ صیغے بچے لہٰذا وہی اس پہلی قسم میں مراد ہیں۔

سوال (۳) فعل مضارع کے اعراب کی پہلی قسم بیان کریں اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۳): فعل مضارع کے اعراب کی پہلی قسم: وہ پانچ صیغے کہ جن کے آخر میں نون اعرابی نہ ہو یا بالفاظ دیگر جن میں ضمیر بارز مرفوع نہ ہو (ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے آخر میں پیش آتا ہے) اور جب کہ وہ صحیح ہوں یعنی ان کے آخر میں حرف علت نہ ہو تو ان کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ، حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ ہوگا جیسے واحد مذکر غائب هُوَ يَضْرِبُ، لَنْ يَّضْرِبَ، لَمْ يَضْرِبْ جیسے: واحد مؤنث غائب هی تَضْرِبُ، لَنْ تَضْرِبَ، لَمْ تَضْرِبْ، جیسے واحد مذکر حاضر انت تَضْرِبُ لَنْ تَضْرِبَ، لَمْ تَضْرِبْ، جیسے واحد متکلم انا اَضْرِبُ لَنْ اَضْرِبَ، لَمْ اَضْرِبْ جیسے متکلم مع الغیر یعنی جمع متکلم نَحْنُ نَضْرِبُ، لَنْ نَضْرِبَ، لَمْ نَضْرِبْ، حالت رفعی میں فعل مضارع مرفوع ہے اس

لیے کہ ضمیر مبتدا ہے اور فعل مضارع خبر ہے اور خبر مرفوع ہوتی ہے اور حالت نصبی میں فعل مضارع منصوب ہے اس لیے کہ حروف ناصبہ میں سے لَنْ داخل ہو رہا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور حالت جزمی میں مجزوم ہے اس لیے کہ حروف جازمہ میں سے لَمْ داخل ہو رہا ہے جو فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔

دوم مفرد معتل واوی چوں یَغْزُوْ و یائی چوں یَرْمِیْ رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بفتحہ لفظی و جزم بحذف لام چوں ھُوَ یَغْزُوْ و یَرْمِیْ و لَنْ یَّغْزُوَ و لَنْ یَّرْمِیَ و لَمْ یَغْزُ و لَمْ یَرْمِ، سوم مفرد معتل الفی چوں یَرْضٰی رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بتقدیر فتحہ و جزم بحذف لام چوں ھُوَ یَرْضٰی و لَنْ یَّرْضٰی و لَمْ یَرْضَ۔

ترجمہ: دوسری قسم مفرد معتل واوی جیسے: یَغْزُوْ و یائی جیسے: یَرْمِیْ اس کی حالت رفعی ضمہ کی تقدیر کے ساتھ ہوگی اور نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزمی لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگی جیسے: ھُوَ یَغْزُوْ و یَرْمِیْ و لَنْ یَّغْزُوَ و لَنْ یَّرْمِیَ و لَمْ یَغْزُ و لَمْ یَرْمِ، تیسری قسم مفرد معتل الفی جیسے: یَرْضٰی حالت رفعی تقدیر ضمہ کے ساتھ ہوگی اور حالت نصبی تقدیر فتحہ کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگی جیسے: ھُوَ یَرْضٰی و لَنْ یَّرْضٰی و لَمْ یَرْضَ۔

سوال (۱): معتل کی تعریف بیان کریں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں یہ بھی بتائیں نیز مفرد کی مراد بھی واضح کریں؟

جواب (۱): معتل نحویوں کے نزدیک وہ کلمہ ہے کہ جس کے لام کلمہ میں حرف علت ہو اور صرفیوں کے نزدیک معتل وہ کلمہ ہے کہ جس کے حروف اصلیہ میں ایک یا دو حرف علت ہوں اگر ایک ہو تو وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو فاء کلمہ میں ہوگا یا عین کلمہ میں ہوگا یا لام کلمہ میں ہوگا پس پہلی قسم کو معتل فاء یا مثال کہتے ہیں اور دوسری قسم

کو معتل عین یا اجوف کہتے ہیں اور تیسری قسم کو معتل لام یا ناقص کہتے ہیں اور اگر حروف اصلیہ میں دو حرف علت ہوں تو اس کو لفیف کہتے ہیں پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں حرف علت ملے ہوئے ہوں گے یا الگ الگ پس پہلی قسم کو لفیف مقرون اور دوسری قسم کو لفیف مفروق کہتے ہیں۔

عبارت کے اندر ''مفرد'' سے مراد وہی پانچ صیغے ہیں کہ جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہے یا بالفاظ مصنف ''جن کے ساتھ ضمائر بارزہ مرفوعہ ملی ہوئی نہیں ہیں بلکہ وہ ان سے خالی ہیں، اور وہ واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور متکلم مع الغیر ہیں اب سوال ہوتا ہے کہ ان میں سے پہلے چار صیغوں کے لیے تو مفرد کہنا صحیح ہے مگر متکلم مع الغیر یا جمع متکلم کے لیے مفرد کہنا کیسے صحیح ہوگا؟ حالانکہ وہ تو جمع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد سے مراد یہاں علامت تثنیہ وجمع سے خالی ہونا ہے اور یہ بات جمع متکلم میں بھی پائی جاتی ہے کہ اس میں تثنیہ کا الف یا جمع کا واؤ نہیں ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ حقیقت میں تو متکلم واحد ہی ہوتا ہے البتہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر خبر دیتا ہے لہٰذا اصلاً وہ واحد ہی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو متکلم مع الغیر بھی کہتے ہیں، یا ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چونکہ جمع متکلم میں بھی وہی اعراب جاری ہوتا ہے جو مفرد کے صیغوں میں جاری ہوتا ہے اس لیے اگرچہ جمع کا صیغہ ہے مگر حکماً مفرد ہے۔

سوال (۲): فعل مضارع کے اعراب کی دوسری اور تیسری قسم بیان کریں نیز تینوں حالتوں میں انکا اعراب اور دونوں قسموں کے تمام صیغوں کو تینوں حالتوں میں مثال کے ساتھ پیش کریں؟

جواب (۲): فعل مضارع کے اعراب کی دوسری قسم: فعل مضارع مفرد ہو یعنی وہی

پانچ صیغے مراد ہیں اور معتل ہوں اب چاہے معتل واوی ہوں یا معتل یائی ان کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری حالت نصبی میں فتحہ لفظی اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے معتل واوی کی مثالیں: هُوَ يَغْزُوْ، لن يَغْزُوَ، لَمْ يَغْزُ وہ جنگ کرتا ہے، وہ ہرگز جنگ نہیں کرے گا، اس نے جنگ نہیں کی، هی تَغْزُوْ، لَنْ تَغْزُوَ، لَمْ تَغْزُ، اَنتَ تَغْزُوْ، لَنْ تَغْزُوَ، لَمْ تَغْزُ، اَنَا اَغْزُوْ، لَنْ اَغْزُوَ، لَمْ اَغْزُ، نَحْنُ نَغْزُوْ لَنْ نَغْزُوَ لَمْ نَغْزُ معتل یائی کی مثالیں: هُوَ يَرْمِي، لَنْ يَرْمِيَ، لَمْ يَرْمِ، هِيَ تَرْمِي، لَنْ تَرْمِيَ، لَمْ تَرْمِ، اَنتَ تَرْمِيْ، لَنْ تَرْمِيَ لَمْ تَرْمِ، اَنا اَرْمِي، لَنْ اَرْمِيَ، لَمْ اَرْمِ نَحْنُ نَرْمِيْ، لَنْ نَرْمِيَ، لَمْ نَرْمِ۔

تیسری قسم: فعل مضارع مفرد ہو یعنی علامات تثنیہ وجمع سے خالی ہوں اور مراد وہی پانچ صیغے ہیں، اور وہ معتل الفی ہوں تو ان کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے: هُوَ يَرْضٰى لَنْ يَرْضٰى لَمْ يَرْضَ، هِيَ تَرْضٰى لَنْ تَرْضٰى لَمْ تَرْضَ، اَنتَ تَرْضٰى لَنْ تَرْضٰى لَمْ تَرْضَ، اَنا اَرْضٰى لَنْ اَرْضٰى لَمْ اَرْضَ، نَحْنُ نَرْضٰى لَنْ نَرْضٰى لَمْ نَرْضَ۔

سوال(۳): دوسری قسم مفرد معتل واوی اور یائی کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ کیوں ہے، اسی طرح تیسری قسم مفرد معتل الفی کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور نصبی میں بجائے فتحہ لفظی کے فتحہ تقدیری اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ کیوں ہے؟

جواب(۳): دوسری قسم معتل واوی اور معتل یائی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ

اس وجہ سے ہیں کہ ان کے آخر میں واؤ اور یاء ہے اور یہ حروف علت ہونے کی وجہ سے کمزور ہیں، اور ضمہ تمام حرکتوں میں قوی ترین حرکت ہے لہٰذا اب اگر حالت رفعی میں واؤ اور یاء پر ضمہ لفظی دیں گے تو وہ دونوں حروف کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر ضمہ کو برداشت نہیں کر سکیں گے اس لیے ضمہ تقدیری کر دیا، اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی اس وجہ سے آیا کہ اگر چہ واؤ اور یاء کمزور ہیں مگر فتحہ تمام حرکتوں میں خفیف ترین حرکت ہے اور واؤ اور یاء میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اس کو قبول کر سکیں لہٰذا اس حالت میں فتحہ لفظی کر دیا، اور حالت جزمی میں لام کلمہ کو اس لیے حذف کرتے ہیں کہ ان دونوں میں لام کلمہ میں حروف علت ہیں اور حروف علت حرکات سے مشابہت رکھتے ہیں، اور حرکات حالت جزمی میں حذف ہو جاتی ہیں، لہٰذا حرکات سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے حروف علت بھی حالت جزمی میں حذف ہو جائیں گے، رہی یہ بات کہ حروف علت حرکات سے کس طرح مشابہت رکھتے ہیں، تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ واؤ ضمہ کی آواز کو دراز کرنے سے اور یاء کسرہ کی آواز کو کھینچنے سے اور الف فتحہ کی آواز کو طویل کرنے سے بنتے ہیں پس واؤ ضمہ سے اور یاء کسرہ سے اور الف فتحہ سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ تینوں حرکتیں چونکہ حالت جزمی میں حذف ہو جاتی ہیں اس لیے حروف علت بھی حالت جزمی میں حذف ہو جائیں گے۔

تیسری قسم: معتل الفی کی حالت رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ یہاں حرف علت الف ہے اور وہ کمزور ہے اور ضمہ قوی حرکت ہے اب اگر اس کو حالت رفعی میں ضمہ لفظی دیں گے تو الف اپنے اوپر اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور پھر یہ بھی وجہ ہے کہ اس وقت الف الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ بن جائے گا اس لیے اس حالت میں ضمہ تقدیری کر دیا، اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے بجائے فتحہ

تقدیری اس وجہ سے ہے کہ الف کسی بھی حرکت کو قبول نہیں کر سکتا ورنہ تو وہ ہمزہ بن جائے گا اس لیے اس صورت میں بھی فتحہ تقدیری کیا، اور حالت جزمی میں لام کلمہ اس وجہ سے حذف ہوتا ہے کہ چونکہ الف حرف علت ہے اور حروف علت حرکات کے مشابہ ہیں تو الف فتحہ کی حرکت کے مشابہ ہے اور حرکت حالت جزمی میں حذف ہو جاتی ہے پس الف بھی حالت جزمی میں حذف ہو جائے گا۔

چہارم صحیح یا معتل با ضمائر و نونہائے مذکورہ رفع شاں باثبات نون باشد چنانکہ در تثنیہ گوئی هُمَا يَضْرِبَانِ و يَغْزُوَانِ و يَرْمِيَانِ و يَرْضَيَانِ و در جمع مذکر گوئی هُمْ يَضْرِبُوْنَ و يَغْزُوْنَ و يَرْ مُوْنَ و يَرْضَوْنَ و در مفرد مؤنث حاضر گوئی أَنْتِ تَضْرِبِيْنَ و تَغْزِيْنَ و تَرْمِيْنَ و تَرْضَيْنَ ونصب وجزم بحذف نون چنانکہ در تثنیہ گوئی لَنْ يَضْرِبَا و لَنْ يَغْزُوَا و لَنْ يَرْمِيَا و لَنْ يَرْضَيَا و لَمْ يَضْرِبَا و لَمْ يَغْزُوَا و لَمْ يَرْمِيَا و لَمْ يَرْضَيَا و در جمع مذکر گوئی لَنْ يَضْرِبُوا و لَنْ يَغْزُوا و لَنْ يَرْمُوا و لَنْ يَرْضَوا و لَمْ يَضْرِبُوا و لَمْ يَغْزُوا و لَمْ يَرْمُوا و لَمْ يَرْضَوا و در واحد مؤنث حاضر گوئی لَنْ تَضْرِبِي و لَنْ تَغْزِيْ و لَنْ تَرْمِيْ و لَنْ تَرْضَيْ و لَمْ تَضْرِبِيْ و لَمْ تَغْزِيْ و لَمْ تَرْمِيْ و لَمْ تَرْضَيْ۔ **فصل** بداں کہ عوامل اعراب بر دو قسم است لفظی ومعنوی لفظی بر سہ قسم ست حروف وافعال واسماء ایں را در سہ باب یاد کنیم انشاء اللہ۔

ترجمہ: چوتھی قسم صحیح ہو یا معتل ضمیروں اور مذکورہ نونوں (نون تثنیہ وجمع اور نون واحد مؤنث حاضر) کے ساتھ تو اس کی حالت رفعی اثبات نون کے ساتھ ہوگی جیسے آپ تثنیہ کی صورت میں کہیں گے: هُمَا يَضْرِبَانِ و يَغْزُوَانِ و يَرْمِيَانِ و يَرْضَيَانِ اور جمع مذکر کی صورت میں آپ کہیں گے: هُمْ يَضْرِبُوْنَ و يَغْزُوْنَ و يَرْ مُوْنَ و يَرْضَوْنَ اور مفرد مؤنث حاضر میں کہیں گے: أَنْتِ تَضْرِبِيْنَ و تَغْزِيْنَ و

تَرْمِیْنَ و تَرْضَیْنَ اور حالت نصبی اور جزمی نون کے حذف کے ساتھ ہوگی جیسا کہ آپ تثنیہ میں کہیں گے: لَنْ یَّضْرِبَا وَلَنْ یَّغْزُوَا وَلَنْ یَّرْمِیَا وَلَنْ یَّرْضَیَا وَلَمْ یَضْرِبَا وَلَمْ یَغْزُوَا وَلَمْ یَرْمِیَا وَلَمْ یَرْضَیَا، جمع مذکر میں کہیں گے: لَنْ یَّضْرِبُوا وَلَنْ یَّغْزُوا وَلَنْ یَّرْمُوا وَلَنْ یَّرْضَوا وَلَمْ یَضْرِبُوا وَلَمْ یَغْزُوا وَلَمْ یَرْمُوا وَلَمْ یَرْضَوا، اور واحد مؤنث حاضر میں آپ کہیں گے: لَنْ تَضْرِبِیْ وَلَنْ تَغْزِیْ وَلَنْ تَرْمِیْ وَلَنْ تَرْضَیْ وَلَمْ تَضْرِبِیْ وَلَمْ تَغْزِیْ وَلَمْ تَرْمِیْ وَلَمْ تَرْضَیْ۔

فصل جان تو کہ عوامل اعراب دو قسم پر ہیں، لفظی و معنوی پھر لفظی تین قسم پر ہیں حروف، افعال اور اسماء جن کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ تین ابواب میں ذکر کریں گے۔

سوال (۱): فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کریں پھر تینوں حالتوں میں اس کا اعراب بتلائیں، اور متن کی عبارت "صحیح یا معتل باضمائر ونونہائے مذکورہ" سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب (۱): فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم: فعل مضارع کے وہ سات صیغے ہیں جن میں ضمائر بارزہ مرفوعہ اور نون اعرابی ہوتے ہیں چاہے وہ صحیح ہوں یا معتل دونوں صورتوں میں ان کا اعراب ایک ہی ہے یہ کہ حالت رفعی نون اعرابی کو باقی رکھنے کے ساتھ اور حالت نصبی و جزمی نون اعرابی کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگی۔

"صحیح یا معتل" سے مصنفؒ یہ بتارہے ہیں کہ یہ سات صیغے چاہے صحیح ہوں تو بھی اور چاہے معتل ہوں تب بھی پھر معتل میں چاہے معتل واوی ہوں یا یائی ہوں یا الفی ان سب کا ایک ہی اعراب ہوگا اور "باضمائر بارزہ ونونہائے مذکورہ" سے ان سات صیغوں کی تعیین فرمارہے ہیں کہ وہ کون کونسے ہیں چنانچہ فرمایا کہ وہ سات صیغے وہ ہیں جن میں ضمائر بارزہ اور نون اعرابی ہوتی ہیں۔ جن کو ہم نے پچھلی تینوں

قسموں سے مستثنیٰ کیا تھا لہٰذا اب اس چوتھی قسم میں انہی سات صیغوں کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔

سوال (۲): چوتھی قسم میں جن سات صیغوں کا اعراب بیان کیا گیا ہے تینوں حالتوں میں ان کی تمام مثالیں بیان کریں اس ترتیب سے کہ پہلے صحیح پھر معتل واوی پھر یائی اور آخر میں معتل الفی کی مثالیں ہوں؟

جواب (۲): صحیح کی مثالیں حالت رفعی میں: هُمَا يَضْرِبَانِ، هُمْ يَضْرِبُوْنَ، هُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمْ تَضْرِبُوْنَ، اَنْتِ تَضْرِبِيْنَ. اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ، حالت نصبی میں: لَنْ يَضْرِبَا لَنْ يَضْرِبُوْا لَنْ تَضْرِبَا لَنْ تَضْرِبَا لَنْ تَضْرِبُوْا لَنْ تَضْرِبِيْ لَنْ تَضْرِبَا، حالت جزمی میں: لَمْ يَضْرِبَا لَمْ يَضْرِبُوْا لَمْ تَضْرِبَا لَمْ تَضْرِبَا لَمْ تَضْرِبُوْا لَمْ تَضْرِبِيْ لَمْ تَضْرِبَا۔

معتل واوی کی مثالیں حالت رفعی میں: هُمَا يَغْزُوَانِ هُمْ يَغْزُوْنَ هُمَا تَغْزُوَانِ اَنْتُمَا تَغْزُوَانِ اَنْتُمْ تَغْزُوْنَ اَنْتِ تَغْزِيْنَ اَنْتُمَا تَغْزُوَانِ، حالت نصبی میں: لَنْ يَغْزُوَا لَنْ يَغْزُوْا لَنْ تَغْزُوَا لَنْ تَغْزُوَا لَنْ تَغْزُوْا لَنْ تَغْزِيْ لَنْ تَغْزُوَا، حالت جزمی میں: لَمْ يَغْزُوَا لَمْ يَغْزُوْا لَمْ تَغْزُوَا لَمْ تَغْزُوَا لَمْ تَغْزُوْا لَمْ تَغْزِيْ لَمْ تَغْزُوَا۔

معتل یائی کی مثالیں حالت رفعی میں: هُمَا يَرْمِيَانِ هُمْ يَرْمُوْنَ هُمَا تَرْمِيَانِ اَنْتُمَا تَرْمِيَانِ، اَنْتُمْ تَرْمُوْنَ اَنْتِ تَرْمِيْنَ اَنْتُمَا تَرْمِيَانِ حالت نصبی کی مثالیں: لَنْ يَرْمِيَا لَنْ يَرْمُوْا لَنْ تَرْمِيَا لَنْ تَرْمِيَا لَنْ تَرْمُوْا لَنْ تَرْمِيْ لَنْ تَرْمِيَا، حالت جزمی کی مثالیں: لَمْ يَرْمِيَا لَمْ يَرْمُوْا لَمْ تَرْمِيَا لَمْ تَرْمِيَا لَمْ تَرْمُوْا لَمْ تَرْمِيْ لَمْ تَرْمِيَا۔

معتل الفی کی مثالیں حالت رفعی میں: هما يَرْضَيَانِ هم يَرْضَوْنَ هما تَرْضَيَانِ اَنتما تَرْضَيَانِ انتم تَرْضَوْنَ اَنْتِ تَرْضَيْنَ اَنْتُمَا تَرْضَيَانِ، حالت

تصی میں: لَنْ یَرْضَیَا لَنْ یَرْضَوْا لن تَرْضَیَا لَنْ تَرْضَیَا لَنْ تَرْضَولن تَرْضَیْ لَنْ تَرْضَیَا، حالت جزمی کی مثالیں: لَمْ یَرْضَیالم یَرْضَوْا لَمْ تَرْضَیالم تَرْضَیَا لَمْ تَرْضَوْا لَمْ تَرْضَیْ لَمْ تَرْضَیَا۔

سوال (۳): عامل اور اس کی دونوں قسموں کی تعریف کریں پھر بتائیں کہ عامل لفظی اور عامل معنوی کی کتنی کتنی قسمیں ہیں اور مصنفؒ ان تمام کو کس ترتیب سے بیان فرمائیں گے؟

جواب (۳): معرب اور اس کے اعراب کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنفؒ اعراب کے عوامل کا بیان شروع فرمارہے ہیں یعنی ان عوامل کا بیان کہ جن کی وجہ سے معرب (اسم متمکن اور فعل مضارع) کے آخر کا اعراب بدلتا ہے چنانچہ یہاں تین چیزیں سمجھنے کی ہیں (۱) معرب (۲) اعراب (۳) عامل، پس معرب وہ اسم متمکن اور فعل مضارع ہے کہ جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور اعراب وہ حرکت (فتحہ، کسرہ ضمہ اور جزم) یا وہ حرف (الف، واؤ، یاء) ہیں کہ جن کے ذریعہ سے معرب کا آخر بدلتا رہتا ہے اور عامل وہ کلمہ (اسم، فعل، حرف) ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کا اعراب بدلتا ہے، گویا کہ معرب اس عالم کی طرح ہے اور رات دن صبح وشام کہ جن کے ذریعہ عالم کی ہیئت بدل جاتی ہے اعراب کے درجہ میں ہیں اور ذات باری تعالیٰ بمنزلہ عامل کے ہے کہ جو رات دن صبح وشام کو بدلتی ہے۔

عامل کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) عامل لفظی (۲) عامل معنوی، جو عامل لفظوں میں موجود ہو اس کو عامل لفظی کہتے ہیں، اور جو عامل لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ صرف قرینہ یا قیاس کو عامل مانا جاتا ہو تو یہ عامل معنوی ہے پھر عامل لفظی کی تین قسمیں ہیں (۱) حروف (۲) افعال (۳) اسماء، ان تینوں کو عوامل لفظیہ کہتے ہیں،

جیسے: اِلَی الدَّارِ، ضَرَبْتُ زَیْدًا، اَنَا ضَارِبٌ زَیْدًا چنانچہ پہلی مثال میں اِلٰی حرف جر عامل لفظی ہے اور الدار معرب اسم متمکن ہے کہ جس میں عامل نے عمل کر کے اس کو مجرور کر دیا ہے، اور دوسری مثال میں ضَرَبْتُ فعل عامل لفظی ہے جس نے اسم متمکن زیداً کو عمل کر کے منصوب بنا دیا ہے، اسی طرح آخری مثال میں ضارب اسم فاعل عامل ہے جس نے زیداً میں عمل کر کے اس کو منصوب کر دیا ہے، پس ان تینوں عوامل لفظیہ کو مصنفؒ تین ابواب میں بیان فرمائیں گے پھر اس کے بعد عوامل معنویہ کا بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اول در حروف عاملہ و در دو فصل ست

پہلا باب حروف عاملہ کے بیان میں اور اس میں دو فصل ہیں

فصل اول در حروف عامل در اسم و آں پنج قسم ست قسم اول حروف جر و آں هفده است، بَا و مِنْ وَ اِلٰی وَحَتّٰی وَفِیْ وَلَام و رُبَّ وواو قسم وتائے قسم و عَنْ وعَلٰی و کاف تشبیہ مُذْ و مُنْذُ وحَاشَا وخَلَا وعَدَا، ایں حروف در اسم روند آخرش را بجر کنند چوں اَلْمَالُ لِزَیْدٍ۔

ترجمہ | فصل اوّل اسم پر عمل کرنے والے حروف کے بیان میں، اور ان کی پانچ قسمیں ہیں، پہلی قسم: حروف جر یہ سترہ ہیں بَا، مِنْ، اِلٰی، حَتّٰی، فِیْ، لَام، رُبَّ، واو قسم، تائے قسم، عَنْ، عَلٰی، کاف تشبیہ، مُذ، مُنْذ، حَاشَا، خَلَا اور عَدَا، یہ حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے آخر کو جر دیتے ہیں جیسے: اَلْمَالُ لِزَیْدٍ (مال زید کا ہے)۔

سوال(۱): علامہ جرجانیؒ نے عوامل لفظیہ کو کس ترتیب سے بیان کیا ہے اور ان کی

ترتیب کا معیار کیا ہے، پھر حروف عاملہ کو دو فصلوں میں کیوں بیان کیا گیا ہے جواب دیں، نیز حروف جارہ کی تعریف بھی بیان کریں؟

جواب(۱): علامہ جرجانیؒ نے پہلے عوامل لفظیہ کی تین قسموں میں سے عوامل حروف کو بیان کیا پھر عوامل افعال کو اور آخر میں عوامل اسماء کو بیان کیا ہے اس لیے کہ عوامل حروف سب سے زیادہ ہیں اور عوامل افعال سات ہیں اور عوامل اسماء دس ہیں اور چونکہ مصنفؒ نے ترتیب میں زیادتی کو معیار بنایا ہے اس لیے سب سے پہلے عوامل حروف کو بیان فرمایا لیکن پھر اس کے بعد عوامل اسماء کو بیان کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ وہ دس ہیں نہ کہ عوامل افعال کو جو کہ سات ہیں تو یہ اس لیے کیا کہ عمل کرنے میں افعال اصل ہیں اور اسماء افعال کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو عمل کرنے میں فعل اصل ہوا اور اسم اس کی فرع اور اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے اس لیے عوامل افعال کو عوامل اسماء پر مقدم کیا۔

پہلے باب میں مصنفؒ نے دو فصلیں بیان فرمائی ہیں اس لیے کہ عمل کرنا معرب میں ہوتا ہے اور معرب دو چیزیں ہیں اسم متمکن اور فعل مضارع، پس پہلی فصل میں تو ان عوامل حروف کا بیان ہوگا جو اسم متمکن میں عمل کرتے ہیں اور دوسری فصل میں وہ عوامل حروف بیان کیے جائیں گے جو فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں۔

جرٌ (ن) جرًا معنی کھینچنا، اور اصطلاح میں حروف جارہ وہ حروف ہیں جو فعل یا معنی فعل کو کھینچ کر اپنے مدخول تک پہونچادیں جیسے: ذَهَبْتُ إِلَى دِيوبَند، یا أَنَا ذَاهِبٌ إِلَى دِيوبَند تو دیکھو کہ إلی حرف جار نے فعل یعنی جانے کے معنی کو اپنے مدخول دیوبند تک پہنچا دیا ہے اسی وجہ سے حروف جارہ کو "صلات" بھی کہتے ہیں، نیز یہ حروف اپنے مدخول (اسم) کو جر دیتے ہیں، چاہے جر لفظی ہو جیسے: اَلْمَالُ لِزَيْدٍ یا

جر تقدیری ہو جیسے: الکِتابُ لِمُوسٰی میں یا جر محلی ہو جیسے: مَرَرْتُ بأولٰئِكَ میں۔

سوال (۲): تمام حروف جر کو ان کے مشہور معانی کے ساتھ مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): حروف جارہ میں سے با بہت سے معانی کے لیے آتا ہے جو نحو کی دوسری کتابوں میں (انشاء اللہ) پڑھو گے البتہ یہاں اس کے چند مشہور معانی بیان کیے جاتے ہیں (۱) الصاق یعنی ملانے کے لیے آتا ہے چاہے تو الصاق یعنی ملنا ملانا مجازاً ہو جیسے: مررت بزید میں زید کے پاس سے گزرا کہ زید سے ملنا یہاں مجازاً ہے اس لیے کہ آپ زید کے جسم سے مس ہو کر نہیں گذرے بلکہ وہ جہاں بیٹھا ہے اس جگہ کے قریب سے گذرے ہیں اور کبھی یہ ملنا حقیقتاً ہوتا ہے جیسے: به داءٌ اس کے ساتھ بیماری لگی ہوئی ہے کہ یہاں بیماری حقیقتاً اس سے ملی ہوئی ہے (۲) تعدیہ یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ میں زید کو لے گیا (۳) استعانت کے لیے بھی آتا ہے جیسے: كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ میں نے قلم کے ذریعہ (اس کی مدد سے) لکھا (۴) مصاحبت کے لیے بھی آتا ہے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (۵) مقابلہ کے لیے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مقابلہ میں رکھنا جیسے: اشْتَرَيْتُ الجَامُوسَ بِعَشَرَةِ الآفٍ میں نے بھینس دس ہزار کے مقابلہ میں بیچی (۶) کبھی تعلیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ظَلَمْتَ نَفْسَكَ بِالْغِيَابِ عَنِ الدَّرْسِ تم نے سبق سے غیر حاضر رہنے کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا، نیز کبھی باء زائدہ بھی ہوتی ہے جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِغَائِبٍ، زید غیر حاضر نہیں ہے کہ اصل میں لَيْسَ زَيْدٌ غَائِبًا ہے باء زائدہ ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہیں البتہ عمل کر رہا ہے۔

"مِنْ" فعل کی ابتدا بتانے کے لیے آتا ہے جیسے: سِرْتُ مِنْ سَهَارَنْفُوْر

میں سہارنپور سے چلا یعنی کہ میرے چلنے کی ابتداء سہارنپور سے ہوئی "اِلٰی" فعل کی انتہا بتانے کے لیے آتا ہے جیسے: وَصَلْتُ اِلٰی تَرکیسر، میں ترکیسر پہنچا کہ میرے پہنچنے کی انتہا ترکیسر تک ہوئی "حَتّٰی" بھی انتہائے فعل کے لیے آتا ہے جیسے: قَرَأْتُ البَارِحَةَ حَتّٰی الصَّبَاحِ میں نے گذشتہ رات صبح تک پڑھا، حتی اور اِلٰی دونوں انتہائے فعل کے لیے آتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور اِلٰی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: ذَهَبْتُ اِلَيْهِ میں اس کے پاس گیا لیکن امام مبرد نحویؒ کے نزدیک حتیٰ بھی اسم ضمیر پر داخل ہوتا ہے جیسے: شاعر کا قول ہے۔ ؎

فَلَا وَاللّٰهِ لَا يَبْقٰى أُنَاسٌ ❁ فَتًى حَتَّاكَ يَا ابْنَ أَبِي زِيَادِ

ترجمہ: پس نہیں اللہ کی قسم لوگ (ہمیشہ) نوجوان نہیں رہیں گے یہاں تک کہ تو بھی اے ابن ابی زیاد (ہمیشہ نوجوان نہیں رہے گا بلکہ ایک دن بوڑھا ہو جائے گا)

"فِي" ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے: الطَّالِبُ فِي الْفَصْلِ (طالب علم درس گاہ میں ہے) الْمَاءُ فِي الْكَأْسِ (پانی گلاس میں ہے) اور کبھی "علٰی" کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ (میں ضرور بالضرور تم کو کھجور کے درخت کی شاخوں پر سولی دوں گا) "لام" اختصاص کے لیے آتا ہے جیسے: القَلَمُ لِزَيْدٍ قلم زید کے لیے ہے اور الْحَمْدُ لِلّٰهِ تعریف اللہ کے لیے خاص ہے اور کبھی تعلیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے: ضَرَبْتُهُ لِلتَّادِيْبِ میں نے ادب سکھانے کے لیے اس کی پٹائی کی۔ "رُبَّ" تقلیل کے لیے آتا ہے جیسے: رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ میں کم ہی کسی شریف آدمی سے ملا ہوں اور کبھی تکثیر کے لیے آتا ہے جیسے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (بسا اوقات وہ لوگ چاہتے ہیں جو کافر

ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے) "واؤ" قسم کے لیے آتا ہے جیسے: وَاللّٰہِ لَاَنْصُرَنَّ بکاً (اللہ کی قسم میں ضرور بضرور محتاج کی مدد کروں گا) "تاء" بھی قسم کے واسطے آتا ہے جیسے: تَاللّٰہِ لَاَخْدِمَنَّ الْقَوْمَ (اللہ کی قسم میں ضرور بضرور قوم کی خدمت کروں گا) مگر واؤ کا استعمال اور تاء میں فرق یہ ہے کہ واؤ لفظ اللہ اور غیر اللہ دونوں کے لیے صحیح ہے جیسے: واللّٰہِ والرّحمٰن مگر تاء لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے پس تالرّحمٰن نہیں کہہ سکتے۔ "عن" مجاوزت کے لیے آتا ہے جیسے: اَخَذْتُ القَلَمَ عَنْ زیدٍ میں نے زید سے قلم لیا، اور "علی" استعلاء کے لیے آتا ہے جیسے: الخَطِیْبُ علَی المِنْبَرِ خطیب منبر پر ہے، "کاف" تشبیہ کے لیے آتا ہے جیسے: حَبِیْبِیْ کَا لْقَمَرِ میرا دوست چاند کی طرح ہے، "مُذ اور مُنذُ" دونوں ابتدائے فعل کو بتانے کے لیے آتے ہیں جیسے: ما رأیتُہٗ مذ یوم الجمعۃِ او مُنذُ یوم العِیدِ میں نے اس کو جمعہ کے دن سے یا عید کے دن سے نہیں دیکھا اور کبھی دونوں زمانۂ حال میں ظرفیت کے لیے بھی آتے ہیں جیسے: مَا لَقِیتُہٗ مُذْ یَومِنَا اَوْ مُنْذُ شَہْرِنَا اَیْ فِی یَومِنَا وَ فِی شَہْرِنَا میں نے اس کو آج یا اس مہینہ میں نہیں دیکھا، "حَاشَا، خلا، عدا" تینوں استثناء کے لیے آتے ہیں جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ وَخَلا عَمْرٍو وعَدَا بَکْرٍ، زید، عمرو و بکر کے علاوہ پوری قوم آئی۔

سوال (۳): رُبَّ میں کل کتنی لغات ہیں بالتفصیل بیان کریں، اور بتائیں کہ کیا ان سترہ کے علاوہ اور بھی حروف جارہ ہیں؟

جواب (۳): رُبَّ میں ایک قول کے مطابق آٹھ لغات ہیں[1] (۱) رُبَّ (۲) رُبَ (۳) رُبَّۃَ (۴) رُبَّتَ (۵) رُبْ (۶) رُبُ (۷) رَبَّ (۸) رَبَ اور ایک قول کے

---

[1] حاشیہ نحو میر۔

مطابق سولہ لغات آتی ہیں[1] (۱) رُبَّ (۲) رُبَ (۳) رَبَّ (۴) رَبَ (۵) رُبَّتَ (۶) رُبَتَ (۷) رَبَّتَ (۸) رَبَتَ (۹) رُبَّتْ (۱۰) رُبَتْ (۱۱) رَبَّتْ (۱۲) رَبَتْ (۱۳) رُبْ (۱۴) رَبْ (۱۵) رُبُّ (۱۶) رُب، یہ دنیا کی تمام زبانوں میں عربی زبان کے امتیاز واختصاص اور اس کی آفاقیت وعالمگیریت کی ایک ادنی جھلک ہے۔

ان سترہ حروف جارہ کے علاوہ چار حروف جارہ اور بھی آتے ہیں جو مشہور نہیں ہیں[2] (۱) کَیْ اور اس کا مجرور اکثر مائے استفہام ہوتا ہے جیسے: کَیْمَهْ قُلْتَ اَیْ لِاَیِّ غَرَضٍ قُلْتَ اور کبھی اس کا مجرور مائے مصدریہ ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول: تُرْجَی الْفَتٰی کَیْمَا یَضُرُّ وَیَنْفَعُ اَیْ لِلضَّرَرِ وَالنَّفْعِ (۲) لَاتَ اور اس کا مجرور ظرف زمان ہوتا ہے جیسے: لَاتَ حِیْنٍ (۳) لَوْلَا جبکہ اس کا مجرور ضمیر ہو جیسے: لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم مؤمن ہوتے (۴) لَعَلَّ لغت بنی عُقیل میں جارہ ہوتا ہے جیسے: لَعَلَّ أَبِیْ الْمِغْوَارِ مِنْكَ قَرِیْبٌ۔

تمام حروف جارہ کو متعلق کی ضرورت پڑتی ہے سوائے چند حروف کے جیسے: رُبَّ، حَاشَا، خَلَا، عَدَا اور وہ حرف جر جو زائد ہو اور غیر مشہورہ میں سے لَاتَ، لَوْلَا، لَعَلَّ کہ ان کو متعلق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ اس سے بے نیاز ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حرف جر کو حذف کر دیتے ہیں اور مجرور کو منصوب کر دیتے ہیں اس کو منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں جیسے: وَاخْتَارَ مُوسٰی قَوْمَهٗ اَیْ مِنْ قَوْمِهٖ۔

دوم حروف مشبہ بفعل وآں شش است اِنَّ و اَنَّ و کَاَنَّ و لٰکِنَّ و لَیْتَ و لَعَلَّ ایں حروف را اسمے باید منصوب وخبرے مرفوع چوں اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ زیدرا اسم اِنَّ گویند وقائمٌ را خبر اِنَّ، بدانکہ اِنَّ واَنَّ حروف تحقیق است وکَاَنَّ حرف تشبیہ و

---

[1] حاشیہ ہدایۃ النحو بحوالہ مغنی اللبیب، مجموعہ نحو میر ص: ۱۷۔

[2] حاشیہ ہدایۃ النحو ص: ۱۰۔

لٰکِنَّ حرف استدراک و لَیْتَ حرف تمنی و لَعَلَّ حرف ترجی، سوم: مَا و لَا الْمُشَبَّهَتَانِ بِلَیْسَ وآں عمل لَیْسَ میکنند چنانکہ گوئی مَا زَیْدٌ قائماً، زید اسم مَا ست وقائماً خبر او۔

ترجمہ: دوسری قسم: حروف مشبہ بالفعل یہ چھ ہیں اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ یہ حروف اپنے اسم کو منصوب کرتے ہیں اور خبر کو مرفوع جیسے اِنَّ زَیْداً قائمٌ زید کو اِنَّ کا اسم کہیں گے اور قائم کو اِنَّ کی خبر، واضح رہے کہ اِنَّ اور اَنَّ حروف تحقیق ہیں، کَاَنَّ حرف تشبیہ لٰکِنَّ حرف استدراک لَیْتَ حرف تمنی اور لَعَلَّ حرف ترجی۔

تیسری قسم: مَا و لَا الْمُشَبَّهَتَانِ بِلَیْسَ، یہ دونوں لیس کا عمل کرتے ہیں چنانچہ آپ کہیں گے: مَا زَیْدٌ قائماً، زیدٌ مَا کا اسم ہے اور قائماً اس کی خبر ہے۔

سوال (۱): حروف مشبہ بالفعل کو مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں نیز ان کو کن دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ ان پر کیا عمل کرتے ہیں ہر ایک کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): حروف مشبہ بالفعل کو مشبہ بالفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان حروف کو فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح مشابہت ہے، چنانچہ لفظی مشابہت چار طرح ہے (۱) جس طرح فعل کبھی ثلاثی کبھی رباعی اور کبھی مدغم ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی، رباعی اور مدغم ہوتے ہیں (۲) جس طرح فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ سب بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں (۳) جس طرح فعل کو عموماً دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یعنی فاعل اور مفعول کی اسی طرح ان کو بھی دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یعنی اسم اور خبر کی، (۴) جس طرح فعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور معنی کے اعتبار سے مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف بھی فعل کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ حروف تحقیق اِنَّ اور اَنَّ یہ

تَحْقِیْقٌ اور اَکْدٌ کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، اور حرف تشبیہ کاَنَّ شُبْهَتٌ کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور لکنَّ حرف استدراک اِسْتِدْرَکْتُ کے معنی دیتا ہے اور لَیْتَ حرف تمنی تَمَنَّیْتُ کے معنی پر اور حرف ترجی لعلَّ تَرَجَّیْتُ کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور ان کو ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے یعنی یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے مثالیں سب کی حسب ذیل ہیں۔

اِنَّ اور اَنَّ یہ بات کو مؤکد کرنے کے لیے آتے ہیں جیسے: اِنَّ زیداً عالمٌ بیشک زید عالم ہے، رَأیْتُ اَنَّ زیْداً جَالِسٌ میں نے دیکھا کہ بلاشبہ زید بیٹھا ہوا ہے کاَنَّ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے آتا ہے جیسے: کَاَنَّ زَیْداً اسَدٌ گویا کہ زید شیر ہے لکنَّ یہ وہم اور شبہ کو دور کرنے کے لیے آتا ہے مثلاً زید اور عمرو دونوں ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست ہیں ہمہ وقت دونوں ساتھ ساتھ رہتے ہیں اب مثلاً آپ کے پاس زید آیا تو اس کو دیکھ کر کسی کو وہم ہوا کہ عمرو بھی آیا ہوگا اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے اب آپ اس کے وہم کو لکنَّ کے ذریعہ دور کریں گے اور کہیں گے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لٰکِنَّ عَمْرًوا مَاجَاءَ میرے پاس زید آیا لیکن عمرو نہیں آیا، اور لَیْتَ تمنی کے لیے آتا ہے چاہے تمنا امر ممکن کی ہو یا امر محال کی مگر محبوب شئی کی ہو جیسے: لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ کاش کہ جوانی لوٹ آتی، کہ جوانی کا لوٹنا امر محال ہے مگر محبوب ہے اور لَیْتَ زَیْداً حَاضِرٌ کاش کہ زید حاضر ہوتا کہ زید کا حاضر ہونا امر ممکن ہے، اور لَعَلَّ ترجی کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کے حصول کی امید ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے مگر لَعَلَّ سے صرف امر ممکن ہی کی امید کی جاسکتی ہے خواہ وہ امر ممکن محبوب ہو یا مکروہ۔ جیسے لَعَلَّ زَیْدًا حَاضِرٌ شاید کہ زید حاضر ہو۔

سوال (۲): ماولامشابہ بلیس کومشابہ بلیس کیوں کہتے ہیں اوران کوکن دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اوران پر یہ کیاعمل کرتے ہیں ہرایک کومع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): مَا وَلَامُشَابَه بِلَيْس کومشابہ بلیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو لَيْسَ فعل ناقص کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح سے مشابہت ہے، لفظی مشابہت دوطرح سے ہے (۱) جس طرح لَيْسَ کوایک اسم اورایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے ان کوبھی ایک اسم اورایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے (۲) لَيْسَ جس طرح اپنے اسم کو رفع اور خبر کونصب دیتا ہے یہ بھی اپنے اسم کورفع اور خبر کونصب دیتے ہیں، اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح لَيْسَ نفی کے معنی دیتا ہے یہ بھی نفی کے معنی دیتے ہیں، اوران کا عمل جیسا کہ معلوم ہوگیا ہے یہ اسم کورفع اور خبر کونصب دیتے ہیں جیسے: ما زيدٌ قَائِماً زید کھڑانہیں ہے، مَا تِلْمِيذٌ مُجْتَهِدًا کوئی طالب علم محنتی نہیں ہے، لارجلٌ مُنْطَلِقًا کوئی آدمی چلنے والانہیں ہے۔

مگر مَا ولَا کے عمل کرنے کی چارشرطیں ہیں اگر وہ شرطیں پائی جائیں گی تو یہ عمل کریں گے ورنہ توان کا عمل باطل ہوجائے گا وہ یہ ہیں (۱) ان کا اسم مقدم ہی رہے خبر سے موخر نہ ہو جیسے: مَا قائمٌ زيدٌ، لَا مُنْطَلِقٌ رجلٌ (۲) ما کے بعد اِن زائدہ نہ ہو جیسے: مَا اِن زَيدٌ قائمٌ (۳) ان کی نفی کو اِلَّا حرف استثناء کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو جیسے: ما زَيْدٌ اِلَّا قائِمٌ لارَجُلَ اِلَّا مُنْطَلِقٌ (۴) ان حروف کے ساتھ ان کی خبر کا معمول متصل اور ملا ہوا نہ ہو جیسے: مَا عَمْرًوا زَيْدٌ ضَارِبٌ لَاعَمْرًوا رَجُلٌ ضَارِبٌ کہ ضَارِبٌ خبر کا مفعول بہ عمروا حرف کے ساتھ مل گیا ہے اس لیے ان کا عمل باطل ہوگیا ہے[1]۔

---

[1] دروس النحو: ۱۳۶۔

سوال(۳): اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں کیا فرق ہے نیز ما و لا کا فرق بھی بیان کریں؟

جواب(۳): اِنَّ اور اَنَّ میں فرق یہ ہے کہ اَنَّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر جملہ کا جز بن جاتا ہے جیسے: عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ تو دیکھو اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر عَلِمْتُ کا مفعول بہ بن گیا ہے، یعنی عَلِمْتُ قِیَامَ زَیْدٍ کی تاویل میں ہو گیا، اس کے برخلاف اِنَّ اپنے معمول یعنی اسم وخبر کے ساتھ مصدر کے معنی میں مؤول ہو کر جملہ کا جز نہیں بنتا بلکہ مستقل جملہ ہوتا ہے جیسے: اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ انوکھی تدبیریں کرنے والا اور سب کچھ خبر رکھنے والا ہے) اِنَّ ہمیشہ شروع کلام میں آتا ہے اور اَنَّ درمیان کلام میں آتا ہے مگر اس قاعدہ کے برخلاف اِنَّ کبھی درمیان کلام میں بھی آجاتا ہے جب کہ مصدر قول یا اس سے مشتق کسی بھی کلمہ کے بعد ہو جیسے: قُلْ اِنَّ اللہ واحدٌ یا جبکہ صلہ کے شروع میں ہو جیسے: جاء الَّذِیْ اِنِّیْ اُکْرِمُہٗ وہ شخص آیا کہ جس کا میں اکرام کرتا ہوں[1]۔

ما و لا میں فرق یہ ہے کہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ مثالیں گذری اور لا صرف نکرہ پر داخل ہوتا ہے اگر معرفہ پر آجائے تو عمل باطل ہو جائے گا جیسے: لَا الرَّجُلُ منطلقٌ۔

کبھی ما و لا کی خبر پر حرف جر زائدہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت خبر لفظاً مجرور ہوتی ہے جیسے: ما زیدٌ بقائمٍ، لَا رَجُلٌ بِمُنْطَلِقٍ۔

چہارم لائے نفی جنس اسم ایں لَا اکثر مضاف باشد منصوب وخبرش مرفوع چوں لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِی الدَّارِ واگر نکرہ مفردہ باشد مبنی باشد بر فتحہ چوں

---

[1] معلم الانشا ماول ص: ۱۳۸۔

واگر بعد او معرفہ باشد تکرار لا با معرفۂ دیگر لازم باشد و لا ملغی
لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ
باشد یعنی عمل نہ کند و آں معرفہ مرفوع باشد با بتدا چوں لَا زَیْدٌ عِنْدِیْ وَ لَا عَمْرٌو و
اگر بعد آں لا نکرہ مفردہ باشد مکرر با نکرۂ دیگر درو پنج وجہ روا است چوں لَا حَوْلَ وَ لَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلٌ وَ لَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا
حَوْلٌ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ: چوتھی قسم لائے نفی جنس ہے اس کا اسم اکثر مضاف منصوب ہوتا ہے اور اس کی خبر مرفوع جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِی الدَّارِ (گھر میں مرد کا کوئی بھی عقل مند غلام موجود نہیں ہے) اور اگر نکرۂ مفردہ ہو تو فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے: لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ (گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے) اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو تو "لَا" کا تکرار دوسرے معرفہ کے ساتھ لازم ہوگا اور "لا" ملغی ہوگا یعنی کوئی عمل نہیں کرے گا اور وہ معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے: لَا زَیْدٌ عِنْدِیْ وَ لَا عَمْرٌو (میرے پاس نہ زید ہے اور نہ ہی عمرو) اور اگر اس لا کے بعد نکرۂ مفردہ دوسرے نکرہ کے ساتھ مکرر ہو تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں جیسے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلٌ وَ لَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلٌ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ۔

سوال (۱): لائے نفی جنس کی عمل کرنے کے اعتبار سے کتنی حالتیں ہیں اور کس حالت میں وہ کیا عمل کرتا ہے مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): لائے نفی جنس مطلق جنس کی نفی کے لیے آتا ہے یعنی سرے سے اس چیز کا انکار کرتا ہے جس پر یہ داخل ہوتا ہے مگر اتنا یاد رہے کہ یہ جنس کی نفی نہیں کرتا بلکہ جنس سے متصف صفت کی نفی کرتا ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو نصب

اور خبر کو رفع دیتا ہے اولاً اس کے اسم میں دو احتمال ہیں یا تو اس کا اسم نکرہ ہوگا یا معرفہ، اگر نکرہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف یا شبہ مضاف ہوگا یا بالکل مضاف نہیں ہوگا، پس اگر مضاف یا شبہ مضاف ہو تو یہ پہلی قسم ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوگی، مضاف کی مثال لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ گھر میں مرد کا کوئی عقل مند غلام موجود نہیں ہے، چنانچہ یہاں جنس غلام کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کی صفت یعنی عقل مند ہونے کی نفی ہے اور مطلب یہ ہے کہ گھر میں مرد کا کوئی عقل مند غلام موجود نہیں ہے ہاں کند ذہن اور غبی غلام موجود ہو سکتا ہے، شبہ مضاف کی مثال لَا رَاكِباً فَرَساً مَوْجُودٌ فِي الطَّرِيقِ راستہ میں کوئی بھی گھوڑ سوار موجود نہیں ہے اور اگر لا کا اسم نکرہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ اس کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ آرہا ہوگا یا نہیں، اگر اس کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ نہ آرہا ہو تو یہ دوسری قسم ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کا اسم مبنی بر فتحہ ہوگا اس پر تنوین نہیں آئے گی اور خبر پہلے کی طرح مرفوع رہے گی جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ أَيْ لَا رَجُلَ مَوْجُودٌ فِي الدَّارِ گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے، اور اگر اس اسم نکرہ کے ساتھ ایک اور لا دوسرے نکرہ کے ساتھ آرہا ہو تو یہ تیسری قسم ہے مگر مصنفؒ نے چوتھے نمبر پر بیان کی ہے اس حالت میں لائے نفی جنس کے اسم اور خبر میں اعراب کی چھ صورتیں نکلتی ہیں جن میں سے پانچ جائز ہیں اور ایک ناجائز ہے جیسے: (۱) اسم و خبر دونوں کو مبنی علی الفتح پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (۲) اسم و خبر دونوں کو مرفوع پڑھنا لَا حَوْلٌ وَ لَاقُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ (۳) پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو مبنی علی الفتح پڑھنا لَا حَوْلٌ وَ لَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (۴) پہلے کو مبنی علی الفتح اور دوسرے کو مرفوع پڑھنا لَا حَوْلَ وَ لَاقُوَّةٌ إِلَّا

باللهِ (۵) پہلے کو مبنی علی الفتح اور دوسرے کو منصوب پڑھنا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً إِلَّا بِاللهِ یہ پانچوں صورتیں جائز ہیں، (۶) پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو منصوب پڑھنا لَا حَوْلٌ وَ لَا قُوَّةً إِلَّا بِاللهِ یہ چھٹی صورت جائز نہیں ہے۔

پہلی صورت میں " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ " دونوں اسم مبنی بر فتحہ ہیں اس لیے کہ دونوں لا لائے نفی جنس کے ہیں جو اپنے اسم کو مبنی بر فتحہ کرتے ہیں، دوسری صورت " لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ " میں دونوں اسم مرفوع ہیں اس لیے کہ دونوں لا لا مشابہ بلیس ہیں، تیسری صورت " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ " میں پہلا لا نفی جنس کا ہے اور دوسرا مشابہ بلیس اس لیے پہلے نے اپنے اسم کو مبنی بر فتحہ کیا اور دوسرے نے اپنے اسم کو رفع دیا، چوتھی صورت " لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ " اس کا برعکس ہے کہ پہلا لا مشابہ بلیس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو رفع دیا اور دوسرا لائے نفی جنس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو مبنی بر فتحہ کیا' پانچویں وجہ " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً " میں پہلا لائے نفی جنس ہے اس لیے اس نے اپنے اسم کو مبنی بر فتحہ کیا اور دوسرا لا زائدہ ہے اس نے کوئی عمل نہیں کیا اور قوۃ پر نصب اس وجہ سے آیا کہ وہ حول پر معطوف ہے اور معطوف علیہ کا جو اعراب ہوتا ہے وہی معطوف کا بھی ہوتا ہے اور معطوف علیہ حول منصوب ہے اس لیے معطوف بھی منصوب ہوا پھر اشکال ہوتا ہے کہ حَوْلَ تو مبنی ہے لہٰذا اس کا معطوف بھی مبنی ہونا چاہیے تھا حالانکہ قُوَّةً معرب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حَوْلَ بھی اصل تو معرب ہی تھا لائے نفی جنس نے آ کر اس کو مبنی بنا دیا گویا کہ وہ عارضی مبنی ہوا اور عارضی مبنی ہونے کی وجہ سے اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے معطوف کو بھی مبنی بنا دے، البتہ اعراب اس کو معطوف علیہ کا مل گیا، پس یہ پانچ صورتیں جائز ہیں اور چھٹی صورت لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةً جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں پہلا لا مشابہ

بلیس ہوگا اس لیے اس نے اپنے اسم کو رفع دیدیا لیکن دوسرے لا کو اگر لائے نفی جنس
مانیں تو اس کا اسم مبنی بر فتحہ ہونا چاہیے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر اس کو مشابہ بلیس
مانیں تو اس کا اسم مرفوع ہونا چاہیے تھا مگر مرفوع بھی نہیں اور اگر لا کو زائدہ مانیں تو
اس صورت میں پہلے سے عطف ہوتا اور پہلا مرفوع ہے اس لیے یہ بھی مرفوع ہوتا
حالانکہ مرفوع بھی نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ لا زائدہ بھی نہیں ہے پس اس کی کوئی وجہ
اعرابی سمجھ میں نہیں آتی اس لیے یہ صورت ناجائز ہے۔

اور اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو یہ چوتھی قسم ہے مگر مصنفؒ نے اس کو
تیسرے نمبر پر بیان کیا ہے اس صورت میں ایک اور لا کا دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا
لازم ہے اور لا ملغی ہو جائے گا یعنی اس کا عمل باطل ہو جائے گا وہ کچھ عمل نہیں کرے گا
بلکہ اس صورت میں دونوں معرفے مرفوع ہوں گے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور مبتدا
میں عامل معنوی عمل کرتا ہے تو اس صورت میں ان میں بھی عامل معنوی ابتدا عمل
کرے گا جیسے: لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَلَا عَمْرٌو نہ میرے پاس زید ہے اور نہ عمرو ہے۔

سوال (۲): لائے نفی جنس کی چاروں قسموں کی مثالوں کی ترکیب کریں اور بتائیں
کہ دوسری حالت میں لا کا اسم مبنی کیوں ہوتا ہے اور تیسری حالت میں لا کا تکرار
دوسرے معرفہ کے ساتھ کیوں ضروری ہے نیز ساتھ میں لائے نفی جنس کے عمل
کرنے کی شرطیں بھی بیان کریں؟

جواب (۲): پہلی قسم کی مثال "لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ" کی ترکیب
اس طرح ہے کہ لا لائے نفی جنس غلام مضاف اور رجل مضاف الیہ دونوں مل کر لا کا اسم
ہوئے ظریف لا کی خبر اول فی حرف جار الدَّارِ مجرور دونوں مل کر متعلق ہوئے موجودٌ
صیغہ صفت محذوف کے موجودٌ صیغہ صفت محذوف اپنے متعلق سے مل کر خبر ثانی ہوا

لائے نفی جنس کی پس لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر اول وخبر ثانی سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا مثال میں "فی الدار" کو ظریف سے متعلق نہیں کر سکتے ورنہ تو ترجمہ میں خرابی لازم آئے گی اس لیے کہ اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ مرد کا کوئی غلام گھر میں عقل مند نہیں ہے تو کیا باہر عقلمند ہوگا؟ یعنی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی گھر میں رہے تو عقلمند نہ ہو اور باہر عقلمند ہو، نہیں بلکہ عقل مندی فطری چیز ہے وہ ہر وقت آدمی کے اندر پائی جاتی ہے آدمی گھر میں ہو یا باہر پس اسی لیے ہم نے یہاں اس کا متعلق محذوف نکالا ہے اور اصل مثال یوں ہے "لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ موجودٌ فی الدارِ"۔

نیز ایک دوسری ترکیب اس طرح بھی ذہن میں آتی ہے کہ ظَرِیْفٌ کو رَجُلٍ کی صفت بنائی جائے اور فِی الدَّارِ مَوْجُوْدٌ محذوف ہی سے متعلق ہو اور عبارت یوں ہو "لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٍ مَوْجُوْدٌ فِی الدَّارِ" عقل مند آدمی کا کوئی غلام گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں عقلمند ہونا مرد کی صفت ہوگی نا کہ غلام کی۔ واللہ اعلم۔

دوسری قسم کی مثال "لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ" کی ترکیب اس طرح ہے کہ لَا لائے نفی جنس ہے رَجُلَ اس کا اسم ہے فِی الدَّارِ جار مجرور سے مل کر موجودٌ صیغۂ صفت محذوف سے متعلق ہے موجود محذوف اپنے متعلق سے مل کر لا کی خبر ہوئی پس لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تیسری قسم کی مثال "لَا زَیْدٌ عِنْدِی وَ لَا عَمْرٌو" کی ترکیب یہ ہے کہ لا لائے نفی جنس ملغٰی (بیکار) ہے زید معطوف علیہ واؤ حرف عطف پھر لا ملغٰی یعنی بیکار ہے اور عمرو معطوف ہے پس زید معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا ہوا اور عندی مضاف مضاف الیہ سے مل کر متعلق ہے مَوْجُوْدَانِ صیغۂ صفت محذوف کے

پس موجود اِن محذوف اپنے متعلق سے مل کر خبر ہوئی پھر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

چوتھی قسم "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" اصل محذوف عبارت اس طرح ہے "لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ثَابِتٌ لِأَحَدٍ إِلَّا بِقُوَّةِ اللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ ثَابِتٌ لِأَحَدٍ إِلَّا بِعَوْنِ اللّٰهِ" اب ترکیب اس طرح ہوگی۔ لَا لائے نفی جنس ہے حَوْلَ مصدر شبہ فعل ہے عَنْ حرف جار ہے مَعْصِيَةِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر حول سے متعلق ہوا حول مصدر شبہ فعل اپنے متعلق سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم ہوا ثَابِتٌ صیغۂ صفت، لام حرف جار أحد مجرور سے مل کر مستثنیٰ منہ ہوا إلا حرف استثناء، با حرف جار قُوَّةِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر مستثنیٰ ہوا پھر مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر متعلق ہوا ثابتٌ صیغۂ صفت سے ثابتٌ صیغۂ صفت اپنے متعلق سے مل کر لائے نفی جنس کی خبر ہوئی پس لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا دوسرے جز کی ترکیب ہو بہو اسی طرح ہوگی۔

لائے نفی جنس کی دوسری قسم جب کہ لا کا اسم نکرۂ مفردہ ہو (یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو مفرد کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تثنیہ و جمع نہ ہو بلکہ تثنیہ و جمع ہو سکتا ہے جیسے: لَا رَجُلَيْنِ فِي الدَّارِ یا لَا مُسْلِمِيْنَ فِي الدَّارِ یہ دونوں مثالیں حالت نصبی پر مبنی ہیں) تو اس صورت میں لا کا اسم مبنی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ جملہ "لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ" حقیقت میں سوال کا جواب ہے سائل نے سوال کیا کہ "هَلْ مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ؟" کیا گھر میں کوئی آدمی موجود ہے؟ تو اس کے جواب میں "لَا مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ" کہنا چاہیے تھا لیکن جواب دینے والے نے اختصار کی غرض سے "مِنْ"

کو حذف کر دیا اور "لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ" کہہ دیا تو چونکہ اصل میں رَجُلٌ پر مِنْ حرف جر داخل تھا اور حرف مبنی اصل ہے تو اگر چہ وہ رَجُلٌ سے حذف ہو گیا لیکن اپنے مبنی ہونے کا اثر چھوڑ گیا، جو رجلٌ پر ظاہر ہوا اس لیے لا کا اسم مبنی ہو گیا مگر اس کو مبنی برفتحہ کے بجائے مصنفؒ "مبنی بر حالت نصب" کہتے تو اچھا تھا تا کہ تثنیہ و جمع کی مثالیں بھی شامل ہو جاتیں اس لیے کہ وہ مبنی رفتحہ نہیں ہیں بلکہ تثنیہ یائے ماقبل مفتوح پر اور جمع یائے ماقبل مکسور پر مبنی ہے۔

تیسری صورت میں جب کہ لا کا اسم معرفہ ہو تو اس وقت ایک اور لا کا دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا ضروری اس وجہ سے ہے کہ لا اصل میں جنس کی نفی کے لیے ہے اور جنس میں عموم ہوتا ہے اس لیے لا کے اسم میں عموم ہونا چاہیے اور جب اس کا اسم معرفہ آجائے تو چونکہ معرفہ کی تعیین و تخصیص ہوتی ہے حالانکہ لا کے اسم میں عموم ہونا چاہیے تو اس وقت ایک اور لا کا دوسرے معرفہ کے ساتھ لانا ضروری ہوتا ہے تا کہ اس کے اسم میں تھوڑی بہت عمومیت پیدا ہو جائے اگر پورا عموم نہ آسکے تو عموم کی جھلک ہی آجائے اس لیے کہ "ایک سے بھلے دو"۔ اس وجہ سے دوسرا معرفہ لایا جاتا ہے۔

لائے نفی جنس کے عمل کرنے کی چند شرطیں ہیں اگر وہ پائی جائیں گی تو لا عمل کرے گا ورنہ تو وہ ملغی ہو جائے گا یعنی کچھ عمل نہیں کرے گا بلکہ اس کی حیثیت صرف نفی کی رہ جائے گی وہ شرطیں یہ ہیں (۱) لائے نفی جنس پر کوئی حرف جر داخل نہ ہو جیسے: اِشْتَرَيْتُ الْقَلَمَ بِلَا رِيْشَةٍ (۲) لائے نفی جنس کا اسم اور خبر دونوں معرفہ ہوں نکرہ نہ ہوں جیسے: لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَ لَا عَمْرٌو پس اسم معرفہ ہے اس لیے اس کا عمل باطل ہو گیا (۳) لائے نفی جنس اور اس کے اسم کے درمیان فصل نہ ہو جیسے:

لا فِی الدَّارِ رَجُلٌ وَلَا اِمْرَأَۃٌ۔

پنجم حروف نداوآں پنجست یَا و اَیَا و ھَیَا و اَیْ وہمزہ مفتوحہ وایں حروف منادی مضاف رانصب کنند چوں یَا عَبْدَ اللّٰہِ ومشابہ مضاف راچوں یَا طَالِعاً جبلاً ونکرہ غیر معین راچنانکہ اعمیٰ گویدیَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ ومنادیٰ مفردمعرفہ مبنی باشدبر علامت رفع چوں یَازَیْدُ و یَا زَیْدَانِ و یَامُسْلِمُوْنَ و یَا مُوسیٰ و یَا قَاضِیْ بدانکہ اَیْ وہمزہ برائے نزدیک ست واَیَا و ھَیَا برائے دور،ویَا عام ست۔

ترجمہ: پانچویں قسم حروف ندایہ پانچ ہیں یَا، اَیَا، ھَیَا، اَیْ اورہمزہ مفتوحہ، یہ حروف منادی مضاف کونصب دیتے ہیں جیسے: یَا عَبْدَاللّٰہِ (اے عبداللہ!) اور مشابہ مضاف کوجیسے: یَا طَالِعاً جَبَلاً (اے پہاڑ پر چڑھنے والے) اورنکرہ غیرمعین کوجیساکہ نابینا کہے: یَا رَجُلاً خُذْبِیَدِیْ (اے شخص میراہاتھ پکڑ) منادی مفرد معرفہ رفع کی علامت پر مبنی ہوگا جیسے: یَازَیْدُ و یَا زَیْدَانِ و یَامُسْلِمُوْنَ و یَا مُوسیٰ و یَا قَاضِیْ، واضح ہوکہ اَیْ اورہمزہ نزدیک کے واسطے ہیں،اَیَا، ھَیَادور کے لیے ہیں اوریَا عام ہے۔

سوال(۱): نداورمنادی کی تعریف کریں نیزحروف ندا کے عمل کی چاروں صورتوں کومع مثال بیان کریں؟ نیز بتائیں کہ حروف ندا کے باب میں علمائے نحوکا کیااختلاف ہے؟

جواب(۱): حروف نداوہ حروف ہیں جن کے ذریعے کسی کوآوازدے کراپنی جانب متوجہ کیا جائے جس کوآوازدیں گے اس کومنادی کہتے ہیں حروف ندا پانچ ہیں۔

یا،اَیا،ھیا،اَی،ھمزہ مفتوحہ۔

منادی کی اعراب کے اعتبار سے چارحالتیں ہیں(۱) منادی کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہورہی ہو یعنی منادی مضاف ہوتو اس صورت میں منادی

منصوب ہوگا جیسے: یا عبداللّٰہِ یا ستّارَ العُیُوبِ یا رسولَ اللّٰہِ (۲) منادی مشابہ مضاف ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے: یا طالعاً جبلاً اے پہاڑ کے چڑھنے والے، یا راکباً درّاجۃً اے سائیکل کے سوار (۳) منادی نکرہ غیر معین ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے: کوئی نابینا شخص کہے: یا رجلاً خُذ بِیَدِی اے شخص میرا ہاتھ پکڑ یا جیسے مؤذن بمائے کوچے پکارے: الصلاۃ الصلاۃ یا مُصَلِّیْنَ [2] نماز نماز کے لیے چلو اے نمازیو (۴) منادی مفرد ہو یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور معرفہ ہو خواہ پہلے سے معرفہ ہو جیسے: یا زیدُ یا حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوا ہو جیسے: یا ولدُ تو اس صورت میں منادی علامت رفع [3] پر مبنی ہوگا جیسے: یا زیدُ یا زیدانِ، یا مُسلِمُوْنَ، یا مُوسیٰ، یا قاضِیْ۔

حروف ندا کے باب میں علمائے نحو کا اختلاف ہے علامہ سیبویہؒ کا قول یہ ہے کہ منادی کو نصب دینے والا ایک فعل ہوتا ہے جو مقدر ہوتا ہے اور منادی اس فعل مقدر کا مفعول بہ ہوتا ہے جیسے: یا زیدُ کہ اس کی اصل یَدْعُوا زیداً ہے یہاں اَدْعُو فعل مقدر ہے جو زیداً کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دے رہا ہے، پھر فعل کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، دوسرا مذہب علامہ مبردؒ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حروف ندا خود فعل کے معنی میں ہیں یعنی اس کے قائم مقام ہیں، پس وہ منادی کو مفعول بہ ہونے کی

---

[1] الکافیہ مع شرح یمانی ص: ۵۷۔

[2] اس لیے کہ جب مؤذن گلی میں چلتے ہوئے نمازیوں کو پکارے گا تو اس کے نزدیک کوئی متعین نہیں ہوگا۔

[3] علامت رفع مختلف صورتوں میں ہوتی ہے یا زیدُ ضمہ پر رفع لفظی ہے یا زیدانِ میں الف لون رفع کی علامت کی شکل میں مبنی ہے یا مُسلِمُوْنَ میں واؤ نون کی شکل میں مبنی ہے اور یا موسیٰ رفع تقدیری پر مبنی ہے اور یہاں اعراب کا لفظوں میں آنا محال ہے اور یا قاضِیْ بھی رفع تقدیری پر مبنی ہے مگر اس میں اعراب کا لفظوں میں آنا محال نہیں البتہ ثقالت کا باعث ہے یہ فرق ہے۔

وجہ سے نصب دیتے ہیں، تیسرا مذہب امام ابوعلیؒ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حروف ندا اسمائے افعال ہیں، بہر حال خلاصہ یہ نکلا کہ یا زید سب کے نزدیک جملہ ہے لیکن منادی جملہ کے دونوں جز مسند ومسند الیہ میں سے کوئی سا بھی جز نہیں ہے بلکہ امام سیبویہ کے نزدیک جملہ کے دونوں جز مسند (فعل) اور مسند الیہ (فاعل) مقدر ہیں اور امام مبردؒ کے نزدیک حرف ندا جملہ کے ایک جز (فعل) کے قائم مقام ہے اور فاعل ضمیر انا اس میں مقدر ہے اور امام ابوعلیؒ کے نزدیک جملہ کا جز ومسند یعنی حرف ندا بمعنی اسم فعل ہے جو مذکور ہے اور دوسرا جز فاعل اس میں ضمیر مستتر[1] ہے۔

سوال (۲): مشابہ مضاف کو مشابہ مضاف کیوں کہتے ہیں، نیز نکرہ کے ساتھ غیر معین کی قید اور پھر اس کی مثال میں اعمیٰ کی قید کیوں لگائی گئی اور یہ بھی بتائیں کہ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم کیوں ہوتا ہے؟

جواب (۲): مشابہ مضاف وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ ایسی چیز کا تعلق ہو کہ جس کے بغیر اس اسم کے معنی ناتمام رہتے ہوں اور ان میں یہ تعلق نہ تو اضافت کی وجہ سے ہو اور نہ ان میں سے ایک کے موصول اور دوسرے کے صلہ بننے کی وجہ سے ہو بلکہ یہ تعلق ان میں سے ایک کے عامل دوسرے کے معمول بننے کی وجہ سے ہو، یعنی پہلا اسم دوسرے میں عمل کر رہا ہو چاہے اس کو فاعل بنا رہا ہو جیسے: یَارَفِیْقاً بِالْعِبَادِ، یَا مُسْرِفاً فِی مَالِہٖ، یا یہ تعلق ان میں سے پہلے کے معطوف علیہ اور دوسرے کے معطوف بننے کی وجہ سے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں کسی ایک چیز کا نام رکھ دیئے گئے ہوں جیسے: یَا تمراً و زیداً، یا ثلاثۃً و ثلاثین، یا یہ تعلق ان میں پہلے کے موصوف دوسرے کے صفت بننے کے وجہ سے ہو مگر اس

[1] فوائد ضیائیہ ص: ۹۷۔
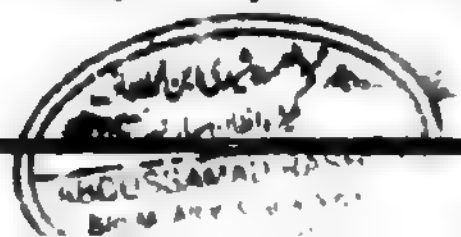
شرط کے ساتھ کہ صفت جملہ یا ظرف واقع ہو جیسے: یَا حَافِظاً لَا یَنْسیٰ اے وہ حافظ جو کہ بھولتا نہیں ہے، یَا شَاعِراً لَا شَاعِرَ الْیَوْمَ مِثْلَهٗ اے وہ شاعر کہ جس کے مانند آج کوئی شاعر نہیں۔

اس کو مشابہ مضاف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مابعد میں عمل کرتا ہے اور اس کے بغیر اس کے معنی نا تمام رہتے ہیں، گویا کہ یہ اپنے معنی کے مکمل اور تمام ہونے میں اس دوسرے کا محتاج ہے اسی طرح جیسا کہ مضاف مضاف الیہ میں عمل کرتا ہے اور اس کے معنی مضاف الیہ کے بغیر نا تمام اور ادھورے رہتے ہیں، پس اس کو مضاف کے ساتھ مشابہت ہوئی۔

نکرۂ غیر معین میں نکرہ کے ساتھ غیر معین کی قید اس لیے لگائی کہ اصل تو جب نکرہ پر حرف ندا داخل کر دیا جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے مگر یہاں وہ نکرہ مراد ہے کہ حرف ندا کے داخل کرنے کے بعد بھی وہ غیر معین ہی رہے معرفہ نہ بنے اور ایسا کبھی ہو نہیں سکتا کہ آدمی کسی کو آواز دے اور وہ متعین نہ ہو اس لیے کہ جب کسی کو آواز دی جاتی ہے تو دیکھ کر یا تعیین کے ساتھ آواز دی جاتی ہے، کیا کبھی اس شخص کو آواز دی جاتی ہے جو سامنے نہ ہو اور نظر نہ آ رہا ہو بلکہ اگر کوئی آدمی ہندوستان میں رہ کر اپنے بیٹے کو آواز دے اس حال میں کہ وہ سعودی عرب میں ہو تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے، پس جب بھی ندا لگائی جاتی ہے تو دیکھ کر لگائی جاتی ہے جس کی وجہ سے منادی متعین ہو جاتا ہے چنانچہ اسی لیے مصنفؒ نے اعمٰی کی قید لگائی اس لیے کہ جب نابینا کسی کو آواز دے گا تو وہ دیکھ کر نہیں پکارے گا بلکہ محض پاؤں کی آہٹ پا کر یا شور شرابہ کی آواز سن کر پکارے گا جیسے: یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِی اے مرد میرا ہاتھ پکڑ لے، تو بظاہر رجلاً حرف ندا لگ کر وہ معرفہ اور متعین ہو گیا مگر اس نابینا شخص کے نزدیک اب بھی

وہ غیر متعین ہی ہے اس لیے کہ اس نے کسی مخصوص آدمی کو آواز نہیں دی بلکہ جو بھی ہو آکر ہاتھ پکڑ لے اور راستہ دکھادے اس کے برخلاف اگر یہی جملہ کوئی آنکھوں والا آدمی کہے تو اس کے نزدیک نکرہ متعین ہو جائے گا اس لیے کہ وہ دیکھ کر آواز دے گا۔

منادی مفرد معرفہ مبنی علی الضم اس لیے ہوتا ہے کہ یَا زَیْدُ بمعنی ''اَدْعُوْكَ'' ہے کاف ضمیر کو ایک حرفی ہونے میں کاف حرف جر کے ساتھ مشابہت ہے لہٰذا مشابہت کی وجہ سے کاف ضمیر کو مبنی کر دیا، اور اب زید مفرد معرفہ اس کاف کی جگہ آیا تو مبنی کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کو بھی مبنی کر دیا پھر اس کو مبنی علی الضم اس لیے کیا کہ اگر چہ مبنی کا اصل اعراب سکون ہے مگر وہ حروف کے ساتھ خاص ہے پھر اگر فتحہ دیتے تو چونکہ بعض اوقات منادی کے آخر میں الف اشباع لاتے ہیں جیسے: یَازَیْدَا اور پھر الف کو حذف کر کے یَازَیْدَ فتحہ کے ساتھ بولتے ہیں تو مبنی برفتحہ کی صورت میں منادی کی اس شکل سے التباس لازم آتا، اور اگر کسرہ دیتے تو منادی مضاف بسوئے یائے متکلم جیسے یَاغُلَامِی سے اس صورت میں التباس لازم آتا جبکہ یا کو حذف کر کے کسرہ کے ساتھ یَا غُلَامِ کہتے ہیں، اس لیے مبنی برضمہ ہی کیا۔

پھر اعتراض ہوتا ہے کہ مضاف اور شبہ مضاف بھی تو کاف ضمیر مبنی کے محل میں واقع ہوتے ہیں ان کو مبنی کیوں نہ کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ مضاف وشبہ مضاف کاف ضمیر کے محل میں واقع ہوتے ہیں، مگر چونکہ ان میں اضافت کی وجہ سے معرب و متمکن ہونے کا پہلو زیادہ قوی ہے اس لیے مبنی نہ ہوئے، یا پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر چہ یہ مضاف یا شبہ مضاف کاف ضمیر کے محل میں ہیں مگر چونکہ ان کو کاف کے ساتھ مشابہت تامہ نہیں ہے اس لیے کہ کاف لفظاً مفرد ہے اور یہ اسم مضاف یا شبہ مضاف مفرد نہیں ہیں لہٰذا مبنی نہ ہوں گے، برخلاف منادی مفرد معرفہ کے کہ وہ مفرد ہوتا ہے۔

اور نکرۂ غیر معین تو کاف ضمیر کے محل میں ہی واقع نہیں ہے اس لیے کہ کاف ضمیر تو مخاطب متعین کے لیے ہے اور وہ غیر متعین ہے۔

سوال (۳): اسم منقوص کے باب میں امام یونسؒ نحوی کی کیا رائے ہے، نیز حرف ندا "یا" میں علمائے نحو کا کیا اختلاف ہے اور ساتھ ساتھ ندا و منادیٰ کے متعلق بھی ضروری تفصیل بیان کریں؟

جواب (۳): اسم منقوص کے بارے میں امام یونس نحوی کا مذہب یہ ہے کہ اسم منقوص اگر نکرہ ہو تو اس کے منادیٰ ہونے کی صورت میں آخر سے یا کو حذف کر دیا جائے گا، چناں چہ یاقاضِ یا داعِ کہا جائے گا البتہ جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ یاء باقی رہے گی جیسے: یَا قَاضِی یَا دَاعِی وغیرہ۔

اَیْ و ہمزہ مفتوحہ ندائے قریب کے لیے ہیں اور اَیَا وھَیَا ندائے بعید کے لیے ہیں اور یا کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ زمخشری صاحب" تفسیر کشاف کا قول یہ ہے کہ یا دور کے لیے ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ہم لوگ رات دن یا اللہ یارب بولتے ہیں اگر یہ دور کے لیے ہوتا تو اللہ کے لیے نہ بولا جاتا اس لیے کہ اللہ تو قریب ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) معلوم ہوا کہ یا قریب کے لیے ہے، لیکن مصنفؒ نے درمیانی راہ اختیار فرمائی اور کہا کہ یا عام ہے یعنی قریب و بعید دونوں کے لیے آتی ہے۔

یاد رہے کہ اگر منادیٰ معرف باللام ہو تو مذکر ہونے کی صورت میں ندا اور منادیٰ کے درمیان اَیُّهَا بڑھاتے ہیں جیسے: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ اور منادیٰ کے مؤنث ہونے کی صورت میں اَیَّتُهَا بڑھاتے ہیں جیسے: یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ

الْمُطْمَئِنَّةُ مگر لفظ اللہ اگرچہ معرف باللام ہے مگر اس پر صرف یا حرف ندا آئے گی جیسے: یا اللہ البتہ کبھی دعا کے موقع پر شروع سے یا کو حذف کر کے آخر میں مَّ لگا دیتے ہیں جیسے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِی، کبھی صرف حرف ندا کو حذف کر دیتے ہیں جیسے: السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِی کہ اصل میں یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ تھا۔

تنبیہ: حروف عاملہ در اسم ان پانچ قسموں کے علاوہ دو اور ہیں مگر مصنفؒ نے ان کو ذکر نہیں کیا چناں چہ حروف عاملہ در اسم کی چھٹی قسم واؤ بمعنی مع ہے یہ اپنے ما بعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: سِرْتُ وَالنِّیْلَ میں دریائے نیل کے ساتھ ساتھ چلا، ساتویں قسم حرف اِلَّا استثنائیہ ہے یہ بھی اپنے مابعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا مگر چونکہ اِلَّا کا ذکر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں گذر چکا ہے اور واؤ بمعنی مع کا بیان مفعول معہ میں آیا چاہتا ہے اس لیے مصنفؒ نے یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی تاکہ تکرار لازم نہ آئے کیونکہ "ایں رسالہ مختصر یست"۔

فصل دوم در حروف عاملہ در فعل مضارع وآں بر دو قسم ست قسم اول حروفیکہ فعل مضارع را نصب کنند، وآں چہار ست اول اَنْ چوں اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ و اَنْ با فعل بمعنی مصدر باشد بمعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ وبدیں سبب اورا مصدریہ گویند دوم لَنْ چوں لَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ و لَنْ برائے تاکید نفی ست سوم کَیْ چوں اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ چہارم اِذَنْ چوں اِذَنْ اُکْرِمَکَ در جواب کسیکہ گوید اَنَا اٰتِیْکَ غَدًا۔

ترجمہ دوسری فصل: فعل مضارع میں عمل کرنے والے حروف کے بیان میں، ان حروف کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، اور یہ چار ہیں، پہلا حرف اَنْ جیسے: اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ (میں چاہتا ہوں کہ تو کھڑا ہو) اور اَنْ فعل کے ساتھ مصدر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ، اسی لیے اس کو اَنْ

مصدر یہ کہتے ہیں، دوسرا لَنْ جیسے: لَنْ يَخْرُجَ زيدٌ (زید ہرگز نہیں نکلے گا) لن نفی کی تاکید کے واسطے آتا ہے تیسرا حرف: کَیْ جیسے: اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجنةَ (میں مسلمان ہو گیا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں) چوتھا حرف: اِذَنْ جیسے: اِذَنْ اُكْرِمَكَ (تب تو میں تیرا اکرام کروں گا) اس شخص کے جواب میں جو کہے اَنا اٰتِيكَ غداً (میں کل آپ کے پاس آؤں گا)

سوال (۱) "حروف عاملہ در فعل مضارع" کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی؟ نیز وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہے کون کون سے ہیں؟

جواب (۱): حروف عاملہ در فعل مضارع کی دو قسمیں ہیں اول وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، دوم وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں پس وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں وہ چار ہیں، اَنْ، لَنْ، کَیْ، اِذَنْ۔

سوال (۲) حروف ناصبہ کے لفظی اور معنوی عمل کو مثال مع ترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب (۲): حروف ناصبہ میں سے "اَنْ" فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے: اُرِيدُ اَنْ تَقُومَ جس کا عربی میں ترجمہ اس طرح ہوگا اُرِيدُ قِيامَكَ (میں آپ کا کھڑا ہونا چاہتا ہوں) لہٰذا اَنْ نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور معنوی عمل یہ کیا کہ اسے مصدر کے معنی میں کر دیا دوسرے "لَنْ" یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے جیسے: لَنْ يَخْرُجَ زيدٌ، (زید ہرگز نہیں نکلے گا) پس لَنْ نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور معنوی عمل یہ کیا کہ فعل مضارع میں نفی تاکید کے معنی پیدا کر کے اس کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیا، تیسرے "کَیْ" یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے جیسے: اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجنةَ (میں اسلام لایا تا کہ

جنت میں داخل ہو جاؤں) "کَیْ" نے لفظی عمل تو یہ کیا کہ فعل مضارع کو منصوب کیا اور اس کا معنوی عمل یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل اور مابعد میں سببیت اور مسببیت کا تعلق پیدا کرتا ہے چوتھے اِذَنْ یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو نصب دیتا ہے جیسے: کوئی شخص آپ سے کہے اَنا اٰتِیکَ غداً (میں تمہارے پاس کل آؤں گا) تو آپ جواب میں کہیں اِذَنْ اُکْرِمَکَ (تب تو میں آپ کا اکرام کروں گا) اِذَنْ نے بھی لفظی عمل وہی کیا کہ مضارع کو نصب دیا اور اس کا معنوی عمل یہ ہے کہ اس نے جوابی معنی پیدا کیے ہیں یعنی دوسرے کے سوال کا جواب بنا ہے پس ان چاروں کو حروف ناصبہ کہتے ہیں۔

سوال (۳) اَنْ مصدریہ کو مصدریہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب (۳): اَنْ مصدریہ کو مصدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دینے کے ساتھ ساتھ مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے: اُرِیدُ اَنْ تَکْتُبَ اَیْ اُرِیدُ کِتَابَتَکَ (میں آپ کا لکھنا چاہتا ہوں) اُرِیدُ اَنْ تَقْرَءَ اَیْ ارید قراء تک (میں آپ کا پڑھنا چاہتا ہوں) وغیرہ۔

وبدانکہ اَنْ بعد از شش حروف مقدر باشد و فعل مضارع را نصب کند حتّٰی نحو مَرَرْتُ حتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ، ولام جحد نحو مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ واَوْ بمعنی اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ نحو لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ، وواوَ الصرف ولام کَیْ وفا کہ در جواب شش چیز ست، امر ونہی ونفی واستفہام وتمنی وعرض وامثلھا مشھورۃٌ۔

ترجمہ | واضح ہو کہ اَنْ چھ حروف کے بعد پوشیدہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حتّٰی کے بعد جیسے: مَرَرْتُ حتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ (میں گذرا تا آں کہ شہر میں داخل ہو گیا) (۲) لام جحد کے بعد جیسے: مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ (اور اللہ ہرگز

ان پر عذاب نہیں کرے گا) (۳) اَوْ بمعنی اِلیٰ اَنْ یا اِلّا اَنْ کے بعد جیسے: لَاَلْزَمَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ (میں تجھ کو ضرور بالضرور پکڑے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کردے) اور واو صرف اور لام کی اور فا جو کہ چھ چیزوں کے جواب میں آتے ہیں، امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض اور ان کی مثالیں مشہور ہیں۔

سوال(۱): حروف ستہ کے بعد اَنْ پوشیدہ کیوں ہوتا ہے، اور وہ چھ کیا کیا حروف ہیں؟

جواب(۱): چھ حروف کے بعد اَنْ اس لیے مقدر ہوتا ہے کہ یہ حروف ستہ اصل میں حروف جارہ ہیں اور حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ گزر چکا، حالانکہ یہاں فعل مضارع پر ان کا دخول ہو رہا ہے جو کہ قاعدہ کے خلاف ہے، اس لیے اَنْ مصدریہ بیچ میں آگیا، اور اس نے مضارع کو منصوب کرنے کے ساتھ ساتھ مصدر کے معنی میں کر دیا اور آپ کو معلوم ہے کہ مصدر اسم ہوتا ہے اس لیے اب ان حروف ستہ کا یہاں مضارع پر داخل ہونا صحیح ہو گیا اس لیے کہ اب وہ مضارع نہیں رہا بلکہ اسم ہو گیا۔ لیکن ان حروف نے کچھ عمل نہیں کیا بلکہ عمل وہی اَنْ مصدریہ جو ان کے درمیان پوشیدہ ہے کر رہا ہے، نیز وہ حروف ستہ جارہ یہ ہیں جن کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے (۱) حَتّٰی (۲) لام جحد (۳) او بمعنی اِلیٰ اَنْ یا اِلّا اَنْ (۴) لَام کَیْ (۵) واو صرف (۶) فا۔

سوال(۲): حَتّٰی، لام جحد، او، لام کَیْ، ان تمام حروف کو مثال مع ترجمہ مثال بیان کریں، نیز یہ بھی بتائیں کہ واو صرف اور فا کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب(۲): حَتّٰی جیسے: مَرَرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ میں گذرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گیا کہ اصل میں عبارت یوں تھی مَرَرْتُ حَتّٰی اَنْ اَدْخُلَ الْبَلَدَ، لام جحد جیسے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (اللہ تعالیٰ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ ان کو عذاب دے) کہ اصل میں یہاں لِاَنْ يُعَذِّبَهُمْ ہے، او جیسے: لَاَلْزَمَنَّكَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ

حَقِّی (میں تجھے ضرور بالضرور پکڑے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کرے) اس مثال میں اصل عبارت اَوْاَنْ تُعْطِيَنِی حَقِّی تھی، لام کی جیسے: اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں) کہ اصل میں لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ تھا، ان تمام مثالوں میں اَنْ مصدر یہ پوشیدہ ہے۔

واؤصرف اور فا کے لیے یہ شرائط ہیں کہ ان سے پہلے والا جملہ امر، نہی، نفی استفہام تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک ہو۔ گویا کہ واؤصرف اور فا ان چھ میں سے کسی نہ کسی کے جواب میں آتے ہیں۔

سوال (۳): لامِ جحد اور لام کی میں کیا فرق ہے نیز اُو کے باب میں کیا اختلاف ہے وضاحت فرمائیں اور ساتھ میں کاتب کی غلطی کی طرف بھی نشاندہی فرمائیں؟

جواب (۳): لامِ جحد اور لام کی میں لفظی فرق تو یہ ہے کہ لامِ جحد ہمیشہ کَانَ کی نفی کے بعد آتا ہے اور اس کے برخلاف لام کَیْ وہ کہیں بھی آجاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان معنوی فرق تو یہ ہے کہ لامِ جحد نفی کی تاکید کے لیے آتا ہے اور لام کَیْ علت بتانے کے لیے آتا ہے۔

اَو کے باب میں ائمۂ نحو کے درمیان اختلاف ہے، جمہور نحاۃ کا قول یہ ہے کہ اَوْ اِلٰی اَنْ کے معنی میں آتا ہے اور امام سیبویہؒ کا قول یہ ہے کہ اَوْ اِلَّا اَنْ کے معنی میں آتا ہے۔

نحو میر کے کاتب سے یہ غلطی ہوئی کہ واؤصرف اور فا کو ایک جگہ لکھنا چاہیے تھا مگر انہوں نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اس لیے کہ آگے جو شرائط بیان ہوئے ہیں وہ انہی دونوں کے لیے ہیں۔

سوال (۱): واؤصرف کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز اس کی مثال شعر کے ساتھ مع ترجمہ کے پیش کریں اور واؤصرف کی مثال میں مذکورہ شعر کے شاعر کی مراد واضح کرنے کے بعد بتلائیں کہ شاعر کس آیت کریمہ کی ترجمانی کر رہے ہیں

اگر شعر میں واؤ کو واؤ صرف نہ مانیں تو کیا خلل واقع ہوگا؟

جواب (ا): صرف کے لغوی معنی روکنا، باز رکھنا ہیں اور اصطلاح میں واؤ صرف وہ واؤ ہے کہ جس کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر کرنا صحیح نہ ہو جیسے۔ ؎

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَّ تَاْتِیَ مِثْلَه ❁ عَارٌ عَلَیْكَ اِذَا فَعَلْتَ عَظِیْمٌ

ترجمہ: تو (برے) اخلاق سے مت روک درانحالیکہ تو بھی اسی کے مانند کا ارتکاب کرتا ہے، تیرے لیے ہی شرم کی بات ہے اگر تو ایسا کرتا ہے لہٰذا مذکورہ شعر میں "وَتَاْتِیَ" میں واؤ صرف ہے اور اس کے بعد اَنْ مصدریہ پوشیدہ ہے اس کی اصل عبارت یوں تھی وَ اَنْ تَاْتِیَ مِثْلَهٗ اسی لیے فعل مضارع منصوب ہے۔

اس شعر کے شاعر حضرت ابوالاسود دوئلیؒ ہیں (متوفی ۶۹ھ) جو کہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے جنگ صفین میں شریک ہوئے اور علم نحو کی تدوین انہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے[۲] چنانچہ آپ نے اپنے اس شعر میں آیت کریمہ "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" کی ترجمانی بڑے دل نشیں انداز میں کی ہے کہ تم دوسروں کو تو برے اخلاق سے روکتے ہو حالانکہ وہی برائیاں خود تمہارے اندر موجود ہیں، پس جن کو تم برائیوں سے روک رہے ہو جب وہ لوگ خود تم کو ان میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ تمہارے لے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی اس لیے پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کو روکو تو تمہاری بات میں اثر ہوگا۔

مسئلہ: نہی عن المنکر یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی آدمی برائی کرتا نظر آئے تو آپ اسے

---

[۱] اسی معنی کی ادائیگی کے لیے فارسی میں یہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ ؎

وعظ گوئی خود نیاوی در عمل ❁ چشم پوشی ہمچوں شیطان و غل

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ❁ ناصح خود یافتم کم در جہاں

[۲] شرح شذور الذہب ص:۲۵۸، مطبوعہ بیروت۔

روک دیں خواہ وہ برائی آپ میں بھی ہو کیونکہ آپ کے اعمال آپ کے ساتھ ہیں اور اس کے اعمال اس کے ساتھ اس لیے کہ قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ مت روکو اس برائی سے جو تمہارے اندر موجود ہو بلکہ اس طرح کہا کہ تم دوسروں کو تو منع کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو چنانچہ متنبہ کیا کہ اچھی بات نہیں بلکہ بڑے شرم کی بات ہے کہ خود تو کوئی گناہ کرے اور دوسروں کو اس سے روکے اس لیے خود بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بہر حال اس شعر میں یہ واؤ واؤ صرف نہ مانیں تو شعر کے معنی بدل جاتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں واؤ عاطفہ مانا جائے گا اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف ہوگا جس کی وجہ سے ماقبل کے معنیٰ نفی مابعد تک پہنچ جائیں گے اور معنی ہوں گے کہ مت روک تو برے اخلاق سے اور حال یہ ہے کہ تو بھی اس کے مانند کا ارتکاب نہیں کرتا ہے، پس اس طرح شاعر کی مراد میں بڑا خلل واقع ہوگا اور پورے شعر کا مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا اور یہ خرابی اس لیے ہوئی کہ واؤ صرف کے نہ ماننے کی وجہ سے معطوف علیہ میں جو نفی کا حکم ہے عطف کی صورت میں وہ معطوف پر چلا جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ماقبل کا جو حکم ہے اس کا اعادہ مابعد پر جائز نہیں اس لیے اب مابعد فعل مضارع کو بتقدیر اَنْ مصدر بنا دیا، اور ماقبل کے فعل سے جو مصدر مفہوم ہوتا ہے اس کے ساتھ جمع کر دیا جیسے: لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ و تَأتِيَ مِثْلَهٗ ، دوسری بات یہ کہ لَا تَنْهَ جملہ انشائیہ ہے اور و تَأتِيَ جملہ خبریہ ہے اور ظاہر ہے کہ عطف خبر علی الانشاء جائز نہیں لہٰذا لَا تَنْهَ میں جو حرف نفی ہے اس کا اعادہ و تَأتِيَ پر جائز نہ ہوگا، پس اسی لیے و تَأتِيَ کو بتقدیر اَنْ مصدر بنا کر اس کے ماقبل کے فعل سے مستفاد مصدر کے ساتھ جمع کر دیا اور اب گویا عبارت اس طرح ہوئی لَا تَجْمَعْ بَيْنَ النَّهْيِ عَنِ الْخُلُقِ و الْاِتْيَانِ مِثْلَهٗ یعنی برائی سے روکنے اور اس کے مانند کا ارتکاب

کرنے کو جمع مت کر۔ اسی لیے اس واؤصرف کو واؤ جمع بھی کہتے ہیں۔

سوال (۳): واؤصرف اور فاکی چھ مثالیں مع ترجمہ کے بیان کریں اور ہر مثال میں اس کی وضاحت کریں کہ واؤصرف اور فاکس کے بعد آئے ہیں اور اصل عبارت کیا ہے؟

جواب (۳): واؤصرف کی چھ چھ مثالیں مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں پہلی مثال جب کہ وہ دونوں امر کے جواب میں ہوں جیسے: زُرْنِی وَ اُکْرِمَکَ ، زُرْنِی فَاُکْرِمَکَ تو میری زیارت کرتا کہ میں تیرا اکرام کروں، کہ اصل عبارت وَ اَنْ اُکْرِمَکَ، فَاَنْ اُکْرِمَکَ تھی اَنْ پوشیدہ ہے جس نے فعل کو نصب دیا ہے، اور دوسری مثال جب کہ واؤصرف اور فانہی کے جواب میں آئیں جیسے: لَا تَشْتِمْنِیْ وَ اُهِیْنَکَ ، وَلَا تَشْتِمْنِیْ فَاُهِیْنَکَ تو مجھے گالی مت دے کہ میں تجھے رُسوا کروں کہ اصل عبارت وَاَنْ اُهِیْنَکَ اور فَاَنْ اُهِیْنَکَ تھی اَنْ مصدر یہ پوشیدہ ہے جس نے فعل کو نصب دیا ہے تیسری مثال جب کہ یہ دونوں نفی کے بعد آئیں جیسے: مَا تَاْتِیْنَا وَتُحَدِّثَنَا، مَاتَاْتِیْنَافَتُحَدِّثَنَا تو ہمارے پاس نہیں آتا ہے تا کہ تو ہمارے ساتھ گفتگو کرے، اصل عبارت اس طرح تھی وَاَنْ تُحَدِّثَنَا فَاَنْ تُحَدِّثَنَا ، یہاں اَنْ مقدر ہے اس نے فعل کو نصب دیا ہے، چوتھی مثال جب کہ واؤ اور فا استفہام کے جواب میں آئیں جیسے: اَیْنَ بَیْتُکَ وَ اَزُوْرَکَ اَیْنَ بَیْتُکَ فَاَزُوْرَکَ آپ کا گھر کہاں ہے تا کہ میں آپ کی زیارت کروں کہ اصل عبارت وَ اَنْ اَزُوْرَکَ اور فَاَنْ اَزُوْرَکَ تھی، پانچویں مثال جب کہ واؤ اور فاتمنی کے جواب میں واقع ہوں جیسے: لَیْتَ لِی مَالاً وَ اُنْفِقَ مِنْهُ ، لَیْتَ لِی مَالاً فَاُنْفِقَ مِنْهُ کاش میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس میں سے خرچ کرتا، اصل عبارت وَ اَنْ اُنْفِقَ مِنْهُ اور فَاَنْ اُنْفِقَ مِنْهُ تھی چھٹی مثال جب کہ واؤ اور فاعرض کے بعد آئیں جیسے: اَلَا تَجْلِسُ مَعَنَا وَ تُصِیْبَ

عِلماً ، اَلَاتَجلِسُ مَعَنافَتصِیبَ عِلماًتو ہمارے پاس کیوں نہیں بیٹھتا تاکہ تو علم حاصل کرے، اصل عبارت اس طرح تھی و اَنْ تُصِیبَ ، فَاَنْ تُصِیبَ ، اَنْ مصدریہ مقدر ہے اور اس نے اپنے بعد فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

سوال (۳) دعا اور تحضیض کی مثال مع ترجمہ بیان کیجئے اور بتایئے کہ مصنفؒ نے ان کو شرائط میں کیوں شمار نہیں کیا؟

جواب (۳): بعض حضرات کا کہنا ہے کہ واؤ صرف اور فادعا کے بعد بھی آتے ہیں جیسے: اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی فَاَفُوزَ و لَا تُواخِذنِی وَ اَھلِکَ ،اے اللہ تو میری مغفرت فرما تاکہ میں کامیاب ہو جاؤں اور میرا مؤاخذہ مت فرمایہ کہ میں ہلاک ہو جاؤں، اصل عبارت تھی فَاَنْ اَفُوزَ وَ اَنْ اَھلِکَ نیز بعض شراح کہتے ہیں کہ یہ دونوں تحضیض کے بعد بھی آتے ہیں جیسے: لَو لَا اُنزِ لَ اِلَیہِ مَلَکٌ فَیکُونَ مَعَہٗ نَذِیراً (آیت) اور وَیَکُونَ مَعَہٗ نَذِیراً کیوں نہیں اتارا گیا اس کے ساتھ ایک فرشتہ تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا کہ اصل عبارت فَاَنْ یَکُونَ و اَنْ یَکُونَ تھی مگر ان دونوں کو مصنفؒ نے اس لیے نہیں بیان کیا کہ دعا تو امر اور نہی کے تحت داخل ہے اور تحضیض نفی کے اندر شامل ہے۔

قسم دوم حروفیکہ فعل مضارع را بجزم کنند وآں پنج ست لَم و لَمّا ولام امر و لائے نہی و اِن شرطیہ چوں لَم یَنصُرْ و لَمّا یَنصُرْ و لِیَنصُرْ و لَا تَنصُرْ و اِنْ تَنصُرْ اَنصُرْ بدانکہ اِن در دو جملہ رود چوں اِنْ تَضرِبْ اَضرِبْ جملہ اول را شرط گویند و جملہ دوم را جزا و اِن برائے مستقبل ست اگر چہ در ماضی رود چوں اِنْ ضَرَبتَ ضَرَبتُ وانیجا جزم تقدیری بود زیرا کہ ماضی معرب نیست و بدانکہ چوں جزائے شرط جملۂ اسمیہ باشد یا امر یا نہی یا دعا فا در جزا آوردن لازم بود چنانکہ گوئی

اِنْ تَاْتِنِیْ فَاَنْتَ مُکْرَمٌ وَ اِنْ رَاَیْتَ زَیْداً فَاَکْرِمْهُ وَ اِنْ اَتَاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنْهُ وَ اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیْراً۔

ترجمہ دوسری قسم: وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ پانچ ہیں لَمْ، لَمَّا، لام امر، لائے نہی اور اِنْ شرطیہ جیسے: لَمْ یَنْصُرْ (اس نے مدد نہیں کی) لَمَّا یَنْصُرْ (اس نے اب تک مدد نہیں کی) و لِیَنْصُرْ (چاہیے کہ مدد کرے وہ ایک مرد) و لَا تَنْصُرْ (تو مدد نہ کر) و اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ (اگر تو مدد کرے گا تو میں بھی مدد کروں گا) یاد رہے کہ اِنْ دو جملوں پر آتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (اگر تو مارے گا میں بھی ماروں گا) پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں، اِنْ مستقبل کے لیے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (اگر تو پٹائی کرے گا تو میں بھی پٹائی کروں گا) اس جگہ جزم پوشیدہ رہے گا، کیوں کہ فعل ماضی معرب نہیں ہے، واضح رہے کہ جب شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر، نہی یا دعا ہو تو فا کا جزا میں لانا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ آپ کہیں گے: اِنْ تَاْتِنِیْ فَاَنْتَ مُکْرَمٌ (اگر تو میرے پاس آئے گا تو تیرا اکرام کیا جائے گا) و اِنْ رَاَیْتَ زَیْداً فَاَکْرِمْهُ (اگر تو زید کو دیکھے تو تو اس کا اکرام کر) واِنْ اَتَاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنْهُ (اگر تیرے پاس عمرو آئے تو تو اس کو رسوا مت کر) و اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیْراً ۔(اگر تو میرا اکرام کرے گا تو اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا)

سوال (۱): وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں، کتنے اور کیا کیا ہیں تمام کو مثال مع ترجمہ مثال بیان کریں، نیز لَمْ اور لَمَّا کا فرق بھی واضح کریں؟

جواب (۱): وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہے پانچ ہیں لَمْ، لَمَّا، لام امر، لائے نہی، اِنْ شرطیہ، لم کی مثال جیسے: لَمْ یَنْصُرْ اس نے مدد نہیں کی، لما کی مثال

لَمَّا یَنْصُرْ اس نے اب تک مدد نہیں کی، پس لَم اور لما نے لفظاً تو یہ عمل کیا کہ فعل مضارع کو جزم دیا اور معنی یہ عمل کیا کہ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیا، لام امر کی مثال جیسے: لِیَنْصُرْ (چاہیے کہ وہ ایک مرد مدد کرے)، لائے نہی کی مثال جیسے: لَا تَنْصُرْ (مت مدد کر تو ایک مرد) اِنْ شرطیہ کی مثال جیسے: اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ (اگر تو مدد کرے گا تو میں بھی مدد کروں گا) یہ تمام حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اس لیے ان حروف کو جازمہ کہا جاتا ہے۔

لم اور لما کے درمیان فرق یہ ہے کہ لَمْ مطلق نفی کے لیے آتا ہے جب کہ لما وقت تکلم تک کی نفی کرتا ہے دوسرا فرق لَمْ وقتی نفی کرتا ہے اور لما نفی مستغرق کے لیے آتا ہے یعنی وہ شروع وقت انتفاء سے لے کر وقت تکلم تک کے پورے زمانہ ماضی کو گھیر لیتا ہے، تیسرے یہ کہ لم کے بعد فعل مضارع کا حذف کرنا جائز نہیں اور لما کے بعد حذف جائز ہے جیسے: نَدِمَ زَیْدٌ وَ لَمَّا کہنا صحیح ہے کیوں کہ دراصل عبارت یوں تھی نَدِمَ زیدٌ و لمّا یَنْفَعْهُ النَّدَمُ زید شرمندہ ہوا مگر شرمندگی نے اس کو اب تک نفع نہیں دیا۔ اس کے برخلاف نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ نہیں کہہ سکتے۔

سوال(۴): شرط کے معنی بتانے کے بعد واضح کریں کہ اِنْ شرطیہ کتنے جملوں پر داخل ہوتا ہے اور کیا عمل کرتا ہے جملہ اول اور جملہ ثانیہ کو کیا کہتے ہیں پھر یہ بھی مسئلہ حل کریں کہ ان ضربت ضربتُ میں جزم کیوں نہیں آیا ہے حالانکہ اِن فعل کو جزم دیتا ہے؟

جواب(۴): شرط کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز پر معلق کردینا جیسے کہ اردو میں کہتے ہیں کہ اگر تو مجھے پیسے دے گا تو میں تجھے انار دوں گا، چنانچہ اس جملہ میں انار دینے کو پیسے دینے پر معلق کردیا گیا ہے، اسی لیے حرف شرط (اِنْ) کے لیے دو جملے ہوتے ہیں جن پر وہ داخل ہوتا ہے اور وہ ان دونوں کو جزم دیتا ہے پہلے کو شرط اور

دوسرے کو جزا کہتے ہیں۔

رہا سوال کہ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ میں جزم کیوں نہیں آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اِن شرطیہ فعل ماضی پر داخل ہے اور فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اس لیے اس کا وہی اعراب باقی ہے البتہ جزم تقدیری (پوشیدہ) ہے اور اگر جملہ شرطیہ میں شرط فعل ماضی اور جزا فعل مضارع ہو تو مضارع کو جزم دینا ضروری نہیں۔

اِنْ شرطیہ مستقبل کے لیے ہے اس وجہ سے فعل مضارع کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اگر فعل ماضی پر داخل ہو تب بھی اس کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دے گا لیکن اس حرف میں عمل نہیں کر سکے گا یعنی جزم نہیں دے سکے گا اس لیے کہ ماضی مبنی ہے۔

سوال (۳): جزا میں فا کا لانا کب ضروری ہے اور کیوں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): شرط کی جزا پر فا کا لانا اس وقت ضروری ہے جب کہ جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر ہو یا نہی ہو یا پھر دعائیہ جملہ ہو اور اس وقت فا اس وجہ سے داخل ہوتا ہے کہ جزا کے جملہ اسمیہ، امر، نہی، یا جملہ دعائیہ ہونے کی صورت میں اِن شرطیہ کے استقبالی معنی میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے جزا پر فا داخل کرتے ہیں جیسے: اِنْ تَاتِنِیْ فَاَنْتَ مُکْرَمٌ اگر تو میرے پاس آئے گا تو تیرا اکرام کیا جائے گا، یہاں شرط جملہ فعلیہ اور اس کی جزا جملہ اسمیہ ہے اس لیے جزا پر فا کو داخل کیا گیا ہے، اِنْ رَاَیْتَ زیداً فَاَکْرِمْہُ اگر تو زید کو دیکھے تو اس کا اکرام کر، اس جملہ میں شرط کی جزا امر ہے اس لیے جزا پر فا آیا ہے، اِنْ اَتَاکَ عمروٌ فَلَا تُہِنْہُ اگر تیرے پاس عمرو آئے تو اسے رسوا مت کر، یہاں جزا نہی ہے اس لیے جزا میں فا کو لایا گیا، اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً اگر تو میرا اکرام کرے گا تو اللہ تجھے جزائے خیر دے گا، یہاں شرط کی جزا جملہ دعائیہ ہے اس لیے جزا پر فا کو لایا گیا ہے۔

باب دوم در عمل افعال

دوسرا باب افعال عاملہ کا بیان

بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست و افعال در اعمال بر دو گونہ است قسم اوّل معروف بدانکہ فعل معروف خواہ لازم باشد یا متعدی فاعل را برفع کند چوں قَامَ زَیدٌ و ضَرَبَ عَمروٌ و شش اسم را بنصب کند، اوّل مفعول مطلق را چوں قَامَ زَیدٌ قِیاماً و ضَرَبَ زَیدٌ ضَرباً ،دوم مفعول فیہ را چوں صُمتُ یَومَ الجُمُعَةِ و جَلَستُ فَوقَكَ ،سوم مفعول معہ را چوں جَاءَ البَردُ و الجُبَّاتِ اَیْ مَعَ الجُبَّاتِ ، چہارم مفعول لہ را چوں قُمتُ اِکرَاماً لِزَیدٍ و ضَرَبتُهٗ تَادِیباً ،پنجم حال را چوں جَاءَ زَیدٌ رَاکِباً ، ششم تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل بفاعل ابہامے باشد چوں طَابَ زَیدٌ نَفساً ،اما فعل متعدی مفعول بہ را بنصب کند چوں ضَرَبَ زَیدٌ عَمراً ،و ایں عمل فعل لازم را نباشد۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ کوئی بھی فعل غیر عامل نہیں ہے، عمل دینے میں فعل دو قسم پر ہیں پہلی قسم فعل معروف واضح رہے کہ فعل معروف خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے: قَامَ زَیدٌ وضَرَبَ عَمروٌ نیز چھ اسموں کو نصب دیتا ہے۔

(۱) مفعول مطلق جیسے: قَامَ زَیدٌ قِیاماً (زید کھڑا ہوا کھڑا ہونا) وضَرَبَ زَیدٌ ضَرباً (زید نے مارا مارنا) (۲) مفعول فیہ کو جیسے: صُمتُ یوم الجُمُعَةِ (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) و جَلَستُ فَوقَكَ (میں تیرے اوپر بیٹھا) (۳) مفعول معہ کو جیسے: جَاءَ البَردُ و الجُبَّاتِ أیْ مَعَ الجُبَّاتِ (سردی جبوں کے ساتھ آئی) (۴) مفعول لہ کو جیسے: قُمتُ اِکرَاماً لزیدٍ (میں زید کے اکرام و اعزاز کی خاطر کھڑا ہوا) و ضَرَبتُهٗ تادیباً (میں نے اس کو ادب سکھانے کے لیے

مارا) (۵) حال کو جیسے: جَاءَ زَیْدٌ رَاکِبًا (زید سوار ہو کر آیا) (۶) تمیز کو جب کہ فاعل کے ساتھ فعل کی نسبت میں پوشیدگی ہو جیسے: طَابَ زَیْدٌ نفساً (زید اچھا ہے نفس کے اعتبار سے) رہا فعل متعدی تو وہ مفعول بہ کو (بھی) نصب دیتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عمراً (زید نے عمرو کو مارا) یہ عمل فعل لازم نہیں کرتا ہے۔

سوال (۱): مصنفؒ نے "ہیچ فعل غیر عامل نیست" کی عبارت کیوں نقل کی اس کی وضاحت فرمائیں اور ساتھ ہی فعل معروف، فعل مجہول اور لازم ومتعدی کی تعریف بھی کرتے چلیں؟

جواب (۱): مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت اس لیے نقل کی ہے کہ تمام ہی افعال عمل کرتے ہیں کوئی بھی فعل غیر عامل نہیں ہے؟ خواہ متصرف ہو جیسے: ضرب، سمع وغیرہ یا غیر متصرف جیسے: عسٰی و کاد اور خواہ تام ہو جیسے: فتح کرم وغیرہ یا ناقص ہو جیسے: کان، صار وغیرہ، اور یہ خصوصیت صرف فعل کے ساتھ ہے ورنہ تو اسماء کچھ عامل ہیں اور کچھ غیر عامل اسی طرح حرف بھی کچھ عامل ہیں اور کچھ غیر عامل، لیکن افعال تمام کے تمام عامل ہیں۔

فعل معروف: وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کی طرف ہو اور فعل مجہول وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول بہ کی طرف ہو، اور فعل لازم وہ فعل ہے جو فاعل کے ملنے سے پوری بات ظاہر کردے اور اس کو مفعول بہ کی ضرورت نہ پڑے، اور فعل متعدی وہ فعل ہے جسے فاعل کے ساتھ مفعول بہ کی بھی ضرورت ہو۔

سوال (۲): فعل کی عمل کرنے کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں نیز فعل لازم اور متعدی کے معمولات مرفوعہ اور معمولات منصوبہ کو مع امثلہ بیان فرمائیں نیز ہر مثال میں معمولات کی نشاندہی بھی کرتے چلیں اور یہ بھی بتائیں کہ منصوب کون ہے اور کیوں؟

جواب (۲): تمام افعال کی عمل کرنے کے اعتبار سے اولاً دو قسمیں ہیں معروف اور مجہول، پھر جاننا چاہیے کہ فعل معروف خواہ لازم ہو یا متعدی اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے: فعل لازم کی مثال: قَامَ زیدٌ زید کھڑا ہوا، قَامَ فعل لازم ہے اس نے اپنے بعد فاعل کو رفع دیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبَ عَمْرٌو عمرو نے مارا، ضرب فعل متعدی ہے اس لیے اس نے اپنے بعد اسم کو فاعل ہونے کی وجہ سے رفع دیا ہے۔

فعل معروف اگر لازم ہو تو چھ اسموں کو نصب دیتا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول فیہ (۳) مفعول معہ (۴) مفعول لہ (۵) حال (۶) تمیز اور اگر فعل معروف متعدی ہو تو سات اسموں کو نصب دیتا ہے چھ تو مذکورہ بالا ہی ہیں اور ساتواں مفعول بہ ہے۔

پس فعل معروف میں فعل لازم اور فعل متعدی کا معمول مرفوع تو صرف ایک ہے اور وہ فاعل ہے اور معمول منصوب فعل لازم کے چھ اور فعل متعدی کے سات اسم ہیں، معمول مرفوع کی مثال گذر چکی اور معمولات منصوبہ کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مفعول مطلق: فعل لازم کی مثال جیسے: قَامَ زیدٌ قیاماً زید کھڑا ہوا کھڑا ہونا، پس قیاماً معمول ہے اور منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اس کو فعل معروف لازم نے نصب دیا ہے، فعل متعدی کی مثال: جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عَمْرواً ضَرْباً زید نے عمرو کو مارا مارنا یہاں ضَرْباً مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کو فعل معروف متعدی نے نصب دیا ہے، (۲) مفعول فیہ اور اس کی دو قسمیں ہیں اول ظرف زمان دوم ظرف مکان پس مفعول فیہ ظرف زمان میں فعل لازم کی مثال جیسے: صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا اور متعدی کی مثال جیسے ضربتُ زیداً یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں نے زید کو جمعہ کے دن مارا دونوں مثالوں میں

نَوْمَ الْخَشَبَةِ" معمول ہے منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ پہلی مثال میں اس کو فعل لازم نے اور دوسری مثال میں اس کو فعل متعدی نے نصب دیا ہے۔

مفعول فیہ ظرف مکان میں فعل لازم کی مثال: جیسے: جَلَسْتُ فَوْقَ الْمِنْبَرِ میں منبر کے اوپر بیٹھا اور متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا فَوْقَ السَّقْفِ میں نے زید کو چھت کے اوپر مارا، دونوں مثالوں میں فَوْقَ معمول ہے اور منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے پہلی مثال میں فعل لازم نے اور دوسری مثال میں فعل متعدی نے اس کو نصب دیا ہے۔

(۳) سوم مفعول معہ فعل لازم کی مثال جیسے: جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ سردی آئی جبوں کے ساتھ الْجُبَّاتِ معمول ہے اور مفعول معہ ہے جَاءَ فعل لازم نے اس کو نصب دیا ہے اور متعدی کی مثال جیسے: سَوَّيْتُ الْمَاءَ وَالْخَشَبَةَ میں نے پانی کو لکڑی کے ساتھ برابر کر دیا، اس میں الخشبۃ معمول ہے اور منصوب ہے مفعول معہ ہونے کی وجہ سے فعل متعدی نے اس کو نصب دیا ہے۔ (۴) مفعول لہ فعل لازم کی مثال جیسے: قُمْتُ إِكْرَامًا لِزَيْدٍ میں زید کے اکرام کے لیے کھڑا ہوا، اس میں اِکْرَامًا معمول ہے اور منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے فعل لازم نے اس کو نصب دیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُهُ تَأْدِيبًا میں نے اس کو ادب سکھانے کے لیے مارا اس میں تادیبًا معمول ہے اور منصوب ہے فعل متعدی نے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے۔ (۵) حال فعل لازم کی مثال جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار ہے، اس مثال میں رَاكِبًا معمول ہے اور منصوب ہے فعل لازم نے حال ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، فعل متعدی کی مثال جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا رَاكِبًا میں نے زید کو سوار ہونے کی حالت میں مارا، اس میں رَاكِبًا معمول ہے

اور منصوب ہے فعل متعدی نے اس کو حال ہونے کی وجہ سے منصوب کیا ہے (۶)
تمیز فعل لازم کی مثال جیسے: طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا اس میں نَفْسًا معمول منصوب ہے اور
فعل لازم نے تمیز ہونے کی بنا پر اس کو منصوب کیا ہے، متعدی کی مثال جیسے: اَعْطَیْتُہٗ
اَحَدَ عَشَرَ دِرْھَمًا میں نے اس کو گیارہ درہم دیے، پس درھمًا معمول ہے اور
منصوب ہے فعل متعدی نے تمیز ہونے کی بنا پر اس کو نصب دیا ہے پس فعل لازم کے
معمولات منصوبہ تو یہی ہیں جو کہ بیان ہوئے اور فعل متعدی کا ساتواں معمول
منصوب مفعول بہ ہے جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عمرواً، اس میں عمرواً معمول ہے اور
منصوب ہے فعل متعدی نے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اس کو نصب دیا ہے، اور
مفعول بہ میں صرف فعل معروف متعدی عمل کرتا ہے فعل معروف لازم نہیں کرتا۔

سوال (۳) تمیز کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ الجُبّاتِ مفعول معہ ہونے
کے باوجود مکسور کیوں ہے؟

جواب (۳): اگر تمیز کا عامل فعل معروف ہو تو تمیز کی تعریف یہ ہوگی کہ تمیز وہ اسم ہے
جو فعل کی فاعل کے ساتھ نسبت کرنے میں پائی جانے والی پوشیدگی کو دور کرنے کے
لیے لائی جائے، اور اگر تمیز کا عامل فعل مجہول ہو تو یہ تعریف ہوگی کہ تمیز وہ اسم ہے جو
فعل کی مفعول بہ کی طرف نسبت کرنے میں پائی جانے والی پوشیدگی کو دور کرنے
کے لیے لائی جائے۔

الجُبّاتِ مکسور اس وجہ سے ہے کہ یہ جمع مؤنث سالم ہے اور جمع مؤنث
سالم کا اعراب حالت نصبی اور جری میں کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور چونکہ یہاں
الجُبّاتِ جمع مؤنث سالم ہے اور مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس
لیے کسرہ آیا ہے۔

فصل بدانکہ فاعل اسمیست کہ پیش از وے فعلے باشد مسند بداں اسم بر طریق قیام فعل بداں اسم چوں زید در ضَرَبَ زیدٌ ومفعول مطلق مصدر یست کہ واقع شود بعد از فعلے وآں مصدر بمعنی آں فعل باشد چوں ضَرْباً در ضَرَبْتُ ضَرْباً و قِیاماً در قمت قیاماً ، ومفعول فیہ اسمیست کہ فعل مذکور درو واقع شود واو را ظرف گویند وظرف بر دو گونہ است ظرف زمان چوں یَوْمَ در صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ و ظرف مکان چوں عِنْدَ در جَلَسْتُ عِنْدَكَ ۔

ترجمہ| واضح ہو کہ فاعل وہ اسم ہے کہ اس سے پہلے کوئی فعل ہو اور اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو جیسے: زیدٌ ضَرَبَ زیدٌ میں (زید نے مارا)، مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو کسی فعل کے بعد واقع ہو اور اس فعل کے معنی میں ہو جیسے: ضَرْباً ضَرَبْتُ ضَرْباً میں (میں نے مارا مارنا) اور قیاماً ، قُمْتُ قیاماً میں (میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا) مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور واقع ہو اس کو ظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف زمان جیسے: یَوْمَ ، صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) (۲) ظرف مکان جیسے: عِنْدَ ، جَلَسْتُ عِنْدَكَ میں (میں تیرے پاس بیٹھا)۔

سوال (۱): فاعل کی تعریف اس کی مثال اور اس کی تینوں شرطیں بیان کریں؟

جواب (۱) فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل ہو اور اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو جیسے: ضَرَبَ زیدٌ میں زید فاعل ہے، پس فاعل کے لیے تین شرطیں ہوتی ہیں (۱) اس سے پہلے کوئی فعل ہو (۲) اس فعل کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو (۳) اور

اس فعل کا قیام اس اسم کے ساتھ ہو، جیسے: ضَرَبَ زیدٌ میں زید فاعل ہے اس سے پہلے فعل ہے اور اس فعل کی نسبت زید کی طرف ہے اور فعل ضرب زید کے ساتھ قائم ہے اس لیے کہ جب تک زید نہیں مارے گا ضرب کا وجود ہی نہیں ہوگا، اس تعریف سے مفعول بہ نکل گیا کیونکہ فعل مفعول بہ کے ساتھ قائم نہیں ہوتا بلکہ اس کے اوپر واقع ہوتا ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَیْداً میں نے زید کو مارا، پس فعل ضرب زید کے اوپر واقع ہوئی ہے۔

چنانچہ انہی شرائط کی وجہ سے اگر فاعل فعل سے پہلے آجائے تو اس کو فاعل نہیں کہتے بلکہ اس وقت اس کو مبتدا اور فعل کو خبر کہتے ہیں، جیسے: زیدٌ ضَرَبَ۔

سوال (۲): مفعول مطلق کی تعریف اور اس کی مثال ساتھ میں اس کی تین شرطیں، تین طریقے اور تین معانی بیان کریں؟

جواب (۲): مفعول مطلق ایسا مصدر ہے جس سے پہلے کوئی فعل واقع ہو اور یہ مصدر اس فعل کے معنی میں ہو جیسے: ضَرَبْتُ ضَرَباً میں نے مارا مارنا، و قُمْتُ قِیاماً میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا، اس کے تین طریقے ہیں کبھی تو یہ اپنے سے پہلے والے فعل ہی کے مادہ سے ہوتا ہے اور معنی میں بھی برابر ہوتا ہے جیسے: ضربتُ ضرباً، (۲) کبھی یہ اپنے سے پہلے فعل کے معنی میں تو برابر ہوتا ہے مگر مادہ میں اس سے مختلف ہو جاتا ہے جیسے: قَعَدْتُ جُلُوساً میں بیٹھا بیٹھنا (۳) کبھی دونوں کا مادہ ایک ہوتا ہے اور معنی بھی ایک ہوتے ہیں مگر باب بدل جاتا ہے جیسے: اَنْبَتَ اللّٰہُ نَبَاتاً، اللہ نے اگایا اگانا اس میں پہلا فعل باب افعال سے ہے اور مفعول مطلق باب نَصَرَ سے ہے۔

مفعول مطلق تین معانی کے لیے آتا ہے (۱) تاکید کے لیے جیسے: قُمْتُ قیاماً میں کھڑا ہوا کھڑا ہونا (۲) نوعیت بتلانے کے لیے آتا ہے جیسے: جَلَسْتُ

جَلَسْتُ الْقَارِیْ میں بیٹھا قاری کے بیٹھنے کی طرح (۳) کبھی عدد بتانے کے لیے آتا ہے جیسے: جَلَسْتُ جَلْسَۃً میں بیٹھا ایک مرتبہ بیٹھنا۔

مفعول مطلق کی تین شرطیں ہیں (۱) وہ اسم مصدر ہو (۲) کسی فعل کے بعد واقع ہو (۳) اپنے سے پہلے فعل کے معنی میں ہو اور مفعول مطلق کو مطلق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ با، فی، لام، مع وغیرہ حرفوں کے ساتھ مقید نہیں ہوتا جیسا کہ دیگر مفاعیل کسی نہ کسی حرف کے ساتھ مقید ہیں۔

سوال (۳): مفعول فیہ کی تعریف، اس کے دونوں نام، دونوں قسمیں مع ان کی مثالوں کے بیان کریں؟

جواب (۳): مفعول فیہ وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل مذکور ہو اور اس فعل کا وقوع اس اسم میں ہو اس کے دو نام ہیں (۱) مفعول فیہ (۲) اسم ظرف پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف زماں (۲) ظرف مکاں پھر ظرف زماں وہ اسم ہے جو فعل کے واقع ہونے کے وقت کو بتائے جیسے صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا، کہ اس میں یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مفعول فیہ ظرف زمان ہے کہ جس میں صوم کا وقوع ہوا ہے (۲) ظرف مکان جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ کو بتائے جیسے: جَلَسْتُ عِنْدَكَ میں تیرے پاس بیٹھا اس مثال میں عند مفعول فیہ ظرف مکان ہے کہ جس میں فعل جلوس واقع ہوا ہے۔

ومفعول معہ اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واو بمعنی مع چوں وَ الْجُبَّاتِ در جَاءَ الْبَرْدُ وَ الْجُبَّاتِ ومفعول لہ اسمیست کہ دلالت کند بر چیزے کہ سبب فعل مذکور باشد چوں اِکْرَامًا در قُمْتُ اِکْرَامًا لِزَیْدٍ وحال اسمیست نکرہ کہ دلالت کند بر ہیأت فاعل چوں رَاکِبًا در جَاءَ زَیْدٌ رَاکِبًا یا بر ہیأت مفعول چوں مَشْدُوْدًا در ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا یا بر ہیأت ہر دو چوں رَاکِبَیْنِ در لَقِیْتُ زَیْدًا رَاکِبَیْنِ۔

ترجمہ: مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو جیسے: والجُبَّات جاء البَرْدُ و الجبات ای مَعَ الْجُبَّاتِ میں (سردی جبوں کے ساتھ آئی) مفعول لہ وہ اسم ہے جو ایسی چیز پر دلالت کرے جو مذکورہ فعل کا سبب ہو جیسے: إکراماً، قُمتُ إکْراماً لزیدٍ میں (میں زید کے اعزاز کی خاطر کھڑا ہوا) حال وہ اسم نکرہ ہے جو فاعل کی کیفیت پر دلالت کرے جیسے: راکباً جاء زیدٌ راکباً میں (زید سوار ہونے کی حالت میں آیا) یا دلالت کرے مفعول کی کیفیت پر جیسے: مشدُوداً، ضَرَبْتُ زیداً مَشْدُوداً میں (میں نے زید کو باندھ کر مارا) یا فاعل اور مفعول دونوں کی حالت وکیفیت پر جیسے: رَاکِبَیْنِ، لَقِیتُ زیداً رَاکِبَیْنِ میں (میں نے زید سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے)

سوال(۱): مفعول لہ اور مفعول معہ کی تعریف اور ان کی مثالیں نیز دونوں کی دو دو صورتیں بیان کریں؟

جواب(۱): مفعول معہ وہ اسم ہے جو کہ واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا گیا ہو معمول فعل کا مصاحب ہونے کی وجہ سے جیسے: جَاءَ البَرْدُ وَالجُبَّاتِ سردی آئی جبوں کے ساتھ یعنی مَعَ الْجُبَّاتِ واؤ مع کے معنی میں ہے، نیز اس کی دو صورتیں ہیں (۱) کبھی مفعول معہ فاعل کی مصاحبت کے لیے آتا ہے جیسے: جَاءَ البَرْدُ وَالجُبَّاتِ کی مثال میں جَاءَ فعل اور البَرْدُ فاعل ہے پس سردی آئی جبوں کے ساتھ تو اس میں مفعول معہ (الجباتِ) فاعل (البَرْدُ) کے ساتھ آیا ہے (۲) اور کبھی مفعول معہ مفعول کی مصاحبت کے لیے آتا ہے جیسے: کَفَاكَ و زیداً دِرْهَمٌ تجھے زید کے ساتھ ایک درہم کافی ہے یعنی اس میں زیداً مفعول معہ "ك" ضمیر مفعول کا مصاحبت ہے۔

مفعول لہ وہ اسم ہے جو ایسی چیز پر دلالت کرے کہ جو مذکورہ فعل کا سبب ہو یا

بالفاظ دیگر مفعول لہ وہ اسم ہے جو اپنے سے پہلے مذکور فعل کا سبب بیان کرے جیسے:
قُمْتُ اِكْرَاماً لِزَيْدٍ میں کھڑا ہوا زید کے اکرام کے لیے، اس مثال میں اكْرَاماً
مفعول لہ قُمْتُ فعل یعنی کھڑے ہونے کا سبب بیان کر رہا ہے اس کی بھی دو
صورتیں ہیں (۱) کبھی تو مفعول لہ کو حاصل کرنے کے لیے فعل واقع ہوتا ہے جیسے:
ضَرَبْتُهٗ تَادِيباً میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لیے پس اس میں حصول
تادیب کے لیے ضرب فعل واقع ہوا ہے (۲) کبھی مفعول لہ کے پہلے سے موجود ہو
نے کی وجہ سے فعل انجام دیا جاتا ہے جیسے: قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً میں جنگ
سے بیٹھا بزدلی کی وجہ سے یعنی جُبْناً مفعول لہ پہلے سے متکلم کے اندر موجود تھا اس
لیے بیٹھنے کا فعل واقع ہوا۔

سوال (۲) ذوالحال اور حال کسے کہتے ہیں، نیز حال کی تعریف اس کی چاروں
صورتیں مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): ذوالحال جس کی حالت بیان کی جائے اور وہ اکثر معرفہ ہوتا ہے اور
حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے حال ایسا اسم نکرہ ہے کہ جو فاعل یا مفعول یا ایک ساتھ دونوں
کی حالت پر دلالت کرے اس کی چار صورتیں ہیں، (۱) کبھی حال صرف فاعل کی
حالت بیان کرتا ہے جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِباً زید آیا سوار ہونے کی حالت میں، پس
زید فاعل اور ذوالحال ہے اور رَاكِباً حال ہے (۲) کبھی مفعول کی حالت بیان کرتا
ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَيْداً مَشْدُوْداً میں نے زید کو مارا بندھا ہوا ہونے کی حالت
میں، پس زیداً مفعول ذوالحال ہے اور مَشْدُوْداً حال ہے (۳) کبھی فاعل اور
مفعول دونوں کی حالت پر دلالت کرتا ہے جیسے: لَقِيْتُ زَيْداً رَاكِبَيْنِ میں نے زید
سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے، پس لقیت میں ضمیر متکلم فاعل

اور زیداً مفعول دونوں ذوالحال ہیں اور راکبین دونوں کا حال ہے (۴) کبھی حال مضاف الیہ کی حالت بتاتا ہے جیسے: بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً (بلکہ میں اتباع کرتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی، اس حال میں کہ وہ دیگر ادیان سے کٹے ہوئے ہیں) پس ابراہیم مضاف الیہ ذوالحال اور حَنِيْفاً حال ہے، دوسری مثال: اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے اس حال میں کہ وہ مردہ ہو، پس اَخِيْهِ مضاف الیہ ذوالحال ہے اور میتاً حال ہے۔

وفاعل ومفعول را ذوالحال گویند وآں غالباً معرفہ باشد واگر نکرہ باشد حال را مقدم دارند چوں جَاءَنِي رَاكِباً رَجُلٌ، وحال جملہ نیز باشد چنانچہ رَأَيْتُ الْأَمِيْرَ وَهُوَ رَاكِبٌ وتمیز اسمیست کہ رفع ابہام کند از عدد چوں عِنْدِي اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَماً یا از وزن چوں عِنْدِي رِطْلٌ زَيْتاً یا از کیل چوں عِنْدِي قَفِيْزَانِ بُرّاً یا از مساحت چوں مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً۔

ترجمہ: فاعل ومفعول کو ذوالحال کہتے ہیں اور یہ اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرتے ہیں جیسے: جَاءَنِي رَاكِباً رَجُلٌ (میرے پاس ایک مرد سوار ہونے کی حالت میں آیا) نیز حال جملہ بھی ہوتا ہے جیسے: رَأَيْتُ الْأَمِيْرَ وَهُوَ رَاكِبٌ (میں نے حاکم کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوار تھے) تمیز وہ اسم ہے جو ابہام و پوشیدگی کو ختم کرے، عدد سے جیسے: عِنْدِي اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَماً (میرے پاس گیارہ درہم ہیں) یا وزن سے جیسے: عِنْدِي رِطْلٌ زيتاً (میر پاس ایک رطل روغن زیتون ہے) کیل سے جیسے: عِنْدِي قَفِيْزَانِ بُرّاً (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) یا مساحت سے جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً (آسمان

میں ہتھیلی کے بقدر بھی بادل نہیں ہے)۔

سوال (۱): حال میں کون کون عامل ہوتے ہیں مع مثال بیان کریں اور ذوالحال معرفہ کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ بتائیں نیز حال کونسا جملہ بن سکتا ہے اور کونسا نہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱): حال میں چار چیزیں عمل کرتی ہیں (۱) فعل (۲) شبہ فعل (۳) ظرف (۴) اسم اشارہ، جس طرح فعل عمل کرتا ہے اسی طرح شبہ فعل بھی عمل کرتا ہے جیسے: زَیْدٌ ضَارِبٌ غُلَامَہٗ رَاکِباً زید اپنے غلام کو مارنے والا ہے اس حال میں کہ وہ سوار ہے، اس مثال میں ضاربٌ اسم فاعل شبہ فعل نے راکباً میں عمل کیا ہے اور اس کو حال بنایا ہے، اور اسی طرح کبھی حال میں ظرف بھی عمل کرتا ہے جیسے: زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِماً زید گھر میں موجود ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے اس مثال میں فِی الدَّارِ ظرف ہے اور ظرف میں معنیٰ فعل ہوتے ہیں چنانچہ فِی الدَّار میں مَوْجُوْدٌ کے معنیٰ ہیں اس نے قَائِماً پر عمل کیا اور اس کو حال بنایا ہے، اور کبھی حال میں اسم اشارہ بھی عمل کرتا ہے، جیسے: ھٰذَا زَیْدٌ قَائِماً یہ زید ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے، پس یہاں "ھٰذَا" اسم اشارہ اُشِیْرُ یا اُنَبِّہُ فعل کے معنیٰ میں ہے، جس نے حال میں عمل کیا اور اس کو نصب دیا ہے۔

ذوالحال معرفہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ محکوم علیہ کے حکم میں ہے یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور محکوم علیہ میں معرفت ہوتی ہے اس لیے اس کا معرفہ ہونا ضروری ہے۔

حال جملہ خبریہ بن سکتا ہے انشائیہ نہیں بن سکتا جیسے: رَاَیْتُ الْاَمِیْرَ وَھُوَ رَاکِبٌ میں نے امیر کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوار ہے پس الاَمیر ذوالحال ہے اور ھو مبتدا ہے راکبٌ خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال بن رہا

ہے۔ الامیر ذوالحال کا۔

سوال (۲): اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کیوں کرتے ہیں حالت رفعی، نصبی و جری کی مثالیں دیکر تفصیل سے سمجھائیے؟

جواب (۲): ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو مقدم اس لیے کرتے ہیں کہ اس کی حالتِ نصبی میں ذوالحال اور حال پر موصوف وصفت کا شائبہ ہوتا ہے جیسے: رَاَیتُ رجُلاً راکِباً، چنانچہ موصوف وصفت کی طرح یہاں رَجُلاً رَاکِباً میں پوری مطابقت ہے لہٰذا اس شبہ کو دور کرنے کے لیے حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا اور ہو گیا رَاَیتُ راکِباً رجلاً اب دیکھنے والا فوراً پہچان لے گا کہ یہ موصوف صفت نہیں بلکہ ذوالحال حال ہیں اس لیے کہ موصوف صفت میں پہلے موصوف ہوتا ہے اور وہ اسم ذات ہوتا ہے جیسا کہ پہلے رجُلاً تھا مگر اب رَجُلاً مؤخر ہو گیا جس سے موصوف و صفت کا شبہ دور ہو گیا، رہی اس کی حالت رفعی جیسے: جَآءَ نِی رَجُلٌ رَاکِباً اور حالت جری مَرَرْتُ بِرَجُلٍ رَاکِباً تو ان میں کوئی شبہ نہیں ہے پھر ان میں کیوں حال کو مقدم کرنا واجب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سَدّاً للباب. کے تحت ایسا حکم ہے کیونکہ اگر حالت رفعی اور جری میں حال کو مقدم نہ کرتے تو پھر ایک عادت بن جاتی اور ہو سکتا تھا کہ آدمی اس عادت سے مجبور ہو کر اس کی حالت نصبی میں بھی حال کو مقدم نہ کرتا جس کی وجہ سے مذکورہ شائبہ باقی رہتا اور الجھن پیش آتی اس لیے تینوں ہی حالتوں میں حال کو مقدم کرنا واجب کر دیا، چنانچہ اب اس طرح کہیں گے: جَآءَ نِیْ رَاکِباً رَجُلٌ میرے پاس ایک آدمی سوار ہونے کی حالت میں آیا، رایتُ راکباً رجلاً میں نے ایک آدمی کو سوار ہونے کی حالت میں دیکھا، مَرَرْتُ رَاکِباً بِرجلٍ میں ایک آدمی کے پاس سے گذرا اس حال میں کہ میں سوار تھا۔

سوال (۳) تمیز کی مکمل تعریف کریں اور نسبت سے ابہام کو دور کرنے کی مختلف قسموں کو بیان کریں نیز تمیز کو کل کتنی چیزوں سے ابہام دور کرنے کے لیے لاتے ہیں تمام کو مع امثلہ بیان کریں، نیز ہر مثال میں ممیز اور تمیز کی نشاندہی بھی کرتے چلیں؟

جواب (۳): تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو کسی اسم یا کسی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لیے لایا جائے نسبت سے ابہام کو دور کرنے کی کئی قسمیں ہیں (۱) جب کہ فعل کی فاعل کے ساتھ نسبت کرنے میں کوئی ابہام اور پوشیدگی ہو اور وہ اس کو دور کرے جیسے: طَابَ زیدٌ نَفْساً زید اچھا ہے نفس کے اعتبار سے (۲) جب کہ شبہ فعل کی فاعل کی طرف نسبت کرنے میں پوشیدگی ہو اور وہ اس کو دور کرے اور شبہ فعل کی چند قسمیں ہیں اول اسم فاعل ہے جیسے: الحَوْضُ مُمْتَلِئٌ مَاءً حوض بھرا ہوا ہے پانی کے اعتبار سے دوم اسم مفعول جیسے: الأرْضُ مُفَجَّرَةٌ عُيُوناً زمین پھٹی ہوئی ہے چشموں کے اعتبار سے سوم صفت مشبہ جیسے: زیدٌ حَسَنٌ وَجْهاً زید اچھا ہے چہرے کے اعتبار سے چہارم اسم تفضیل جیسے: زیدٌ افضلُ اباً زید افضل ہے باپ ہونے کے اعتبار سے پنجم مصدر جیسے: اعْجَبَنِی طِیْبُهٗ اباً مجھ کو تعجب میں ڈال دیا اس کے اچھا ہونے نے باپ ہونے کے اعتبار سے (۳) جب کہ معنیٔ فعل کی نسبت میں پوشیدگی ہو جیسے: حَسْبُكَ زیدٌ رجلاً تجھ کو زید کافی ہے مرد ہونے کے اعتبار سے (۴) جب کہ اضافت میں ابہام ہو جیسے: اعْجَبَنِی طِیْبُهٗ عِلْماً مجھ کو تعجب میں ڈالا اس کے اچھا ہونے نے علم کے اعتبار سے (۵) اور کبھی تمیز صفت مشتق بھی ہوتی ہے جیسے: لِلّٰهِ دَرُّهٗ فارِساً اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کمال گھوڑ سوار ہونے کے اعتبار سے اس مثال میں ایک احتمال حال کا بھی ہے کہ فارساً کو "ہٗ" سے حال بنایا جائے۔

تمیز کو کل پانچ چیزوں سے ابہام دور کرنے کے لیے لاتے ہیں (۱) فعل کی

فاعل کے ساتھ نسبت کرنے میں پوشیدگی ہو تو تمیز لاتے ہیں جیسے: طَابَ زَيْدٌ نَفْساً زید اچھا ہے نفس کے اعتبار سے، اس مثال میں زَيْدٌ ممیز اور نَفْساً تمیز ہے (۲) عدد کی پوشیدگی کو دور کرنے کے لیے تمیز لاتے ہیں جیسے: عِنْدِي أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَماً میرے پاس گیارہ درہم ہیں، اس میں أَحَدَ عَشَرَ ممیز اور درهماً تمیز ہے (۳) کبھی تمیز وزن سے ابہام کو دور کرنے کے لیے لائی جاتی ہے جیسے: عِنْدِي رِطْلٌ[1] زَيْتاً میرے پاس ایک رطل زیتون کا تیل ہے اس میں رِطْلٌ ممیز اور زَيْتاً تمیز ہے (۴) تمیز کبھی کیل سے ابہام کو دور کرنے کے لیے آتی ہے جیسے: عِنْدِي قَفِيزَانِ[2] بُرّاً میرے پاس دو قفیز گیہوں کے ہیں اس میں قَفِيزَانِ ممیز اور بُرّاً تمیز ہے وزن اور کیل میں فرق یہ ہے کہ وزن عموماً پتھر سے یا آجکل باٹوں سے ہوتا ہے اور کیل کسی خاص برتن اور ظرف سے ہوتا ہے جس کو پیمانہ کہتے ہیں مثلاً لیٹر وغیرہ (۵) مسافت یعنی پیمائش سے بھی ابہام کو دور کرنے کے لیے تمیز لاتے ہیں جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً آسمان میں ایک ہتھیلی کے برابر بادل نہیں ہے، اس مثال میں قَدْرُ رَاحَةٍ ممیز اور سحاباً تمیز ہے۔

ومفعول بہ اسمیست کہ فعل فاعل برو واقع شود چوں ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا بدانکہ ایں ہمہ منصوبات بعد از تمامی جملہ باشند و جملہ بالفعل و فاعل تمام شود بدیں سبب گویند اَلْمَنْصُوبُ فَضْلَةٌ۔

ترجمہ: مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا (زید نے عمرو کو مارا) واضح رہے کہ یہ تمام منصوبات (مفعولات) جملہ کے پورا

---

[1] رطل آدھا سیر یا ۲۰۰ گرام کا وزن۔
[2] قفیز ایک خاص پیمانہ کا نام ہے جس میں تقریباً اٹھائیس سیر لکھنؤ کے آتے ہیں دوسرا قول جس میں ۹۶ کلو آجائے

ہونے کے بعد آتے ہیں، اور جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں اَلْمَنْصُوْبُ فَضْلَةٌ (منصوبات زائد اور فالتو ہیں)۔

سوال (۱): مفعول بہ کی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب (۱): مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو رہا ہو جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا زید نے عمرو کو مارا اس میں عمرًا مفعول بہ ہے اس لیے کہ زید فاعل کا فعل اس کے اوپر واقع ہو رہا ہے۔

سوال (۲): فاعل اور مفعول کے درمیان فرق کو واضح کریں؟

جواب (۲): فاعل اور مفعول میں فرق یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ تو فعل کا قیام ہوتا ہے یا اس سے فعل صادر ہوتا ہے اور مفعول کے ساتھ فعل کا قیام نہیں ہوتا یا اس سے فعل کا صدور نہیں ہوتا بلکہ فعل مفعول کے اوپر واقع ہوتا ہے پھر فاعل کے ساتھ قیام فعل کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ فعل اس فاعل کے ساتھ قائم ہو اور اس سے صادر بھی ہو جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ فعل زَیْدٌ فاعل کے ساتھ قائم ہے اور اس سے صادر بھی ہو رہا ہے یعنی اس سے انجام پا رہا ہے اور دوسرے یہ کہ فعل فاعل کے ساتھ قائم تو ہو مگر اس سے صادر نہ ہو جیسے: مَاتَ زَیْدٌ زید مر گیا میں مَاتَ جو فعل ہے وہ زید فاعل سے صادر نہیں ہوا بلکہ ملک الموت سے صادر ہوا ہے البتہ فعل مَاتَ زید کے ساتھ قائم ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور مفعول جملہ پورا ہونے کے بعد آتا ہے۔

سوال (۳): اَلْمَنْصُوْبُ فُضْلَةٌ سے کیا اعتراض ہوتا ہے اور اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے تفصیل سے بیان کریں؟

جواب (۳): "اَلْمَنْصُوْبُ فُضْلَةٌ" یعنی تمام منصوبات زائد اور بیکار ہیں اس سے یہ

اعتراض ہوتا ہے کہ جب تمام منصوبات زائد ہیں تو مصنفؒ نے کتاب میں ان کو بیان کیوں کیا اور اسی طرح قرآن کریم میں جو منصوبات آتے ہیں وہ بھی زائد ہوئے تو اس سے تو یہ شبہ لازم آیا کہ نعوذ باللہ قرآن میں بھی زائد اور بیکار چیزیں ہیں اس کا جواب مصنفؒ خود دے رہے ہیں کہ اصل جملہ تو فعل یعنی مسند اور فاعل یعنی مسند الیہ سے مل کر پورا ہو جاتا ہے اور مفعول اس پر زائد ہوتا ہے اب زائد کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بیکار اور بے معنی ہوتے ہیں بلکہ ان کے مستقل معنی ہوتے ہیں کہ جن کے بغیر پوری بات سمجھ میں بھی نہیں آتی، البتہ نحوی اعتبار سے جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ جملے کے اوپر زائد ہوتے ہیں اس لیے ان کو زائد کہا کہ فی نفسہ جملہ ان کا محتاج نہیں۔

فصل: بدانکہ فاعل بر دو قسم ست مظہر چوں ضَرَبَ زیدٌ ومضمر بارز چوں ضَرَبْتُ ومضمر مستتر یعنی پوشیدہ چوں زیدٌ ضَرَبَ فاعل ضرب ھُوَ ست در ضَرَبَ مستتر بدانکہ چوں فاعل مؤنث حقیقی باشد یا ضمیر مؤنث علامت تانیث در فعل لازم باشد چوں قَامَتْ ھِنْدٌ و ھِنْدٌ قَامَتْ اَیْ ھِیَ ، ودر مظہر غیر حقیقی ودر مظہر جمع تکسیر دو وجہ روا باشد چوں طَلَعَ الشَّمْسُ و طَلَعَتِ الشَّمْسُ و قال الرجالُ و قالت الرجالُ ۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ فاعل دو قسم پر ہے (۱) مظہر جیسے: ضربَ زیدٌ (زید نے مارا) (۲) مضمر (مضمر کی دو قسمیں ہیں) بارز جیسے: ضَرَبْتُ (میں نے مارا) مضمر مستتر یعنی پوشیدہ جیسے: زیدٌ ضَرَبَ (زید نے مارا) ضَرَبَ کا فاعل ھُوَ ہے جو ضَرَبَ میں پوشیدہ ہے، واضح ہو کہ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو، یا مؤنث (حقیقی یا غیر حقیقی) کی ضمیر ہو تو علامت تانیث فعل میں لانا لازم ہے (فعل مؤنث لانا واجب ہے) جیسے: قَامَتْ ھِنْدٌ و ھِنْدٌ قَامَتْ اَیْ ھِیَ (ہند کھڑی ہوئی) اور اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی اور اسم ظاہر جمع تکسیر میں دو صورتیں جائز ہیں (فعل مذکر اور فعل

مؤنث دونوں کالانا جائز ہے) جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ و طَلَعَتِ الشَّمْسُ (سورج نکلا) وَ قَالَ الرِّجَالُ وَقَالَتِ الرِّجَالُ (لوگوں نے کہا)۔

سوال (۱): فاعل کی تینوں قسمیں مثال کے ساتھ بیان کریں اور مثالوں میں فاعل کی نشاندہی بھی کریں؟

جواب (۱): فاعل کی تین قسمیں ہیں (۱) فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو یعنی لفظوں میں مذکور ہو جیسے: ضَرَبَ زیدٌ زید نے مارا، اس مثال میں زید فاعل ہے اور اسم ظاہر ہے (۲) فعل کا فاعل اسم ضمیر بارز یعنی ظاہر ہو جیسے: ضَرَبْتُ میں نے مارا اس میں (تُ) ضمیر بارز فاعل ہے (۳) فعل کا فاعل اسم ضمیر مستتر یعنی پوشیدہ ہو جیسے: زیدٌ ضَرَبَ زید نے مارا اس مثال میں ضَرَبَ کے اندر "هُوَ" ضمیر پوشیدہ ہے جو اس کا فاعل ہے اور زیدٌ مبتدا ہے نا کہ فاعل اس لیے کہ فاعل فعل سے مقدم نہیں ہوتا۔

سوال (۲): اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی یا اسمِ ضمیر مؤنثِ حقیقی یا مؤنثِ غیر حقیقی ہو تو فعل کیسا لائیں گے مثال و ترجمہ مثال کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۲): (۱) اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو تب بھی (۲) اور اگر فاعل مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو (۳) یا مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تب بھی ان تینوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لایا جائے گا، جیسے: اسم ظاہر مؤنث حقیقی کی مثال: قَامَتْ هِندٌ ہند کھڑی ہوئی، اسم ضمیر مؤنث حقیقی کی مثال جیسے: هِندٌ قَامَتْ ہند کھڑی ہوئی، اور اسم ضمیر مؤنث غیر حقیقی کی مثال جیسے: الشَّمْسُ طَلَعَتْ سورج طلوع ہوا۔

جب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو تو فعل اس لیے مؤنث آتا ہے کہ مؤنث حقیقی تانیث کے اعتبار سے اقویٰ ہے اس لیے اس سے پہلے فعل کو مؤنث لانا واجب ہوا اور اسم ضمیر مؤنث حقیقی یا غیر حقیقی کے فاعل ہونے کی صورت میں فعل کو

مؤنث اس لیے لاتے ہیں کیونکہ ان ضمیروں کے مراجع مؤنث ہیں اور قاعدہ ہے کہ ضمیر ہمیشہ اپنے مرجع کے موافق آتی ہے، چوں کہ فاعل کی ضمیریں مؤنث ہیں اس لیے ان کی وجہ سے فعل بھی مؤنث ہوگا۔

سوال (۴): اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو یا اسم ظاہر جمع تکسیر ہو تو فعل کیسا لائیں گے؟

جواب (۴): چوتھی صورت اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں فعل کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں اور مذکر بھی جیسے: طَلَعَت الشَّمسُ اور طَلَعَ الشمسُ پانچویں صورت اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع تکسیر ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور مؤنث میں خواہ مؤنث حقیقی ہو یا غیر حقیقی تو اس صورت میں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے: قَالَتِ الرِّجَالُ اور قَالَ الرِّجَالُ مذکر کی مثال ہوئی اور مؤنث حقیقی کی مثال جیسے: قَالَ نِسوَةٌ وقَالَتْ نِسوَةٌ اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی مثال جیسے: طَلَعَ الشموسُ و طَلَعَتِ الشُّمُوسُ اگرچہ سورج ایک ہے اس لیے اس کی جمع کے بارے میں اعتراض ہو سکتا ہے مگر تشبیہات میں جمع لا سکتے ہیں۔

قسم دوم مجہول بدانکہ مجہول بجائے فاعل مفعول بہ را برفع کند و باقی را بنصب چوں ضُرِبَ زیدٌ یَومَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیرِ ضَرباً شَدِیداً فی دارِہٖ تَادِیباً وَ الْخَشَبَةَ وفعل مجہول را فعل مالم یسم فاعلہٗ گویند و مرفوعش را مفعول مالم یسم فاعلہ گویند۔

ترجمہ: فعل کی دوسری قسم مجہول ہے، واضح ہو کہ فعل مجہول فاعل کے بجائے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے اور باقی کو نصب جیسے: بَرِیٌّ ضُرِبَ زیدٌ یَومَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیرِ ضَرباً شَدِیداً فی دارِہٖ تَادِیباً وَ الْخَشَبَةَ (زید کی پٹائی کی گئی جمعہ کے دن حاکم کے سامنے سخت پٹائی، اس کے گھر میں ادب سکھانے کے لیے لچکی سے) فعل مجہول کو فعل

مالم یسم فاعلہ (وہ فعل کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) بھی کہتے ہیں اور اس کے مرفوع کو مفعول مالم یسم فاعلہ (وہ مفعول کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) کہتے ہیں۔

سوال (۱): فعل کے فاعل کی چھٹی صورت مع مثال بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ جمع تکسیر کہہ کر کس کو نکالا گیا ہے؟

جواب (۱): (۶) چھٹی قسم جب فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے جیسے: حَضَرَتِ القَاضِیَ المرأۃُ یا حَضَرَ القَاضِیَ المرأۃُ عورت قاضی کے پاس حاضر ہوئی، نیز قرآن کریم میں بھی ہے: إِذَا جَاءَكَ المؤمِنَاتُ جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں آئیں۔

مصنفؒ نے جمع تکسیر کہہ کر جمع مذکر سالم کو نکال دیا اس لیے کہ جب فعل کا فاعل جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ہوں تو فعل ہمیشہ فاعل کے مطابق آتا ہے، مذکر کے لیے مذکر اور مؤنث کے لیے مؤنث جیسے: قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اور قَالَتِ الْمُسْلِمَاتُ۔

سوال (۲) فعل مجہول کیا عمل کرتا ہے مصنفؒ کی بیان کردہ مثالیں مع ترجمہ پیش کریں؟

جواب (۲): فعل مجہول کا معمول مرفوع ایک ہے اور معمولات منصوبہ چھ ہیں، پس فعل مجہول مفعول بہ کو رفع دیتا ہے جیسے: ضُرِبَ زیدٌ زید مارا گیا اور مفاعیل ستہ (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول فیہ (۳) مفعول معہٗ (۴) مفعول لہٗ (۵) حال (۶) تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: ان سب کی مثال: ضُرِبَ زیدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْباً شَدِیْداً فِی دَارِہٖ تَادِیْباً وَ الْخَشَبَةَ ظُلْماً مَشْدُوداً، ترجمہ: زید مارا گیا سخت مارنا جمعہ کے دن امیر کے سامنے اس کے گھر میں ادب سکھانے کے لیے لکڑی سے ظلم کے طور پر اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا، مذکورہ مثال میں ضُرِبَ فعل مجہول ہے زیدٌ اس کا معمول مرفوع

یعنی نائب فاعل ہے، ضَرْباً شَدِیْداً موصوف صفت سے مل کر مفعول مطلق ہے، یَوْمَ الْجُمُعَةِ مفعول فیہ ظرف زمان ہے اَمَامَ الْاَمِیْرِ مفعول فیہ ظرف مکان ہے فِیْ دَارِہٖ جار مجرور سے مل کر ضُرِبَ سے متعلق ہے تَادِیْباً مفعول لہ ہے وَالْخَشَبَةَ مفعول معہ ہے ظُلْمًا تمیز ہے اور مشدوداً حال ہے اور یہ تمام مفاعیل منصوب ہیں۔

سوال (۳) فعل مجہول کا دوسرا نام اور اس کے معمول مرفوع کے دونوں نام بیان کریں؟

جواب (۳): فعل مجہول کا دوسرا نام "فعل مالم یسم فاعلہ" ہے یعنی ایسا فعل جس کا فاعل بیان نہ کیا گیا ہو اور فعل مجہول کے معمول مرفوع کے دو نام ہیں (۱) نائب فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ۔

فصل: بدانکہ فعل متعدی بر چہار قسم ست اول متعدی بیک مفعول چوں ضَرَبَ زیدٌ عَمْرواً ودوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا باشد چوں اَعْطٰی وآنچہ در معنی او باشد چوں: اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْهَمًا، وایں جا اَعْطَیْتُ زَیْدًا نیز جائز ست، سوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا نباشد وایں در افعال قلوب ست۔ چوں عَلِمْتُ و ظَنَنْتُ و حَسِبْتُ و خِلْتُ وزَعَمْتُ ورَأَیْتُ ووَجَدْتُ چوں علمتُ زیداً فَاضِلاً و ظَنَنْتُ زیداً عالِماً، چہارم متعدی بہ سہ مفعول چوں اَعْلَمَ و اَرٰی و اَنْبَأَ و اَخْبَرَ و خَبَّرَ و نَبَّأَ و حَدَّثَ چوں اَعْلَمَ اللّٰہُ زیداً عَمْرواً فَاضِلاً۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ فعل متعدی چار قسم پر ہے (۱) متعدی بیک مفعول جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عَمْرواً (زید نے عمر کو مارا) (۲) متعدی بدو مفعول جب کہ ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہو مثلاً: اَعْطٰی جیسے: اَعْطَیْتُ زَیْداً دِرْهَمًا اس جگہ اَعْطَیْتُ زیداً کہنا بھی جائز ہے (۳) متعدی بدو مفعول جب کہ ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہ ہو اور یہ

افعال قلوب میں ہے۔جیسے: عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، زَعَمْتُ، رَأَیْتُ اور وَجَدْتُ مثلاً علمتُ زیداً فاضلاً (میں نے زید کو فاضل جانا) ظَنَنْتُ زَیْداً عَالِماً (میں نے زید کو عالم گمان کیا) (۳) متعدی بہ سہ مفعول جیسے: اَعْلَمَ ،اَرٰی ، اَنْبَأَ ، اَخْبَرَ ، خَبَّرَ ، نَبَّأَ اور حَدَّثَ جیسے: اَعْلَمَ اللّٰہُ زیداً عَمْرواً فاضلاً (اللہ تعالیٰ نے زید کو عمرو کے فاضل ہونے کو بتایا)

سوال (۱): فعل متعدی کی کتنی قسمیں ہیں مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں (۱) ایسا فعل متعدی جو ایک مفعول کو طلب کرے جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عمرواً ،زید نے عمرو کو مارا اس کو فعل متعدی بیک مفعول کہتے ہیں (۲) ایسا متعدی جو دو مفعولوں کو طلب کرے اور صرف ایک مفعول پر بھی اکتفا کرنا جائز ہو جیسے: اَعْطَیْتُ زَیْداً دِرْھَماً میں نے زید کو ایک درہم دیا اور اعطیتُ زَیْداً کہنا بھی صحیح ہے (۳) ایسا متعدی جو دو مفعولوں کو طلب کرے اور ایک مفعول پر اکتفا جائز نہ ہو جیسے: عَلِمْتُ زَیْداً فَاضِلاً ، میں نے زید کو فاضل جانا، ظَنَنْتُ زَیْداً عَالِماً میں نے زید کو عالم گمان کیا، حسبتُ زیداً حافظاً میں نے زید کو حافظ گمان کیا، خِلْتُ زیداً قاریاً میں نے زید کو قاری خیال کیا، زعمتُ زیداً مُفْتِیاً میں نے زید کو مفتی جانا، رایتُ زیداً سَخِیاً میں نے زید کو سخی خیال کیا، وَجَدْتُ زیداً متقیاً میں نے زید کو متقی سمجھا اور اس کو متعدی بدو مفعول کہتے ہیں (۴) ایسا متعدی جو تین مفعولوں کو طلب کرے اور تینوں کو ذکر کرنا ضروری ہو جیسے: اَعْلَمَ اللّٰہُ زیداً عمرواً فاضِلاً اللہ نے زید کو عمرو کا فاضل ہونا بتایا۔ أرٰی اللّٰہُ زَیْداً عَمرواً عَالِماً اللہ نے زید کو عمرو کا عالم ہونا بتایا، اَنْبَأَ اللّٰہُ زَیْداً عَمراً حَافِظاً اللہ نے زید کو خبر دی کہ عمرو حافظ ہے، اَخْبَرَ اللّٰہُ زیداً عمرواً قَارِیاً اللہ

نے زید کو خبر دی کہ عمر قاری ہے، خَبَّرَ اللّٰهُ عَمْرواً مُتقياً اللہ نے زید کو خبر دی کہ عمر متقی ہے، نَبَّأَ اللّٰهُ زيداً عَمْرواً سَخِيّاً، اللہ نے زید کو بتایا کہ عمرو سخی ہے، اور ان افعال کو متعدی بسہ مفعول کہتے ہیں۔

سوال (۲): ''وآنچہ در معنیٰ اُو باشد'' اس عبارت سے مصنف کیا سمجھانا چاہتے ہیں، نیز بتائیں کہ فعل متعدی کی دوسری قسم اور تیسری قسم میں کیا فرق ہے اور یہ فرق کیوں ہے؟

جواب (۲): ''وآنچہ در معنیٰ اُو باشد'' سے مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو بھی فعل ''اَعطیٰ'' کی طرح دو مفعول چاہتا ہو گا بشرطیکہ وہ افعال قلوب میں سے نہ ہو تو اس میں بھی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے جیسے: کَسَوْتُ زيداً جُبَّةً میں نے زید کو جبہ پہنایا، اور سَلَبْتُ زيداً ثَوْباً میں نے زید سے کپڑا چھینا۔ پس کَسَوْتُ زَيْدًا اور سَلَبْتُ زَيْدًا کہنا بھی صحیح ہے۔

فعل متعدی کی دوسری اور تیسری قسم میں یہ فرق ہے کہ دوسری قسم میں تو ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہے چاہے پہلے مفعول پر ہو یا دوسرے پر اور تیسری قسم میں ایک مفعول پر اکتفا جائز نہیں اور یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ دوسری قسم میں جو دو مفعول ہیں وہ ذات کے اعتبار سے مغائر یعنی الگ الگ ہیں، لہٰذا ان میں سے ایک کو حذف کرنے سے دوسرے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور تیسری قسم میں جو دو مفعول ہیں وہ ذات کے اعتبار سے ایک ہیں چنانچہ ان میں مبتدا و خبر کا رشتہ ہے جیسے: زيدٌ فاضلٌ کہ زید اور فاضل ایک ہی ذات ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ کسی ذات کے بعض اجزا کو حذف کر دیا جائے اور بعض کو بیان کر دیا جائے، اس لیے دونوں کو لانا ضروری ہوا۔

سوال (۳): افعال قلوب کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں اور ان میں کون کس معنیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور پھر افعال قلوب کی وجہ تسمیہ بتانے کے بعد ان افعال کو بیان

کریں جو تین مفعول کو چاہتے ہیں؟

جواب (۳): افعالِ قلوب سات ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) علمت (۲) ظَنَنْتُ (۳) حَسِبْتُ (۴) خِلْتُ (۵) زَعَمْتُ (۶) رَأَيْتُ (۷) وَجَدْتُ ، پس ان میں سے عَلِمْتُ رَأَيْتُ وَجَدْتُ یہ تینوں یقین کے معنی دیتے ہیں ، اور ظَنَنْتُ ، حَسِبْتُ ، خِلْتُ یہ ظن کے معنی دیتے ہیں اور رہا "زَعَمْتُ" تو یہ یقین اور ظن دونوں معنی کے درمیان مشترک ہے۔

افعالِ قلوب کو افعالِ قلوب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض افعال یقین کا اور بعض افعال ظن کا معنی دیتے ہیں اور یقین اور ظن کا تعلق قلب سے ہے یعنی وہ قلب کا فعل ہے اس لیے ان کو افعالِ قلوب کہتے ہیں، لیکن اگر کوئی گم شدہ چیز کے دست یاب ہو جانے پر وَجَدْتُ کا صیغہ استعمال کرے اور اسی طرح کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے پر رَأَيْتُ کا اطلاق کرے تو اس وقت یہ افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں گے بلکہ اس وقت یہ افعال تام ہوں گے اور ایک ہی مفعول پر اکتفا جائز ہوگا۔

وہ افعال جو متعدی بسہ مفعول ہوتے ہیں وہ یہ ہیں ، أَعْلَمَ ، أَرَىٰ ، أَنْبَأَ ، أَخْبَرَ ، خَبَّرَ ، نَبَّأَ ، حَدَّثَ ۔

بدانکہ ایں ہمہ مفعولات مفعول بہ اند و مفعول دوم در باب عَلِمْتُ و مفعول سوم در باب أَعْلَمْتُ و مفعول لہٗ و مفعول معہٗ را بجائے فاعل نتوانند نہاد و دیگر ہا را شاید و در باب أَعْطَيْتُ مفعول اول بمفعول مالم یسم فاعلہ لائق تر باشد از مفعول دوم۔

ترجمہ | واضح ہو کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں اور باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول، باب أَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول اور مفعول لہٗ، اور مفعول معہٗ کو فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے۔ (نائب فاعل نہیں بنا سکتے) اور دوسرے مفعولوں کو بنا سکتے ہیں أَعْطَيْتُ کے

باب میں مفعول اول کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنانا زیادہ افضل ہے مفعول دوم سے۔

سوال (۱): مصنفؒ یہاں سے کیا بیان فرمارہے ہیں نیز عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول اور اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول نائب فاعل کیوں نہیں بن سکتے ؟

جواب (۱): مصنفؒ یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں اگر فعل متعدی بیک مفعول یا متعدی بدو مفعول یا متعدی بسہ مفعول کو مجہول لایا جائے تو کون کون سے مفعول نائب فاعل بن سکتے ہیں اور کون کونسے نہیں، لہٰذا اسی کو سمجھا رہے ہیں کہ باب عَلِمْتُ (افعال قلوب) کا دوسرا مفعول اور باب اَعْلَمْتُ (متعدی بسہ مفعول) کا تیسرا مفعول نائب فاعل نہیں بن سکتے اس لیے کہ باب اَعْلَمْتُ کے دونوں مفعول "زَیْداً فَاضِلاً" میں مسند الیہ اور مسند کا رشتہ ہوتا ہے اب اگر فَاضِلاً کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں تو اس صورت میں فعل مجہول مسند ہوگا اور فَاضِلاً مسند الیہ لہٰذا فَاضِلاً کے لیے ایک ہی وقت میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بننا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ اور اسی طرح باب عَلِمْتُ کا تیسرا مفعول فَاضِلاً جو کہ پہلے عمرو کی طرف مسند ہے اب اگر اس کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں گے تو فعل مجہول ہوا مسند اور وہ مسند الیہ بن جائے گا جس کی وجہ سے فَاضِلاً کا یہاں بھی ایک ہی وقت میں مسند بھی اور مسند الیہ بھی بننا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے، اس لیے ان کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں ہے۔

سوال (۲): مفعول لہ اور مفعول معہ کو نائب فاعل بنانا جائز کیوں نہیں ہے؟

جواب (۲): مفعول لہ کو نائب فاعل بنانا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ علت اور سبب پر دلالت کرتا ہے اور مفعول لہ میں سبب پر دلالت کرنے والی چیز نصب ہے، پس اگر اس کو نائب فاعل بنائیں تو وہ مرفوع ہو جائے گا اور نصب چلا جائے گا جب کہ

سببیت کے معنی تو نصب ہی سے حاصل ہو رہے تھے جب نصب ہی چلا گیا تو اب وہ مفعول لہٗ ہی نہ رہے گا اس لیے اس کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، البتہ اگر اس کو نائب فاعل بنانا ہی ہے تو اس پر لام سببیہ داخل کر دیا جائے، لہٰذا اب وہ نائب فاعل بھی بن جائے گا اور سببیت کے معنی بھی باقی رہیں گے جیسے: ضُرِبَ لِلتَّادِيْبِ ادب سکھانے کے لیے مارا گیا، اور مفعول معہٗ نائب فاعل اس لیے نہیں بن سکتا کہ وہ ہمیشہ واؤ بمعنی مع کے ساتھ ہوتا ہے پس اگر مفعول معہ کو نائب فاعل بنائیں گے تو فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان واؤ کی وجہ سے فاصلہ اجنبیہ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے اور اگر واؤ کو ہٹا دیں تو پھر وہ مفعول معہ ہی باقی نہ رہے گا اس لیے مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا۔

سوال (۳): فاصلہ کی کتنی قسمیں ہیں کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے؟

جواب (۳): فاصلہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فاصلہ اجنبیہ (۲) فاصلہ غیر اجنبیہ پس نحوی حضرات جس فاصلہ کو پسند نہیں کرتے اس کو فاصلۂ اجنبیہ کہتے ہیں اور جس کو حضرات نحاۃ معیوب نہیں سمجھتے اس کو فاصلۂ غیر اجنبیہ کہتے ہیں، اور فاصلہ اجنبیہ ناجائز ہے اور غیر اجنبیہ جائز ہے۔

فصل: بدانکہ افعال ناقصہ ہفت دہ اند کانَ و صَار وظَلَّ وبَاتَ و اَصْبَحَ واَضْحٰى واَمْسٰى و عَادَ و اٰضَ وغَدَا ورَاحَ ومَا زَالَ ومَا انْفَكَّ ومَا بَرِحَ ومَا فَتِئَ ومَا دامَ ولَيسَ۔

ترجمہ جاننا چاہیے کہ افعال ناقصہ سترہ ہیں: (۱) کانَ (۲) صَارَ (۳) ظَلَّ (۴) بَاتَ (۵) اَصْبَحَ (۶) اَضْحٰى (۷) اَمْسٰى (۸) عَادَ (۹) اٰضَ (۱۰) غَدَا (۱۱) رَاحَ (۱۲) مَازَالَ (۱۳) مَا انْفَكَّ (۱۴) مَا بَرِحَ (۱۵) مَا فَتِئَ

(۱۶)مَا دَامَ (۱۷)لَیْسَ ۔

سوال(۱): حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا صحیح ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے تو کیوں؟ نیز مفاعیل ستہ میں سے کن کن کو نائب فاعل بنانا جائز ہے مثال وترجمہ مثال کے ساتھ بیان کریں؟

جواب(۱): حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر حال اور تمیز کو نائب فاعل بنائیں گے تو جو نصب کہ حال کی حالیت اور تمیز کی تمیزیت پر دلالت کرتا ہے وہ باقی نہیں رہے گا بلکہ اس کی جگہ رفع آجائے گا، اور اس طرح وہ دونوں اپنی اصل حالت پر ہی باقی نہ رہیں گے اس لیے ان کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں ہے، البتہ مفاعیل ستہ میں سے جن کا نائب فاعل بنانا جائز ہے وہ یہ ہیں (۱) مفعول بہ کو نائب فاعل بنا سکتے ہیں جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً سے ضُرِبَ عَمْروٌ، عمرو مارا گیا (۲) مفعول لہٗ کو لام سمیت کے ساتھ نائب فاعل بنانا صحیح ہے جیسے: ضُرِبَ لِلتَّادِیْبِ ادب سیکھنے کے لیے مارا گیا (۳) مفعول مطلق کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں جیسے: سِیْرَ سَیْرٌ شَدِیْدٌ تیز چال چلی گئی (۴) مفعول فیہ ظرف زمان کو بھی نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے: سِیْرَ یومُ الْجُمُعَةِ جمعہ کے دن چلا گیا مفعول فیہ ظرف مکان کو بھی نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے: سِیْرَ أَمَامُکَ تیرے سامنے چلا گیا یہ سب مفعول مالم یسم فاعلہٗ بن سکتے ہیں۔

سوال(۲): اَعْطَیْتُ کے باب میں پہلے مفعول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ کیوں ہے؟

جواب(۲): باب اَعْطَیْتُ کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا اس لیے اولیٰ ہے کہ نائب فاعل وہ بنتا ہے جس میں فاعلیت کے معنی بھی ہوں اور چونکہ یہاں مفعول اول زید میں فاعلیت کے معنی بھی ہیں یعنی جب اسے درہم دیا گیا تو وہ مفعول ہوا

جب اس نے درہم لیا تو وہ لینے والا یعنی فاعل ہوا اس طرح اس میں فاعلیت کے معنی پائے گئے اس لیے اس کو نائب فاعل بنانا اولی ہوا۔

سوال (۳): افعال ناقصہ کتنے ہیں اور کیا کیا نیز مَا فَتِئَ کی دونوں لغت بیان کریں؟

جواب (۳): افعال ناقصہ سترہ ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) کَانَ (۲) صَارَ (۳) ظَلَّ (۴) بَاتَ (۵) اَصْبَحَ (۶) اَضْحٰی (۷) اَمْسٰی (۸) عَادَ (۹) اٰضَ (۱۰) غَدَا (۱۱) رَاحَ (۱۲) مَازَالَ (۱۳) مَا انْفَكَّ (۱۴) مَا بَرِحَ (۱۵) مَا فَتِئَ (۱۶) مَا دَامَ (۱۷) لَیْسَ نیز مَا فَتِئَ کو مَا فَتِیَ اور مَا فَتَیٔ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، ہر دو لغت صحیح ہیں۔

ایں افعال بفاعل تنہا تمام نشوند و محتاج باشند بخبرے بدیں سبب اینہا را ناقصہ گویند و در جملہ اسمیہ روند و مسند الیہ را رفع کنند و مسند را نصب چوں: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا و مرفوع را اسم کَانَ گویند و منصوب را خبر کَانَ و باقی را بریں قیاس کن بدانکہ بعضے ازیں افعال در بعضے افعال بفاعل تنہا تمام شوند چوں: کَانَ مَطَرٌ شد باراں بمعنی حَصَلَ و اورا کان تامہ گویند و کَانَ زائدہ نیز باشد۔

ترجمہ: یہ افعال صرف فاعل سے مل کر مکمل نہیں ہوتے بل کہ ایک خبر کے بھی محتاج ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو ناقصہ کہتے ہیں، اور یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں مسند الیہ کو رفع اور مسند کو نصب دیتے ہیں جیسے: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہوا) مرفوع کو کَانَ کا اسم کہتے ہیں جب کہ منصوب کو کَانَ کی خبر کہتے ہیں باقی افعال کو اسی پر قیاس کر لیجیے، واضح رہے کہ ان میں سے بعض افعال صرف فاعل کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں جیسے: کَانَ مَطَرٌ (بارش ہو گئی) کان، حَصَلَ کے معنی میں ہے، اس کو کَانَ تامّہ کہتے ہیں، نیز کَانَ زائدہ بھی ہوتا ہے۔

سوال (۱): افعال ناقصہ کو ناقصہ کیوں کہتے ہیں تمام افعال ناقصہ کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب(۱): افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تنہا فاعل سے پورے نہیں ہوتے بلکہ ان کو ایک خبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے افعال ناقصہ کی جمیع مثالیں حسب ذیل ہیں، کَانَ جیسے: کَانَ زیدٌ قائماً زید کھڑا ہوا، صَارَ جیسے: صَارَ زیدٌ غنیاً، زید مالدار ہو گیا، ظَلَّ یہ دو معنی کے لیے آتا ہے دن کے وقت کے لیے جیسے: ظَلَّ زیدٌ صَائِماً زید دن میں روزہ دار رہا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: ظَلَّ زیدٌ امیراً زید امیر ہو گیا، بَاتَ دو معنی کے لیے آتا ہے رات کے وقت کے لیے جیسے: بَاتَ زیدٌ قائماً زید رات میں سوتا رہا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: بَاتَ زیدٌ فقیراً زید فقیر ہو گیا، اَصْبَحَ دو معنی کے لیے آتا ہے صبح کے وقت کے لیے جیسے: اصبح زیدٌ قَائِماً زید صبح کے وقت کھڑا ہوا، دوسرے صار کے معنی میں جیسے: اَصْبَحَ زیدٌ غَنِیاً زید مالدار ہو گیا، اَضْحٰی دو معنی کے لیے آتا ہے ایک چاشت کے وقت کے لیے جیسے: اَضْحٰی زیدٌ امیراً زید چاشت کے وقت امیر ہوا دوسرے صار کے معنی میں جیسے: اَضْحٰی زیدٌ کَاتِباً زید کاتب ہو گیا، اَمْسٰی دو معنی کے لیے آتا ہے ایک شام کے وقت کے لیے جیسے: اَمْسٰی زیدٌ شَاعِراً زید شام کے وقت شاعر ہوا دوسرے صار کے معنی میں جیسے: اَمْسٰی زیدٌ قَارِیاً زید قاری ہو گیا، عَادَ، اٰضَ، غَدَا، رَاحَ یہ چاروں صار کے معنی میں آتے ہیں جس وقت کہ ناقص ہوں جیسے: عَادَ زیدٌ فقیراً زید فقیر ہوا اور اٰض زیدٌ قَائِماً زید کھڑا ہوا، اور غدا زیدٌ حَافِظاً زید حافظ ہوا، رَاحَ زیدٌ شَاعِراً زید شاعر ہوا اور یہ چاروں تامّہ بھی ہوتے ہیں پس اس وقت عادَ اور اٰض کے معنی رَجَعَ کے ہوتے ہیں جیسے: عَادَ زیدٌ مِنْ سَفَرِہٖ زید اپنے سفر سے لوٹا اور اٰض زیدٌ زید واپس ہوا اور غدا تامّہ کے معنی ہوتے ہیں صبح کے وقت چلا جیسے: غدا زیدٌ زید صبح کے وقت چلا اور راح تامّہ کے

معنی ہوتے ہیں شام کے وقت چلا جیسے: راحَ زیدٌ زید شام کے وقت چلا۔

مَا زَالَ ، مَا انْفَكَّ ، مَا بَرِحَ ، مَا فَتِئَ ان چاروں کے معنی ہیں جدا ہونا اور الگ ہونا یہ افعال نافیہ ہیں یعنی ان کے اندر منفی معنی پائے جاتے ہیں اور جب ان پر مانافیہ داخل ہو جائے تو نفی پر نفی داخل ہو کر اثبات کا فائدہ دیتا ہے چنانچہ اب ان کے معنی ہوں گے ہمیشہ رہا برابر رہا جیسے: مازال زیدٌ متقیاً زید ہمیشہ متقی رہا ما انفكَّ زیدٌ شاعراً زید برابر شاعر رہا، ما برح زیدٌ قارياً زید مسلسل قاری رہا ما فتئ زیدٌ مطیعاً زید برابر فرمانبردار رہا۔

مَادَامَ میں ما مصدریہ توقیتیہ ہے اس کے معنی ہیں جب تک جیسے: اِجْلِسْ مَا دَامَ زیدٌ جَالِساً تو بیٹھ جب تک کہ زید بیٹھا ہے اور لَیْسَ اصل میں لَیِسَ تھا بر وزن سمِعَ کسرہ کو تخفیفاً حذف کر کے یاء کو ساکن کر دیا لَیْسَ ہو گیا یہ نفی کے لیے آتا ہے جیسے: لَیْسَ زید قائماً زید کھڑا نہیں ہوا چنانچہ آخر کے چھ افعال ناقصہ کہ پانچ وہ جن کے آخر میں مانافیہ و مصدریہ ہے اور ایک لَیْسَ یہ کبھی بھی تامہ نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ناقصہ ہی رہتے ہیں۔

سوال (۲): افعال ناقصہ کیا عمل کرتے ہیں اور ان کے مرفوع و منصوب کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب (۲): افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مسند الیہ یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور مسند یعنی خبر کو نصب دیتے ہے اور ان کے مرفوع کو کان کا اسم اور منصوب کو کان کی خبر کہتے ہیں۔

سوال (۳): كَانَ تامہ و كَانَ زائدہ کسے کہتے ہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): كَانَ تامہ وہ فعل ہے جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے اور اس کو خبر کی ضرورت نہ پڑے جیسے: كَانَ مَطَرٌ بارش ہوئی اور كَانَ زائدہ وہ فعل ہے جس کے

کچھ معنی نہ ہوں صرف زینتِ کلام کے لیے لایا گیا ہو کہ اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو معنیٔ مرادی میں خلل واقع نہ ہو جیسے: كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم اس سے کس طرح بات کریں جو کہ گہوارہ میں ہے اس حال میں کہ وہ بچہ ہے، اس مثال میں مَنْ كَانَ اصل میں مَنْ هُوَ ہے کان زائدہ ہے پس کان تین طرح کا ہوا (۱) کان ناقصہ (۲) کان تامہ (۳) کان زائدہ۔

سوال (۴): افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنے کی تین صورتیں بیان کریں نیز فعل ناقص اور فعل متعدی کے درمیان فرق کو دو جوابوں سے واضح کریں؟

جواب (۴): افعال ناقصہ کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنے کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت جائز ہے اور وہ كَانَ ، صَارَ ، ظَلَّ ، بَاتَ ، أَصْبَحَ ، أَضْحٰى ، أَمْسٰى ، غَادَ ، اضَ ، غَدَا ، رَاحَ میں ہے کہ ان تمام افعال کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: كَانَ قَائِماً زَيْدٌ زید کھڑا ہوا، الخ۔ دوسری صورت غیر جواز کی ہے اور وہ مَادَامَ ، مَازَالَ ، مَابَرِحَ ، مَاانْفَكَّ ، مَافَتِئَ میں ہے کہ ان کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، پس مَا دَامَ قَائِماً زَيْدٌ نہیں کہہ سکتے۔ تیسری صورت مختلف فیہ ہے اور وہ لَيْسَ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

فعل ناقص اور فعل متعدی کی تعریف پر اشکال ہوتا ہے کہ فعل ناقص وہ فعل ہے جو تنہا فاعل پر پورا نہ ہو اور فعل متعدی کی تعریف بھی یہی ہے کہ جو تنہا فاعل پر پورا نہ ہو اور جس طرح فعل ناقص ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح فعل متعدی بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے اسم کو نصب دیتا ہے، تو پھر ان میں کیا فرق ہوا بظاہر تو ایک ہی معلوم ہو رہے ہیں چنانچہ اس کے دو جواب ہیں (۱) فعل متعدی اپنے

مرفوع کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عمرواً زید نے عمرو کو مارا اس مثال میں ضَرَبَ فعل متعدی کی اس کے مرفوع زید کی طرف نسبت بھی کی گئی ہے اور فعل ضرب زید کے لیے ثابت بھی ہے۔

اس کے برخلاف کَانَ فعل ناقص نہ اپنے مرفوع کی طرف منسوب ہوتا ہے اور نہ خود ثابت ہوتا ہے بلکہ مرفوع کی طرف کوئی دوسری چیز منسوب ہوتی ہے جیسے: کَانَ زیدٌ قَائِماً زید کھڑا ہوا اس مثال میں زید کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہے اور وہی ثابت بھی ہے نا کہ کان منسوب ہے بلکہ وہ تو صرف رابطہ کے لیے ہے، پس معلوم ہوا کہ فعل متعدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منسوب اور ثابت دونوں ہوتا ہے اس لیے وہ تامہ ہے اور افعال ناقصہ نہ منسوب ہوتے ہیں اور نہ ثابت اس لیے ناقصہ ہیں (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ فعل متعدی جملہ میں مسند بنتا ہے اور مسند جملہ کا جز ہوتا ہے اسکے برخلاف کان فعل ناقص جملہ میں نہ مسند بنتا ہے اور نہ مسند الیہ یعنی وہ جملہ کا کوئی سا بھی جز نہیں ہوتا اس لیے وہ ناقص ہے کہ اس کی جملہ میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی صرف واسطے کے طور پر آتا ہے۔

فصل: بدانکہ افعال مقاربہ چہار ست عَسٰی و کَادَ و کَرَبَ واَوْشَكَ وایں افعال در جملہ اسمیہ روند، چوں کان اسم را برفع کنند وخبر را بنصب الا آنکہ خبر ایشاں فعل مضارع باشد باَنْ چوں عَسٰی زیدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یا بے اَنْ چوں: عَسٰی زیدٌ یَّخْرُجُ وشاید کہ فعل مضارع باَنْ فاعل عسٰی باشد واحتیاج بخبر نیفتد چوں: عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زیدٌ درمحل رفع بمعنی مصدر۔

ترجمہ | فصل: جاننا چاہیے کہ افعال مقاربہ چار ہیں (۱) عَسٰی (۲) کَادَ (۳) کَرَبَ (۴) اَوْشَكَ ، یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، کان کی طرح

اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مگر یہ کہ ان کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اَنْ کے ساتھ جیسے: عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یا اَنْ کے بغیر جیسے: عَسٰی زَیْدٌ یَخْرُجُ ، اور کبھی کبھی فعل مضارع اَنْ کے ساتھ عسی کا فاعل ہوتا ہے اور خبر کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے: عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ رفع کی جگہ مصدر کے معنی میں ہے۔

سوال(۱): افعال مقاربہ کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں متن میں ذکر کردہ چار اور حاشیہ میں ذکر کردہ تین کل سات افعال مقاربہ کو مثالوں کی روشنی میں تین قسموں پر تقسیم کریں؟

جواب(۱): قَارَبَ یُقَارِبُ مُقَارَبَۃً از باب مفاعلۃ معنی قریب ہونا ، اصطلاحی تعریف: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو یہ بتلائیں کہ فاعل کے لیے خبر کا حصول قریب ہے، اور خبر کا قریب الحصول ہونا تین قسموں پر ہے (۱) متکلم کو خبر کے حاصل ہونے کی صرف امید ہو اور اس کے لیے عسیٰ آتا ہے جیسے: عسی زیدٌ اَنْ یَّخْرُجَ امید ہے کہ زید نکلے (۲) متکلم کو خبر کے حصول کا قریبی زمانہ میں یقین ہو اور اس کے لیے کَادَ ، کَرُبَ آتے ہیں جیسے: کَادَ زیدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یا کَرُبَ زیدٌ اَنْ یَّخْرُجَ قریب ہے کہ زید نکلے (۳) متکلم کو یقین ہو کہ فاعل نے خبر کو حاصل کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے لیے اَوْشَکَ ،اَخَذَ ، طَفِقَ، جَعَلَ آتے ہیں جیسے: اَوْشَکَ زیدٌ یَخْرُجُ ، اَخَذَ زیدٌ یَّخْرُجُ ، طَفِقَ زیدٌ یَّخْرُجُ ، جَعَلَ زیدٌ یَّخْرُجُ سب کا ترجمہ ہے زید نے نکلنا شروع کر دیا ہے یا زید نکلنے لگا ہے ان کو افعال شروع کہتے ہیں اور ان کی خبر پر اَنْ مصدریہ کا لانا ممتنع ہے[1]۔

سوال(۲): افعال مقاربہ کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں عمل کے

---

[1] شرح شذور الذہب ص: ۲۹۵، مطبوعہ بیروت۔

اعتبار سے افعال مقاربہ اور افعال ناقصہ میں کیا فرق ہے، نیز عسی زیدٌ یخرُجُ میں یخرُجُ افعال مقاربہ کی خبر ہونے کے باوجود منصوب کیوں نہیں ہے؟

جواب (۲): افعال مقاربہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں عمل کے اعتبار سے افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اسی طرح افعال مقاربہ بھی عمل کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ افعال مقاربہ کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے اور افعال ناقصہ کے ساتھ کوئی قید نہیں۔

عسٰی زیدٌ یَخرُجُ میں یَخرُجُ افعال قلوب کی خبر ہونے کے باوجود منصوب اس لیے نہیں کہ فعل مضارع کو منصوب صرف حروف ناصبہ کرتے ہیں اور یہاں حرف ناصب نہیں ہے جس کی وجہ سے افعال مقاربہ کی خبر لفظاً منصوب نہیں ہے لیکن یَخرُجُ محلاً منصوب ہی ہے اس لیے کہ افعال مقاربہ کی خبر ہے جو کہ منصوب ہوتی ہے، پس یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع پر اَن مصدریہ کا لانا اور نہ لانا دونوں صحیح ہیں۔

سوال (۳): عسٰی تامہ کی کیا صورت ہوتی ہے مثال کے ساتھ اس کی ترکیب بھی بیان کریں نیز "درمحل رفع بمعنی مصدر" کی جامع اور مختصر عبارت سے مصنفؒ کونسے دو اعتراض کے جواب دے کر دریا بکوزہ والی کہاوت کے مصداق بنے ہیں؟

جواب (۳): عسیٰ کبھی تامہ ہوتا ہے اس وقت صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس کا فاعل فعل مضارع اَن کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: عسٰی اَنْ یَّخرُجَ زیدٌ امید ہے کہ زید نکلے ترکیب اس طرح ہوگی، عسٰی فعل اَنْ مصدریہ یَخرُجَ فعل مضارع زید اس کا فاعل، یَخرُجُ فعل اپنے فاعل سے مل کر

جملہ فعلیہ خبریہ ہونے کے بعد بتاً ویل مصدر ہو کر عسیٰ فعل کا فاعل ہوا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

عَسیٰ اَنْ یَخرُجَ زیدٌ کی مثال پر دو اعتراض ہوتے ہیں (۱) مذکورہ مثال میں جب اَنْ یَخرُجَ عسی کا فاعل ہے تو منصوب کیوں ہے اس کو تو مرفوع ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے (۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو فاعل ہوتا ہے وہ مسند الیہ ہوا کرتا ہے حالانکہ اَنْ یَخرُجَ فعل ہے اور فعل مسند تو ہو سکتا ہے مسند الیہ نہیں بن سکتا تو پھر کیونکر فاعل بن گیا، ان دونوں کا جواب مصنفؒ نے ایک جملہ میں دیدیا، گویا کہ دریا کو کوزہ میں سمیٹ دیا، چنانچہ فرمایا ''در محل رفع بمعنی مصدر'' پہلے اعتراض کا جواب دیا ''در محل رفع'' سے کہ اگرچہ اَنْ یَخرُجَ لفظاً اَنْ مصدریہ کی وجہ سے منصوب ہے مگر فاعل ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے پس اعتراض ختم ہوا، اسی طرح دوسرے اعتراض کا جواب دیا ''بمعنی مصدر'' سے کہ اگرچہ یَخرُجُ فعل ہے جو کہ مسند الیہ نہیں بن سکتا لیکن اَنْ مصدریہ کی وجہ سے وہ مصدر کے معنی میں ہو گیا اور مصدر اسم ہوتا ہے اور اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے، اس لیے اب اس کا فاعل بننا صحیح ہو گیا چنانچہ عسی اَن یخرُجَ زیدٌ عسی خُرُوجُ زیدٍ کے معنی میں ہے۔

بدانکہ افعال مدح و ذم چہار ست نِعْمَ و حَبَّذَا برائے مدح و بِئْسَ و سَاءَ برائے ذم و ہر چہ مابعد فاعل باشد آں را مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم گویند و شرط آنست کہ فاعل معرف بلام باشد چوں نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ یا مضاف بسوئے معرف بلام باشد چوں نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَیْدٌ یا ضمیر مستتر ممیز بنکرہ منصوبہ چوں نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ فاعل نِعْمَ ھُوَ ست مستتر در نِعْمَ و رَجُلاً منصوب ست بر تمیز زیرا کہ ھُوَ

مبہم ست وحَبَّذا زیدٌ حَبَّ فعل مدح ست وذا فاعل او وزیدٌ مخصوص بالمدح وہم چنیں بِئسَ الرَّجُلُ زیدٌ و ساءَ الرَّجُلُ عَمْرٌو۔

ترجمہ جاننا چاہیے کہ افعال مدح وذم چار ہیں نِعْمَ اور حَبَّذا برائے مدح ہیں جبکہ بِئسَ اور سَاءَ برائے ذم ہیں، اور جو فاعل کے بعد آئے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں بشرطیکہ فاعل معرف بلام ہو جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زیدٌ (زید اچھا آدمی ہے) یا معرف بلام کی جانب مضاف ہو جیسے: نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زیدٌ (زید اچھا صاحب قوم ہے) یا ضمیر مستتر ہو جکی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو۔ جیسے: نِعْمَ رَجُلاً زیدٌ (زید اچھا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے) نِعْمَ کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر ہے جو نِعْمَ میں پوشیدہ ہے اور رَجُلاً اس کی تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہے اس لیے ھُوَ مبہم ہے، اور حَبَّذا زیدٌ ، حَبَّ فعل مدح ہے۔ ذَا اس کا فاعل ہے اور زیدٌ مخصوص بالمدح ہے، ایسے ہی بِئسَ الرَّجُلُ زیدٌ اور سَاءَ الرَّجُلُ عَمْرٌو کی ترکیب ہے۔

سوال (۱): افعال مدح وذم کی تعریف بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ افعال مدح و ذم کتنے اور کیا کیا ہیں تمام کو مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۱): افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشائے مدح وذم (اچھائی یا برائی) بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں لہٰذا اس تعریف سے وہ افعال نکل گئے جو مدح وذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے: مَدَحْتُہٗ و ذَمَمْتُہٗ کہ اگرچہ یہ افعال مدح وذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے، کہ یہ انشاء عن المدح والذم کے لیے نہیں بلکہ اخبار عن المدح والذم کے لیے ہیں۔

افعال مدح وذم چار ہیں نِعْمَ حبذا برائے مدح اور بِئسَ، سَاءَ برائے ذم جیسے: نِعْمَ الرجُلُ زیدٌ اور حَبَّذا زیدٌ زید اچھا آدمی ہے اور بئس الرجلُ زیدٌ و

ساء الرجلُ زیدٌ زید برا آدمی ہے۔

سوال(۲): افعال مدح وذم کی ترکیب کس طرح ہوگی وضاحت کریں اس کے بعد یہ بھی واضح کریں کہ بئس ،ساء اور نِعْمَ کے فاعل کی کتنی حالتیں ہیں اور کیا کیا؟ اور نیز حَبَّذَا کے فاعل کا کیا حکم ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں؟

جواب(۲): افعال مدح وذم کی ترکیب جملہ میں اس طرح ہوگی کہ پہلے فعل مدح یا فعل ذم ہوگا پھر اس کا فاعل آئے گا اور آخر میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم ہوگا۔

بئسَ ،سَاءَ اور نِعْمَ ان تینوں افعال کے فاعل کی تین صورتیں ہیں (۱) یا تو ان کا فاعل معرف بلام ہوگا جیسے: بئسَ الرَّجُلُ زَیْدٌ وَسَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ زید برا آدمی ہے اور نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ زید اچھا آدمی ہے (۲) یا ان کا فاعل خود تو معرف بلام نہ ہو گا بلکہ معرف بلام کی طرف مضاف ہوگا جیسے: بِئْسَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَیْدٌ وَسَاءَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَیْدٌ زید برا صاحب قوم ہے، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَیْدٌ زید اچھا صاحب قوم ہے (۳) یا ان کا فاعل خود ان کے اندر ضمیر مستتر ہوگی جو ممیز بنے گی اور اس کی تمیز نکرۂ منصوبہ کی شکل میں ہوگی جیسے: بئسَ رَجُلاً زَیْدٌ ، سَاءَ رَجُلاً زَیْدٌ زید برا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے اور نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ زید اچھا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے، چنانچہ بئسَ ،سَاءَ اور نِعْمَ میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم واحد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں افعال مدح وذم کے فاعل کے مطابق ہوں گے جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ وَنِعْمَ الرَّجُلاَنِ الزَّیْدَانِ وَنِعْمَ الرِّجَالُ الزَّیْدُوْنَ، نِعْمَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ وَنِعْمَتِ الْمَرْأَتَانِ الْهِنْدَانِ وَنِعْمَتِ النِّسَاءُ الْهِنْدَاتُ نیز بئسَ اور سَاءَ کی مثالیں بھی اسی کے مطابق بنائی جائیں البتہ حَبَّذَا کا قاعدہ الگ ہے۔

حبذا میں حَبَّ فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ

ہمیشہ ایک ہی حالت میں حبّ کے ساتھ ملا رہتا ہے خواہ مخصوص بالمدح مذکر ہو یا مؤنث واحد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے: حَبَّذَا زَيْدٌ وَحَبَّذَا هِنْدٌ، حَبَّذَا زَيْدَانِ و حَبَّذَا هِنْدَانِ، حَبَّذَا زَيْدُوْنَ وَحَبَّذَا هِنْدَاتٌ۔

اور کبھی حَبَّذا میں ذا ممیّز یا ذوالحال بنتا ہے اور اس کے بعد تمیز یا حال آتا ہے پھر ذا اپنی تمیز یا حال سے مل کر حبّ کا فاعل ہوتا ہے اور آخر میں جو اسم آتا ہے وہ مخصوص بالمدح ہوتا ہے جو واحد، تثنیہ و جمع اور تذکیر و تانیث میں اس تمیز یا حال کے مطابق ہوتا ہے جیسے: تمیز کی مثالیں: حَبَّذَا رَجُلاً زَيْدٌ ، حَبَّذَا رَجُلَيْنِ الزَّيْدَانِ، حَبَّذَا رِجَالاً الزَّيْدُوْنَ اور حَبَّذَا اِمْرَأَةً هِنْدٌ ، حَبَّذَا اِمْرَأَتَيْنِ الْهِنْدَانِ ، حَبَّذَا نِسَاءً الْهِنْدَاتُ اور حال کی مثالیں یہ ہیں حَبَّذَا رَاكِباً زَيْدٌ، حَبَّذَا رَاكِبَيْنِ الزَّيْدَانِ، حَبَّذَارَاكِبِيْنَ الزَّيْدُوْنَ اور حَبَّذَارَاكِبَةً هِنْدٌ ، حَبَّذَا رَاكِبَتَيْنِ الْهِنْدَانِ ، حبذا رَاكِبَاتٍ الْهِنْدَاتُ پس تمیز اور حال میں عامل حَبَّ فعل ہے اور ذا ذوالحال یا ممیّز اپنے حال یا تمیز سے مل کر اس کا فاعل ہے۔

سوال (۳) چاروں افعال مدح و ذم کے درمیان تذکیر و تانیث میں کیا فرق ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں، نیز نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ کی دونوں ترکیبیں بیان کرنے کے بعد راجح قول کی نشاندہی کریں؟

جواب (۳): افعال مدح و ذم میں سے حَبَّذَا کو چھوڑ کر کہ وہ مذکر و مؤنث دونوں کی صورت میں یکساں اور برابر رہتا ہے، باقی تینوں افعال مدح و ذم کی تذکیر و تانیث کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان کا فاعل مذکر ہوگا تو یہ افعال بھی مذکر ہونگے اور اگر ان کا فاعل مؤنث ہوگا تو یہ مؤنث ہوں گے جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَنِعْمَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ ، بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَبِئْسَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ سَاءَ الرَّجُلُ هِنْدٌ وَسَاءَ تِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ۔

کبھی مخصوص بالمدح کو قرینہ پائے جانے کے وقت محذوف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے نِعْمَ الْعَبْدُ اَیْ اَیُّوْبُ، حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کا تذکرہ حذف پر قرینہ ہے۔

نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ کی پہلی ترکیب: نِعْمَ فعل مدح رَجُلٌ اس کا فاعل نِعْمَ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم ہوئی اور زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، پس خبر مقدم اپنے مبتدا مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اس ترکیب کے اعتبار سے یہ پورا ایک جملہ ہوگا، دوسری ترکیب یہ ہے: نِعْمَ فعل مدح الرَّجُلُ اس کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا اور زیدٌ مخصوص بالمدح خبر اس سے پہلے هُوَ مبتدا محذوف پس مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اس ترکیب کے اعتبار سے یہ دو جملے ہوئے اور اصل عبارت یہ ہوئی نِعْمَ الرَّجُلُ هُوَ زَیْدٌ اور یہی دوسری ترکیب زیادہ راجح ہے۔

فصل: بدانکہ افعال تعجب دو صیغہ از ہر مصدر ثلاثی مجرد باشد اول مَا اَفْعَلَهٗ چوں: مَا اَحْسَنَ زیداً چہ نیکوست زید تقدیرش اَیُّ شَیءٍ اَحْسَنَ زیداً، ما بمعنی ای شیئٌ است در محل رفع بابتدا و اَحْسَنَ در محل رفع خبر مبتدا و فاعل اَحْسَنَ هُوَ است درو مستتر و زیداً مفعول بہ، دوم اَفْعِلْ بِهٖ چوں: اَحْسِنْ بِزَیْدٍ، اَحْسِنْ صیغۂ امر ست بمعنی خبر تقدیرش اَحْسَنَ زَیْدٌ ای صارَ ذَا حُسْنٍ و با زائدہ است۔

ترجمہ جاننا چاہیے کہ افعال تعجب کے ہر ثلاثی مجرد کے مصدر سے دو صیغے آتے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَهٗ جیسے: مَا اَحْسَنَ زَیْدًا (زید کتنا خوبصورت ہے) اس کی تقدیری عبارت: اَیُّ شَیءٍ اَحْسَنَ زیداً ہے، مَا اَیُّ شَیءٍ کے معنی میں ہے اور ابتدا کی وجہ سے محل رفع میں ہے، اور اَحْسَنَ بھی محل رفع میں ہے مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے، اور اَحْسَنَ کا فاعل هُوَ ہے جو احسن میں پوشیدہ ہے، اور زیداً مفعول بہ ہے

(۲) اَفْعِلْ بِہٖ جیسے: اَحْسِنْ بِزَیْدٍ (زید کیا ہی خوبصورت ہے) اَحْسِنْ صیغۂ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے، تقدیری عبارت "اَحْسَنَ زَیْدٌ (زید حسن والا ہو گیا) یعنی صَارَ ذَا حُسْنٍ، بازایدہ ہے۔

سوال (۱) افعال تعجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ افعال تعجب میں افعال کو جمع کیوں لائے جب کہ تعجب کے تو صرف دو ہی صیغے ہیں؟

جواب (۱): تَعَجُّبٌ از باب تَفَعُّل معنی تعجب کرنا، اور اصطلاح میں افعال تعجب وہ افعال ہیں جو انشائے تعجب یعنی اظہار تعجب کے لیے وضع کیے گئے ہوں اس تعریف سے وہ افعال نکل گئے جو صرف تعجب کے معنی پر دلالت کرتے ہیں تعجب کو پیدا نہیں کرتے جیسے: عَجِبْتُ و تَعَجَّبْتُ کہ اگر چہ یہ افعال تعجب کے معنی دیتے ہیں مگر ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے اس لیے کہ یہ انشائے تعجب کے لیے نہیں ہیں بلکہ اخبار تعجب کے لیے ہیں۔

افعال کو جمع افعال تعجب کے افراد کی کثرت کی وجہ سے لائے ہیں اگر چہ افعال تعجب کے دو ہی صیغے ہیں مگر ان کے افراد کثیر ہیں۔

سوال (۲): بغیر رنگ و عیب کے معنی والے فعل ثلاثی مجرد سے افعال تعجب کے کتنے وزن آتے ہیں اور وہ کیا کیا ہیں ان کی مثالیں مع ترکیب نحوی بیان کریں نیز ان کی تقدیری عبارت بھی نکالیں اور بتائیں کہ "ما" کے بارے میں نحویین کا کیا اختلاف ہے اور راجح قول کونسا ہے؟

جواب (۲): ثلاثی مجرد کے وہ افعال جو رنگ و عیب کے معنی نہ رکھتے ہوں ان سے افعال تعجب کے دو صیغے آتے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَہٗ (۲) و اَفْعِلْ بِہٖ جیسے: مَا اَحْسَنَ زَیْدًا زید کتنا خوبصورت ہے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ زید کیا ہی اچھا ہے، ان کی ترکیب اس

طرح ہوگی ما اَحْسَنَ زَیْدًا میں ما مبتدا ہے جو اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے اَحْسَنَ فعل ماضی ہُوَ ضمیر اس میں مستتر اس کا فاعل اور زید مفعول بہ پس اَحْسَنَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوا پھر ما مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا، پس تقدیری عبارت یوں ہے اَیُّ شَیْءٍ اَحْسَنَ زَیْدًا (کونسی چیز نے زید کو خوبصورت کر دیا) اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کی ترکیب اس طرح ہے اَحْسِنْ فعل امر بمعنی اَحْسَنَ فعل ماضی اور با زیدہ اور زیدٌ فاعل، پس اَحْسِنْ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا اور اصل عبارت یوں ہے اَحْسَنَ زَیْدٌ[1] (زید حسن والا ہو گیا) یعنی صَارَ ذَا حُسْنٍ۔

اور اس ''ما'' کے باب میں کئی اختلاف ہیں چنانچہ علامہ سیبویہؒ فرماتے ہیں کہ ''ما'' نکرہ ہے بمعنی شیءٌ پس امام سیبویہ کے نزدیک اس کے معنی ہوں گے: کوئی عظیم چیز ہے جس نے زید کو اچھا کر دیا اور امام اخفش کہتے ہیں کہ ''ما'' موصولہ ہے پس اس صورت میں ما موصولہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ان کے نزدیک ترجمہ ہوگا کہ وہ چیز جس نے زید کو اچھا کر دیا ایک عظیم چیز ہے، اور امام فراء کہتے ہیں کہ ''ما'' استفہامیہ ہے بمعنی اَیُّ شَیْءٍ، اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے، شیخ رضیؒ نے امام فراءؒ کے قول کو معنی کے اعتبار سے زیادہ قوی مانا ہے کیونکہ تعجب استفہام کے بعد پیدا ہوتا ہے چنانچہ علامہ جرجانیؒ مصنف کتاب نے بھی قوت کی وجہ سے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور یہی قول راجح ہے۔

سوال (۳): رنگ وعیب کے معنی والے فعل ثلاثی مجرد نیز ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے افعال تعجب بنانے کا کیا قاعدہ ہے وضاحت کے ساتھ

---

[1] اس فعل میں باب افعال کی خاصیت صیرورت ہے اس لیے اس کا ترجمہ ہوا کہ زید حسین ہو گیا (ہدیہ شبیر، ص: ۱۳۹)

مع امثلہ بیان کریں؟

جواب(۳): ثلاثی مجرد کے وہ افعال جن میں رنگ و عیب کے معنی پائے جاتے ہیں اور ثلاثی مزید فیہ نیز رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے افعال تعجب بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اَشَدُّ ،اَحْسَنَ ، اَضْعَفَ ، اَقْبَحَ وغیرہ فعل لائیں گے جن میں تعجب کے معنی ہوں اور پھر ان کے شروع میں "ما" لگا دیں گے اور جس فعل سے بھی فعل تعجب کا صیغہ بنانا ہو اس کا مصدر لا کر اس کو یا تو ان افعال کا مفعول بہ بنا دیا جائے گا یا مجرور بحرف جر کر دیا جائے گا اس طرح افعال تعجب کا صیغہ بن جائے گا جیسے: ثلاثی مجرد میں رنگ و عیب کے معنی والے افعال کی مثالیں عیب کے معنی مَااَشَدَّ عَرَجَهُ مَا اَشَدَّ بِعَرَجِهٖ اس کا لنگڑا پن کتنا سخت ہے اور رنگ کے معنی مَا اَحْسَنَ خَضُرَهُ، مَا اَحْسَنَ بِخَضُرِهٖ اس کا ہریالا پن کتنا اچھا ہے، اور اسی طرح: مَا اَضْعَفَ عَرَجَهُ ، مَا اَضْعَفَ بِعَرَجِهٖ اس کا لنگڑا پن کتنا کمزور ہے، مَا اَضْعَفَ خَضُرَهُ ، مَا اَضْعَفَ بِخَضُرِهٖ اس کا ہریالا پن کتنا کمزور ہے، مااَقْبَحَ عَرَجَهُ ، مَا اَقْبَحَ بِعَرَجِهٖ اس کا لنگڑا پن کتنا برا ہے، مَا اَقْبَحَ خَضُرَهُ ، مَا اَقْبَحَ بِخَضُرِهٖ اس کا ہرا پن کتنا برا ہے۔

ثلاثی مزید فیہ کی مثالیں: مَا اَشَدَّ اخْضِرَارَهُ ، مَا اَشَدَّ باخْضِرَارِهٖ اس کا ہرا پن کتنا سخت ہے کا اَحْسَنَ اِخْضِرَارَهُ ، مَا اَحْسَنَ باخْضِرَارِهٖ اس کا ہرا پن کتنا اچھا ہے، مَا اَضْعَفَ اِخْضِرَارَهُ ، مَا اَضْعَفَ باخْضِرَارِهٖ اس کا ہرا پن کتنا کمزور ہے، مَا اَقْبَحَ اِخْضِرَارَهُ مَا اَقْبَحَ باخْضِرَارِهٖ اس کا ہرا پن کتنا برا ہے۔

رباعی مجرد کی مثالیں: مَا اَشَدَّ زَعْفَرَتَهُ ،مَا اَشَدَّ بِزَعْفَرَتِهٖ اس کا زعفران سے رنگنا کتنا سخت ہے، مَا اَحْسَنَ زَعْفَرَتَهُ ، مَا اَحْسَنَ بِزَعْفَرَتِهٖ اس کا زعفران

سے رنگنا کتنا اچھا ہے، مَا اَضْعَفَ زَعْفَرَتَهُ ، مَا اَضْعَفَ بِزَعْفَرَتِهٖ اس کا زعفران سے رنگنا کتنا کمزور ہے، مَا اَقْبَحَ زَعْفَرَتَهُ ، مَا اَقْبَحَ بِزَعْفَرَتِهٖ اس کا زعفران سے رنگنا کتنا برا ہے۔

رباعی مزید فیہ کی مثالیں: مَا اشدَّ اِغْرِنْكَاسَهٗ ، مَا اَشَدَّ بِاشْرِنْكَاسِهٖ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا سخت ہے، مَا اَحْسَنَ اِغْرِنْكَاسَهٗ ، مَا اَحْسَنَ بِاغْرِنْكَاسِهٖ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا اچھا ہے، مَا اَضْعَفَ اِغْرِنْكَاسَهٗ ، مَا اَضْعَفَ بِاغْرِنْكَاسِهٖ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا کمزور ہے، مَا اَقْبَحَ اِغْرِنْكَاسَهٗ، مَا اَقْبَحَ بِاِغْرِنْكَاسِهٖ اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا برا ہے۔

باب سوم: در عمل اسمائے عاملہ وآں یازدہ قسم ست

تیسرا باب اسمائے عاملہ کے بیان میں، اس کی گیارہ قسم ہیں

اول اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ وآں نہ است: مَنْ و مَا و اَيْنَ و مَتٰى و اَيُّ و اَنّٰى و اِذْمَا و حَيْثُمَا و مَهْمَا فعل مضارع را بجزم کنند چوں: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ و ما تَفْعَلْ اَفْعَلْ و اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ و متٰى تَقُمْ اَقُمْ و اَيُّ شَيْءٍ تاكُلْ اٰكُلْ و اَنّٰى تَكْتُبْ اَكْتُبْ و اِذْ ما تُسَافِرْ اُسَافِرْ و حَيْثُمَا تَقْصِدْ اَقْصِدْ و مَهْمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ۔

ترجمہ پہلی قسم: اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ ، یہ نو ہیں: مَنْ ، مَا ، اَيْنَ، متٰى ، اَيُّ، اَنّٰى ، اِذْمَا ، حَيْثُمَا ، اور مَهْمَا ، یہ تمام اسماء فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جیسے: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (جس کی تو پٹائی کرے گا میں بھی کروں گا) ما تَفْعَلْ اَفْعَلْ (جو کام تو کرے گا میں بھی کروں گا) اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا) متٰى تَقُمْ اَقُمْ (جب تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا) اَيُّ شَيْءٍ تاكُلْ

اَکُلْ (جو تو کھائے گا میں بھی کھاؤں گا) اَنّٰی تَکْتُبْ اَکْتُبْ (جہاں تو لکھے گا میں بھی لکھوں گا) اِذْ ما تُسَافِرْ اُسَافِرْ (جب تو سفر کرے گا میں بھی سفر کروں گا) حَیْثُمَا تَقْصِدْ اَقْصِدْ (جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی کروں گا) مَھْمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)۔

سوال(۱): ''اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ'' کی وضاحت کریں نیز اس کے تمام الفاظ کو مع امثلہ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اسمائے شرطیہ کا دوسرا نام کیا ہے؟

جواب(۱): اسمائے شرطیہ تمام کے تمام اِن حرف شرط کے معنی میں ہیں بایں طور کہ جس طرح اِن حرف شرط دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اسمائے شرطیہ بھی اسی طرح دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور جس طرح اِن شرطیہ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں نیز جس طرح اِن شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے ان میں سے پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملہ کو جزا کہتے ہیں اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے جملہ کو شرط دوسرے جملہ کو جزا کہتے ہیں۔

اسمائے شرطیہ کل نو ہیں''مَنْ'' بمعنی جس کو یہ ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ جس کو تو مارے گا میں ماروں گا،''ما'' بمعنی جو یہ غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جیسے: مَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ جو تو کرے گا میں کروں گا ''اَیْنَ'' بمعنی جہاں اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا،''متی'' بمعنی جب جیسے: مَتٰی تَقُمْ اَقُمْ جب تو کھڑا ہوگا میں کھڑا ہوں گا''اَیٌّ'' بمعنی جو کچھ جیسے: اَیَّ شیءٍ تَاْکُلْ اٰکُلْ جو کچھ تو کھائے گا میں کھاؤں گا،''اَنّٰی'' بمعنی جس جگہ جیسے: اَنّٰی تَکْتُبْ اَکْتُبْ جس جگہ تو لکھے گا میں لکھوں گا،''اِذْما'' بمعنی جس وقت اِذْمَا

تُسَافِرْ اُسَافِرْ جس وقت تو سفر کرے گا میں سفر کروں گا، "حَيْثُمَا" بمعنی جس جگہ جیسے: حَيْثُمَا تَقْصِدْ اَقْصِدْ جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی قصد کروں گا "مَهْمَا" بمعنی جس وقت جیسے: مَهْمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ جس وقت تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔

اسمائے شرطیہ کو کلم المجازات یعنی کلمات الشرط والجزا بھی کہتے ہیں۔

سوال (۲): مازائدہ کن کن اسمائے شرطیہ کے ساتھ آتا ہے مع امثلہ بیان کریں؟

جواب (۲): اسمائے شرطیہ میں سے أین اور مَتیٰ کے ساتھ کبھی مازائدہ بھی آجاتا ہے جیسے: اَیْنَمَا تَجْلِسْ اَجْلِسْ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا متیٰ ما تَخْرُجْ اَخْرُجْ جب تو نکلے گا میں بھی نکلوں گا، اسمائے شرطیہ میں سے پہلے چار اسم کبھی استفہام کے لیے بھی آتے ہیں اس وقت ان میں شرط کے معنی نہ ہوں گے اور نہ دو جملوں پر داخل ہوں گے اور نہ ہی فعل مضارع کو جزم دیں گے جیسے: مَنْ تَضْرِبُ ؟ تو کس کو مارے گا، مَا هٰذا یہ کیا ہے؟ وغیرہ اور مَنْ، مَا اَیٌّ کبھی یہ تینوں موصولہ بھی ہوتے ہیں اس وقت یہ غیر عاملہ ہوں گے، کوئی عمل نہیں کریں گے۔

سوال (۳): اَنّی دیگر کن کن معانی کے لیے آتا ہے سب کو مثالیں دے کر بیان کریں اور ساتھ میں مَهْمَا کی اصلیت بھی بیان کرتے چلیں؟

جواب (۳): اَنّی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے: اَنّی زَیدٌ بمعنی کَیْفَ زَیدٌ زید کیسا ہے اور قرآن کریم میں بھی ہے "فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّی شِئْتُمْ" "تم اپنی کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو ای کیف شِئْتُمْ، نیز کبھی اَنّی متی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے: اَنّی القتالُ بمعنی متی القتالُ ؟ لڑائی کب ہوگی؟

مَهْمَا کی اصل "مَامَا" تھی دوسرا مازائدہ ہے پہلے "ما" کے الف کو ھا سے بدل دیا گیا تحسین کلام کے لیے پس مَهْمَا ہوگیا۔

دوم اسمائے افعال بمعنی ماضی چوں: هَيْهَاتَ و شَتَّانَ و سَرْعَانَ اسم را بنا بر فاعلیت برفع کنند چوں: هَيْهَاتَ يَوْمُ الْعِيْدِ أَيْ بَعُدَ، سوم اسمائے افعال بمعنی امر حاضر چوں: رُوَيْدَ و بَلْهَ و حَيَّهَلْ و عَلَيْكَ و دُوْنَكَ و هَا اسم را نصب کنند بنا بر مفعولیت چوں: رُوَيْدَ زيداً اى أَمْهِلْهُ۔

ترجمہ دوسری قسم: اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی ہے جیسے: هيهات (دور ہوا) شَتَّانَ (جدا ہوا) اور سرعانَ (جلدی کی) اسم کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیتے ہیں جیسے: هَيْهَاتَ يَوْمُ الْعِيْدِ اى بَعُدَ (عید کا دن دور ہوا) تیسری قسم: اسمائے افعال بمعنی امر حاضر ہے جیسے: رُوَيْدَ، بَلْهَ، حَيَّهَلْ، عَلَيْكَ، دُوْنَكَ اور هَا، یہ اپنے اسم کو مفعول ہونے کی بنا پر نصب دیتے ہیں جیسے: رُوَيْدَ زَيْداً اَىْ اَمْهِلْهُ (تو زید کو مہلت دے)۔

سوال (۱): اسمائے افعال کی تعریف اور تعریف پر وارد سوال کا جواب نیز اس کی دونوں قسمیں اور ان کا عمل بیان کریں؟

جواب (۱): اسمائے افعال وہ اسماء ہیں جو صورۃً تو اسم ہوں اور معنی میں فعل ماضی یا فعلِ امر کے ہوں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی (۲) اسمائے افعال بمعنی فعل امر حاضر معروف، پہلی قسم کے افعال اپنے مابعد اسم کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیتے ہیں اور دوسری قسم کے اسمائے افعال اپنے مابعد اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

یہاں اسمائے افعال کی تعریف پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے تعریف میں کہا کہ اسم فعل وہ ہیں جو فعل ماضی یا امر کے معنی میں ہوں حالانکہ اسم فعل کبھی فعل مضارع کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے: اُفٍّ اسم فعل اَتَضَجَّرُ فعل مضارع کے معنی

میں ہے اور اَوِّهْ (بالفتح والکسر والضم[1]) اسم فعل اَتَوَجَّعُ فعل مضارع کے معنی میں ہے۔
پس تعریف جامع و مانع نہیں رہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں اصل میں تو فعل ماضی تَضَجَّرْتُ (میں تنگ دل ہوا) اور تَوَجَّعْتُ (میں دردزدہ ہوا) کے معنی میں ہیں لیکن چونکہ ان کے اندر انشاء کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے ان کو فعل مضارع سے تعبیر کرنا مناسب حال ہے[2]۔

سوال (۲) مصنفؒ کے ذکر کردہ تمام اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی اور جمیع اسمائے افعال بمعنی فعل امر کو مع امثلہ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ کون کس فعل کا معنی ادا کرتا ہے؟

جواب (۲): اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی یہ ہیں هَيْهَاتَ بمعنی بَعُدَ (وہ دور ہوا) جیسے: هَيْهَاتَ يَوْمُ العيدِ عید کا دن دور ہوا، شَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ (وہ جدا ہوا) جیسے: شَتَّانَ زيدٌ و عمروٌ زید اور عمرو جدا ہوئے، سَرْعَانَ بمعنی سَرُعَ (اس نے جلدی کی) جیسے: سَرْعَانَ زيدٌ خُرُوجاً زید نے جلدی کی نکلنے کے اعتبار سے۔

اور اسمائے افعال بمعنی امر حاضر یہ ہیں: رُوَيْدَ بمعنی اَمْهِلْ (تو چھوڑ) جیسے: رُوَيْدَ زيداً تو زید کو چھوڑ دے، بَلْهَ بمعنی دَعْ (تو چھوڑ دے) جیسے: بَلْهَ زيداً تو زید کو چھوڑ دے حَيَّهَلْ[3] بمعنی اِئْتِ اور اَقْبِلْ (تو آ) جیسے: حَيَّهَلَ الصَّلٰوةَ تو نماز کو آ (اور کبھی حَيَّهَلْ صرف حَيَّ آتا ہے جیسے: مؤذن کہتا ہے حَيَّ على الصلوة[4])، عَلَيْكَ بمعنی اِلْزَمْ (تو لازم پکڑ) جیسے: عَلَيْكَ زيداً تو زید کو لازم پکڑ،

---

[1] فصول اکبری ص: ۱۰، بین السطور۔ [2] ہدایۃ النحو ص: ۵۹، حاشیہ: ۶۔

[3] حَيَّهَلْ میں چھ لغتیں ہیں (۱) حَيَّهَلْ (۲) حَيَّهَلَ بفتحہ (۳) حَيَّهَلٌ بتنوین (۴) حَيَّهَلْ بسکون یاء (۵) حَيَّهَلَا بالحاق الف بعد لام (۶) حَيَّهَلْ بسکون یاء و لام۔ حَيَّهَلْ کبھی تو متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کبھی متعدی بحرف جر ہوتا ہے مثلاً الی، علی یا باء کے ذریعہ[12] شرح حمائۃ عامل عبد الرسول ص: ۸۰۔

[4] شرح حمائۃ عامل عبد الرسول در قاری مجموعہ نحو میر ص: ۸۰۔

دُوْنَكَ بمعنی خُذْ (تو پکڑ) جیسے: دُوْنَكَ عَمْرواً تو عمرو کو پکڑ، ھا یہ بھی بمعنی خُذْ ہے جیسے: ھَا خالِداً تو خالد کو پکڑ۔

سوال(۳): مصنفؒ کے ذکر کردہ اسمائے افعال کے علاوہ اگر کچھ اسمائے افعال اور بھی آپ کو یاد ہوں تو بیان کریں نیز رُوَیْدَ کا دوسرا اعراب بھی بیان کریں اور ساتھ میں ھیہات اور ھا کی مختلف لغات کی طرف بھی نشاندہی فرمائیں؟

جواب(۳): کتاب میں مذکور اسمائے افعال کے علاوہ چند اسمائے افعال یہ ہیں (۱)صَهْ بمعنی امر حاضر اُسْكُتْ (تو چپ ہوجا)(۲)مَهْ بمعنی امر حاضر اِنْكَفِفْ (تو رک جا)(۳)آمِينَ بمعنی فعل امر حاضر اِسْتَجِبْ (تو قبول کر) اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آمین بمعنی اِفْعَلْ ہے جیسے: شعر:

صَهْ. ردیف اسکت و در معنی اکفف مه است
پس ردیف استجب یا افعل آمین دائماً

(۴)ھَیَّا بمعنی امر حاضر اِئْتِ (تو آ)(۵)تَعَالِ بمعنی امر حاضر اِئْتِ (تو آ)۔

''رُوَیْدَ'' اگرچہ اسم فعل مبنی بر فتحہ ہے مگر کبھی وہ منصوب منون بھی ہوتا ہے جب کہ صفت بن کر آ رہا ہو جیسے: اَمْهِلْهُمْ رُوَیْداً تو ان کو چھوڑ دے چھوڑنا کہ اصل میں اَمْهِلْهُمْ اِمْهَالاً رُوَیْداً ہے۔

ھَیْهَاتَ میں تین لغتیں ہیں لغت حجاز میں بفتح تاء اور لغت بنی تمیم میں بکسر تاء اور بعض لغت میں بضم تاء بھی آیا ہے[1]۔

''ھَا'' میں بھی تین لغات ہیں(۱)ھاء بمد(۲)ھا بقصر (۳)ھَاءِ بروزن رَامِ۔

چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال عمل فعل خود کند بشرط آں کہ اعتماد کردہ

---

[1] حاشیہ ہدایۃ النحو ص:۵۹۔

باشد بر لفظیکہ پیش از و باشد و آں لفظ مبتدا باشد در لازم چوں: زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْہُ و در متعدی چوں: زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْہُ عَمْرًا یا موصوف چوں: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْہُ بَکْرًا یا موصول چوں: جَآءَ نِی الْقَائِمُ اَبُوْہُ و جَآءَ نِی الضَّارِبُ اَبُوْہُ عَمْرًا یا ذوالحال چوں: جَآءَ نِی زَیْدٌ رَاکِبًا غُلَامُہٗ فَرَسًا یا ہمزہ استفہام چوں: اَضَارِبٌ زَیْدٌ عَمْرًا یا حرف نفی چوں: مَا قَائِمٌ زَیْدٌ ہماعمل کہ قَامَ و ضَرَبَ می کرد قائمٌ و ضارِبٌ می کند۔

ترجمہ چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال، فعل معروف کا عمل کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایسے لفظ پر اعتماد کیے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو اور وہ لفظ تو یا مبتدا ہو گا فعل لازم میں جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْہُ (زید کہ اس کا باپ کھڑا ہے) فعل متعدی میں جیسے: زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْہُ عَمْرًا (زید کہ اس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصوف ہو جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْہُ بَکْرًا (میں ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کا باپ بکر کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصول ہو جیسے: جَآءَ نِی الْقَائِمُ اَبُوْہُ (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے) وَجَآءَ نِی الضَّارِبُ اَبُوْہُ عَمْرًا (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا ذوالحال ہو جیسے: جَآءَنِی زَیْدٌ رَاکِبًا غُلَامُہٗ فَرَسًا (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہے) یا ہمزۂ استفہام ہو جیسے: اَضَارِبٌ زَیْدٌ عَمْرًا (کیا زید عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا حرف نفی ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زَیْدٌ (زید کھڑا نہیں ہے) جو عمل کہ قَامَ اور ضَرَبَ کرتے ہیں وہی عمل قائمٌ اور ضَارِبٌ کرتے ہیں۔

سوال (۱): اسم فاعل کی تعریف اور فاعل اور اسم فاعل کا فرق بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ اسم فاعل اور فعل مضارع معروف میں لفظی و معنوی مناسبت کیا کیا ہیں؟

جواب (۱): اسم فاعل وہ اسم ہے جو کسی مصدر سے مشتق ہو اور جس ذات کے لیے ثابت ہو بطریق حدوث وتجدد یعنی ناپائیداری کے طریقہ پر ثابت ہو، تا کہ بطریق ثبوت ودوام یعنی پائیداری کے طریقہ پر ثابت نہ ہو جیسے: ضَارِبٌ مارنے والا ایک مرد ضَارِبٌ اسم فاعل ہے جو ضَرْبٌ مصدر سے مشتق ہے اور یہ معنیٰ مصدری یعنی مارنا ذات مرد کے ساتھ کچھ دیر تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ اس سے فعل ضَرْبٌ صادر ہوتا رہتا ہے اور پھر اس کے بعد قائم نہیں رہتے۔

فاعل برخلاف اسم فاعل کے اس ذات کو کہتے ہیں جس سے فعل صادر ہو جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ میں زید فاعل ہے جس سے مارنا فعل صادر ہو رہا ہے۔

اسم فاعل اور فعل مضارع معروف میں لفظی اعتبار سے تین طرح مشابہت ہے (۱) جتنے حروف فعل مضارع میں ہوتے ہیں اتنے ہی اسم فاعل میں ہوتے ہیں جیسے: یَضْرِبُ سے ضَارِبٌ (۲) جتنی حرکتیں فعل مضارع میں ہوں گی اتنی ہی اسم فاعل میں ہوں گی (۳) جتنے سکون مضارع میں ہوں گے اتنے ہی اسم فاعل میں ہوں گے، اور ان دونوں کے درمیان معنوی اعتبار سے ایک مشابہت ہے وہ یہ کہ جس طرح فعل مضارع میں حال اور استقبال کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اسی طرح اسم فاعل میں بھی حال اور استقبال کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔

سوال (۲): اسم فاعل کن چھ چیزوں پر سہارا لگا کر عمل کرتا ہے، لازم ومتعدی کی بارہ مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں اور ساتھ میں ہر مثال کی نوعیت بھی واضح کریں؟

جواب (۲): چونکہ اسم فاعل فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے پس اس لیے وہ بھی فعل معروف کی طرح لازم ہونے کی صورت میں فاعل کو رفع، اور متعدی ہونے کی صورت میں فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا مگر یہ عمل تب کرے گا جب

کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو ورنہ تو عمل نہیں کرے گا نیز اسم فاعل کے عمل کرنے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس وقت عمل کریگا جب کہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد اور سہارا لگائے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو یعنی اپنے ماقبل سے اس طرح تعلق رکھتا ہو جس طرح کہ خبر مبتدا سے اور صلہ موصول سے تعلق رکھتا ہے اور وہ چھ معتمدات مندرجہ ذیل ہیں (۱) اسم فاعل سے پہلے یا تو مبتدا ہوگا اور اسم فاعل اپنے معمول سے مل کر مبتدا کی خبر ہوگا جیسے: لازم کی مثال: زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ زید کہ اس کا باپ کھڑا ہے، متعدی کی مثال جیسے: زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرواً زید کہ اس کا باپ عمرو کو مارتا ہے یا مارے گا پس دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے مبتدا آیا ہے جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کر دی، چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے اَبُوْهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ اسم فاعل نے اَبُوْهُ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عمرواً کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۲) یا اسم فاعل سے پہلے موصوف ہو اور اسم فاعل اس کی صفت بنے جیسے: لازم کی مثال: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَائِمٍ اَبُوْهُ میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ کھڑا ہے، متعدی کی مثال جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ عَمْرواً میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ عمرو کو مارتا ہے دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے موصوف آیا ہے جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی قوت پیدا کی ہے پہلی مثال میں قائِمٌ اسم فاعل نے اَبُوْهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا ہے اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ نے اَبُوْهُ کو فاعل بنا کر رفع اور عمرواً کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔

(۳) یا اسم فاعل سے پہلے موصول ہو اور اسم فاعل اس کا صلہ بن رہا ہو جیسے: لازم کی مثال: جَاءَنِي الْقَائِمُ اَبُوْهُ میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے، متعدی

کی مثال جیسے: جَاءَ نِي الضَّارِبُ أَبُوهُ عَمْرواً میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے کہ جس کے ساتھ وہ سہارا لگائے ہوئے ہے، پس اسم موصول نے اس کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کردی کہ جس کی وجہ سے اس نے عمل کیا چنانچہ پہلی مثال میں القَائِمِ نے أَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں الضَّارِبُ نے أَبُوهُ کو فاعل بنا کر رفع اور عمرواً کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔

(۴) یا اسم فاعل سے پہلے ذوالحال ہو اور اسم فاعل اس کا حال واقع ہو رہا ہو جیسے: لازم کی مثال: جَاءَ نِيْ زَيْدٌ قَائِماً غُلَامُهُ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام کھڑا ہونے والا ہے، متعدی کی مثال جیسے: جَاءَ نِيْ زَيْدٌ رَاكِباً غُلَامُهُ فَرَساً میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہونے والا ہے، دونوں مثالوں میں اسم فاعل قَائِماً اور رَاكِباً سے پہلے زَيْدٌ ذوالحال ہے جس پر اسم فاعل نے اعتماد اور سہارا لیا ہے، جس کی وجہ سے اس میں عمل کی قوت پیدا ہوئی ہے چنانچہ قَائِماً اسم فاعل نے غُلَامُهُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور اسم فاعل رَاكِباً نے غُلَامُهُ کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا اور فَرَساً کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۵) یا اسم فاعل سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو اور اسم فاعل اس کا مستفہم ہو جیسے: لازم کی مثال: أَقَائِمٌ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہے؟ متعدی کی مثال جیسے: أَضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرواً کیا زید عمرو کو مارنے والا ہے؟ دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے ہمزۂ استفہام ہے جس پر سہارا لگا کر اسم فاعل میں عمل کی طاقت پیدا ہوئی چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے زید کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ نے زَيْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عَمْرواً کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۶) یا اسم فاعل سے پہلے حرف نفی ہو جیسے: لازم کی مثال: مَاقَائِمٌ زَیْدٌ زید کھڑا نہیں ہے متعدی کی مثال جیسے: مَا ضَارِبٌ زَیْدٌ عَمْرواً زید عمرو کو مارنے والا نہیں ہے، دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے حرف نفی آیا ہے اس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کرنے کی طاقت پیدا کر دی چنانچہ اب اس نے عمل کیا اور پہلی مثال میں زَیْدٌ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں زَیْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عَمْرواً کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

سوال (۳): کتاب کی عبارت ''ہما عمل کہ قَامَ ،ضَرَبَ می کرد قَائِمٌ،ضَارِبٌ می کند'' سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب (۳): مذکورہ عبارت سے مصنف علام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قامَ فعل لازم اور ضَرَبَ فعل متعدی ہے اور فعل لازم کا عمل فاعل کو رفع دینا اور فعل متعدی کا عمل فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دینا ہے، چنانچہ جب قَامَ فعل لازم سے قَائِمٌ اسم فاعل بنے گا تو وہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا اور جب ضَرَبَ فعل متعدی سے ضَارِبٌ اسم فاعل بنے گا تو وہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول کو نصب دے گا مگر شرط وہی ہے کہ اس سے پہلے مذکورہ بالا چھ معتمدات میں سے کوئی ایک ہو کہ جس پر اسم فاعل سہارا لگائے ہوئے ہو۔

آخر کے دو معتمد ہمزۂ استفہام اور حرف نفی پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ دونوں حرف ہیں، لہٰذا وہ کیسے اسم فاعل کو سہارا دے کر طاقتور بنا سکتے ہیں جب کہ حرف تو خود کمزور ہوتا ہے، پس یہ کیسے معتمد بن گئے؟ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمزۂ استفہام اصل میں اَسْتَفْهِمُ فعل مضارع متکلم کے معنی میں ہے اور ما حرف نفی اَنْفِی فعل مضارع کے معنی میں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں معتمد اصل میں فعل ہیں اور حرف کی صرف شکل ہے اور فعل عمل کے اعتبار سے بھرپور طاقتور ہے، چنانچہ اس

نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اسے بھی طاقتور عامل بنا دیا۔

اسم فاعل جس طرح فاعل اور مفعول دونوں میں عمل کرتا ہے اسی طرح بوقت ضرورت دیگر اسماء میں بھی فعل لازم و متعدی کی طرح عمل کرتا ہے جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْہُ عَمْرواً ، ضَرْباً شَدِیْداً تَادِیْباً یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَمَامَ الأمِیْرِ وَ الْخَشْبَۃَ ظُلْماً مَشْدُوْداً لیکن اسم فاعل کے اس طرح کے معمولات کم ہوتے ہیں اس لیے کتاب میں اس کی مثال بیان نہیں کی۔

اسی طرح اسم فاعل متعدی بدو مفعول اور متعدی بسہ مفعول بھی ہوتا ہے اور ہر ایک مفعول میں عمل کرتا ہے جیسے: متعدی بدو مفعول: زَیْدٌ مُعْطٍ اَبُوْہُ عَمْرواً دِرْھَماً زید کہ اس کا باپ عمرو کو درہم دینے والا ہے اور متعدی بدو مفعول کہ ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو: زَیْدٌ عَالِمٌ اَبُوْہُ عَمْرواً فَاضِلاً زید کہ اس کا باپ عمر کو فاضل جاننے والا ہے، متعدی بسہ مفعول: زیدٌ مُخْبِرٌ ابوہُ عمرواً بکراً فاضلاً زید کہ اس کا باپ عمرو کو خبر دینے والا ہے کہ بکر فاضل ہے یہ چاروں مثالیں معتمد مبتدا کی ہیں اسی طرح موصوف، موصول، ذوالحال، ہمزۂ استفہام اور حرف نفی کی مثالیں از خود بنا کر یاد کر لینی چاہئیں۔

پنجم اسم مفعول بمعنی حال واستقبال عمل فعل مجہول کند بشرط اعتماد مذکور چوں: زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْہُ وَعَمْروٌ مُعْطیً غُلَامُہٗ دِرْھَماً وَ بَکْرٌ مَّعْلُوْمٌ نِ ابْنُہٗ فَاضِلاً وَخَالِدٌ مُّخْبَرُنِ ابْنُہٗ عَمْرواً فَاضِلاً ہا عمل کہ ضُرِبَ و اُعْطِیَ و عُلِمَ، اُخْبِرَ می کرد مَضْرُوْبٌ و مُعْطیً و مَعْلُوْمٌ و مُخْبَرٌ می کند۔

ترجمہ پنجم اسم مفعول بمعنی حال واستقبال فعل مجہول کا عمل کرتا ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہو جیسے: زیدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْہُ (زید کہ اس کے باپ کو مارا گیا ہے) عمروٌ مُعْطیً غُلَامُہٗ دِرھماً (عمرو کہ اس کے غلام کو درہم دیا گیا

ہے) وبَكْرٌ مَعلومٌ نِ ابْنُهٗ فَاضِلاً (بکر کہ اس کے بیٹے کا فاضل ہونا جانا گیا ہے) وَخَالِدٌ مُخبَرٌ نِابْنُهٗ عَمْرَوًا فَاضِلاً (خالد کہ اس کا بیٹا عمرو کے فاضل ہونے کی خبر دیا گیا ہے) جو عمل کہ ضُرِبَ ، اُعْطِيَ ، عُلِمَ اور اُخْبِرَ کرتے ہیں وہی عمل مَضْرُوبٌ ، مُعْطيً ، مَعْلُومٌ اور مُخْبَرٌ کرتے ہیں۔

سوال (۱): اسم مفعول کی تعریف اور مفعول اور اسم مفعول کا فرق بیان کریں، نیز بتائیں کہ اسم مفعول کس فعل کا معنی دیتا ہے؟

جواب (۱): اسم مفعول وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہو اور ایسے شخص کی ذات پر بطور حدوث وتجدد یعنی بطریق ناپائیداری دلالت کرے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے: مَضْرُوبٌ ، برخلاف مفعول بہ کے کہ وہ ایسا اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے: ضَرَبَ زيدٌ عَمْروًا کی مثال میں عمرواً مفعول بہ ہے، اور اسم مفعول فعل مجہول کے معنی دیتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔

سوال (۲): متن مذکور "عمل فعل مجہول کند" کا کیا مطلب ہے اور اسم مفعول کے چھ معتمد کون کونسے ہیں، نیز مصنفؒ نے چار مثالیں دی ہیں ان کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں اور ہر مثال کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ چار مثالیں کیوں دی گئی ہیں؟

جواب (۲): مصنفؒ کی عبارت "عمل فعل مجہول کند" کا مطلب یہ ہے کہ اسم مفعول چونکہ فعل مجہول متعدی سے بنتا ہے اور فعل مجہول کا عمل نائب فاعل کو رفع دینا اور باقی مفاعیل کو نصب دینا ہے اس لیے اس سے بننے والا اسم مفعول بھی یہی عمل کرے گا کہ نائب فاعل کو رفع اور باقی مفاعیل کو نصب دے گا، بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور مذکورہ چھ معتمدوں میں سے کسی ایک پر سہارا لگائے ہوئے ہو۔

اسم مفعول کے لیے بھی وہی چھ معتمد ہیں جو اسم فاعل کے لیے ہیں

نفی۔ ان چھ معتمدوں سے اگر کوئی ایک اسم مفعول سے پہلے ہوگا تو اسم مفعول عمل کرے گا ورنہ تو نہیں جیسے: مبتدا کی مثال زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْہُ زید کہ اس کا باپ مارا گیا ہے اور عَمْرٌو مُعْطًی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا عمرو کہ اس کا غلام درہم دیا گیا ہے، بَکْرٌ مَعْلُوْمُ نِ ابْنُہٗ فَاضِلًا بکر کہ اس کا بیٹا فاضل جانا گیا ہے، خَالِدٌ مُخْبَرُ نِ ابْنُہٗ عَمْرًوا فَاضِلًا خالد کہ اس کے بیٹے کو عمرو کے فاضل ہونے کی اطلاع دی گئی ہے، پس ان چاروں مثالوں میں اسم مفعول سے پہلے مبتدا ہے اس نے اسم مفعول کو سہارا دے کر اتنا طاقتور بنا دیا کہ وہ عمل کرنے کے قابل ہو گیا چنانچہ اب اس نے اپنے نائب فاعل کو رفع دیا اور باقی مفاعیل کو نصب دیا ہے نیز مصنفؒ نے یہ چار مثالیں اس لیے دی ہیں کہ چونکہ اسم مفعول فعل مجہول سے بنتا ہے اور فعل مجہول فعل متعدی سے تو نتیجہ نکلا کہ اسم مفعول فعل متعدی سے بنتا ہے اور فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں اور چونکہ اسم مفعول بھی اسی سے بنتا ہے اس لیے اس کی بھی چار قسمیں ہوئی، پس مصنفؒ نے اس کی چاروں قسموں کی مثالیں دی ہیں اس اعتبار سے چار مثالیں ہوئی۔

اور فعل متعدی کی چار قسمیں یہ ہیں: (۱) متعدی بیک مفعول (۲) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو) (۳) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو) (۴) متعدی بہ سہ مفعول، پس ان سے بننے والے اسم مفعول کی بھی یہی چار قسمیں ہونگی (۱) متعدی بیک مفعول جیسے: مَضْرُوْبٌ (۲) متعدی بدو مفعول اور ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو جیسے: مُعْطًی (۳) متعدی بدو مفعول اور ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو جیسے: مَعْلُوْمٌ (۴) متعدی بسہ مفعول جیسے: مُخْبَرٌ۔

سوال (۳): "ہما عمل کہ ضُرِبَ وَاُعْطِیَ، عُلِمَ، اُخْبِرَ می کرد مَضْرُوْبٌ، مُعْطًی، مَعْلُوْمٌ

مُخبَرٌ می کند" مذکورہ عبارت سے مصنف ؒ کیا کہنا چاہتے ہیں، نیز اسم مفعول کی مجموعی طور پر کتنی مثالیں بنتی ہیں اور کس طرح، سب کو ترتیب وار نقشہ کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۳): مذکورہ عبارت سے مصنف ؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضُرِبَ ، أُعْطِیَ، عُلِمَ ، أُخْبِرَ اپنے اپنے طریقہ سے جو عمل کرتے ہیں، لہٰذا ان سے بننے والے اسم مفعول بھی وہی عمل کریں گے مثلاً ضُرِبَ متعدی بیک مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع دے گا اور أُعْطِیَ و عُلِمَ متعدی بدو مفعول جس طرح یہ اپنے پہلے مفعول کو نائب فاعل بنا کر رفع دیتے ہیں اور دوسرے مفعول کو نصب دیتے ہیں اسی طرح ان سے بننے والے اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور مفعولوں کو نصب دیں گے، اور أُخْبِرَ متعدی بسہ مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع اور باقی دو مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا۔

مخفی نہ رہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے عمل کرنے کے لیے بمعنی حال یا استقبال ہونے کی شرط اس وقت ہے جب کہ وہ معرف باللام نہ ہوں اور اگر معرف باللام ہوں تو اس شرط کے بغیر بھی عمل کرتے ہیں، خواہ بمعنی فعل ماضی ہی کیوں نہ ہوں جیسے: جَاءَ الضَّارِبُ أَبُوْهُ بَکْرًا وَجَاءَ نِی الْمَضْرُوْب ابوہ الآن اَوغَدًا أَو امسِ۔

اسم مفعول کی مجموعی طور پر کل چوبیس مثالیں بنتی ہیں اس طرح کہ معتمد چھ ہیں اور اسم مفعول کی چار قسمیں ہیں پس چھ کو چار میں ضرب دینے سے ۴×۶ = ۲۴ صورتیں ہوئیں مگر کتاب میں صرف معتمد مبتدا کی چار مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے اس لیے ان تمام مثالوں کا نقشہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

معتمد	متعدی بیک مفعول	متعدی بدو مفعول ایک مفعول پر اکتفا جائز	متعدی بدو مفعول ایک مفعول پر اکتفا ناجائز	متعدی بسہ مفعول
مبتدا	زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْہُ	عَمْرٌو مُعْطٰی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا	بَکْرٌ مَعْلُوْمٌ اِبْنُہٗ فَاضِلًا	خَالِدٌ اِبْنُہٗ عَمْرًوا فَاضِلًا
مبتدا	زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْہُ	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مُعْطٰی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مَعْلُوْمٍ اِبْنُہٗ فَاضِلًا	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مُخْبَرٍ اِبْنُہٗ فَاضِلًا
موصوف	جَاءَ نِی الْمَضْرُوْبُ اَبُوْہُ	جَاءَ نِی الْمُعْطٰی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا	جَاءَ نِی الْمَعْلُوْمُ اِبْنُہٗ فَاضِلًا	جَاءَ نِی الْمُخْبَرُ اِبْنُہٗ عَمْرًوا فَاضِلًا
ذوالحال	جَاءَ نِی زَیْدٌ مَضْرُوْبًا اَبُوْہُ	جَاءَ نِی زَیْدٌ مُعْطٰی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا	جَاءَ نِی زَیْدٌ مَعْلُوْمًا اِبْنُہٗ فَاضِلًا	جَاءَ نِی زَیْدٌ مُخْبَرًا اِبْنُہٗ عَمْرًوا فَاضِلًا
ہمزۂ استفہام	اَمَضْرُوْبٌ زَیْدٌ	اَمُعْطٰی زَیْدٌ دِرْھَمًا	اَمَعْلُوْمٌ زَیْدٌ فَاضِلًا	اَمُخْبَرٌ زَیْدٌ عَمْرًوا فَاضِلًا
حرف نفی	مَامَضْرُوْبٌ زَیْدٌ	مَامُعْطٰی زَیْدٌ دِرْھَمًا	مَامَعْلُوْمٌ زَیْدٌ فَاضِلًا	مَامُخْبَرٌ زَیْدٌ عَمْرًوا فَاضِلًا

ششم صفت مشبہ عمل فعل خود کند بشرط اعتماد مذکور چوں زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ ہما عمل کہ حَسُنَ می کرد حَسَنٌ می کند۔

ترجمہ چھٹی قسم: صفت مشبہ ہے جو اپنے فعل کا عمل کرتی ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے جیسے: زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ (زید کہ اس کا غلام اچھا ہے) جو عمل کہ حَسُنَ کرتا ہے وہی عمل حَسَنٌ کرتا ہے

سوال(۱): صفت مشبہ کی تعریف اور حدوث وثبوت میں فرق بیان کریں، نیز صفت مشبہ کی وجہ تسمیہ اور اس کی گردان بھی بیان کریں؟

جواب(۱): صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے اس ذات کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کے ساتھ معنیٰ مصدری بطور ثبوت قائم ہو نہ کہ بطور حدوث اور حدوث وثبوت میں فرق یہ ہے کہ حدوث مسبوق بالعدم عدم سے وجود میں آیا ہوا ہوتا ہے جیسے: مَضْرُوْبٌ کہ پہلے صحیح سالم تھا بعد میں مارا گیا ہے برخلاف ثبوت کے جیسے: حَسَنٌ کہ یہ ایسی صفت ہے جو ابتدا ہی سے موصوف کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ ہوگی ابتدا سے لے کر ہمیشہ رہے گی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک آدمی صبح کو خوبصورت نہ ہو اور شام کو ہو جائے۔

صفت مشبہ کو مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اسم فاعل کے ساتھ تین چیزوں میں مشابہ ہوتی ہے (۱) تذکیر وتانیث میں (۲) واحد وتثنیہ وجمع میں (۳) اور گردان میں، یعنی صفت مشبہ کی گردان بھی اسی طرح آتی ہے جس طرح اسم فاعل کی گردان آتی ہے جیسے: حَسَنٌ حَسَنَانِ حَسَنُوْنَ، حَسَنَۃٌ حَسَنَتَانِ حَسَنَاتٌ۔

سوال(۲): صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال یا استقبال کی شرط کیوں نہیں ہے، نیز متن مذکور "عمل فعل خود کند" کا کیا مطلب ہے وضاحت فرمائیں اور بتائیں کہ صفت

مشبہ کے کتنے معتمد ہیں اور کیوں، مصنفؒ نے موصول کا استثناء کیوں نہیں کیا؟

جواب (۲): صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال اور استقبال کی شرط اس لیے نہیں ہے کہ زمانہ کی تعیین تو معنی کے عارضی ہونے پر دال ہے جب کہ صفت مشبہ میں تو معنی ہمیشگی اور پائیداری کے ساتھ پائے جاتے ہیں، پس اس لیے اس میں حال اور استقبال کی شرط کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ متن "عمل فعل خود کند" کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ فعل لازم سے بنتی ہے اور فعل لازم کا عمل یہ ہے کہ وہ اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے، لہٰذا اس سے بننے والی صفت مشبہ بھی اپنے ہی فعل کا عمل کرے گی، یعنی فاعل کو رفع دے گی جیسے: زیدٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ زید کہ اس کا غلام خوبصورت ہے۔

صفت مشبہ کے پانچ معتمد ہیں اور وہ اسم موصول کو چھوڑ کر باقی تمام وہی ہیں جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے لیے ہیں اور اس کو بھی معتمد کی ضرورت اسی لیے ہوتی ہے کہ یہ اسم ہے اور کام کرنے فعل کا چلا ہے کیونکہ عمل کرنا اصل فعل کا کام ہے اس لیے اس کو طاقت وسہارا دینے کے لیے معتمد کی ضرورت ہوئی تا کہ وہ اس میں عمل کرنے کی قوت پیدا کر دے، نیز مصنفؒ نے اسم موصول کا استثناء اس لیے نہیں کیا کہ ان کو طلباء پر اعتماد ہے کہ انہیں معلوم ہوگا کہ اسم موصول بصورت الف لام صرف اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہی آتا ہے، اور اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں صفت دائمی ہوتی ہے۔

سوال (۳) مصنفؒ کی عبارت "ہما عمل کہ حَسَنٌ می کرد حَسَنٌ می کند" کا مطلب سمجھائیں اور ساتھ ہی صفت مشبہ کی تمام مثالیں تمام معتمدوں کے ساتھ مع ترجمہ کے بیان کریں؟

جواب (۳): مصنفؒ کی عبارت "وعمل او عمل حسن کی کرد حسن کی کند" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حَسُنَ فعل لازم اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والی صفت مشبہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گی۔ صفت مشبہ کی تمام معتمدوں کے ساتھ مثالیں حسب ذیل ہیں۔

مبتدا کی مثال: زَيْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ زید کہ اس کا غلام خوبصورت ہے۔ موصوف کی مثال: جیسے: جَاءَنِیْ رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ میرے پاس ایسا آدمی آیا کہ جس کا غلام خوبصورت ہے۔ ذوالحال کی مثال: جَاءَنِیْ زَيْدٌ حَسَنًا غُلَامُهٗ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام خوبصورت ہے۔ ہمزہ استفہام کی مثال جیسے: اَحَسَنٌ زَيْدٌ کیا زید خوبصورت ہے؟ حرف نفی کی مثال جیسے: مَا حَسَنٌ زَيْدٌ زید خوبصورت نہیں ہے۔

ہفتم اسم تفضیل و استعمال او بر سہ وجہ است بہ مِنْ چوں زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو یا بالف ولام چوں جَاءَنِیْ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ یا باضافت چوں زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وعمل او در فاعل باشد وآں ھو است فاعل اَفْضَلُ کہ در وے مستتر است۔

ترجمہ ساتویں قسم: اسم تفضیل ہے، اس کا استعمال تین طریقے پر ہوتا ہے (۱) مِنْ کے ساتھ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (۲) الف ولام کے ساتھ جیسے: جَاءَنِیْ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ (میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے) (۳) اضافت کے ساتھ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ (زید قوم میں سب سے افضل ہے) اس کا عمل فاعل میں ہوتا ہے اور وہ ھُوَ ضمیر ہے جو افضلُ کے اندر پوشیدہ ہے۔

سوال (۱): اسم تفضیل کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ اسم تفضیل بنانے کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب (۱): اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے

کہ جس میں دوسرے کے مقابلہ میں معنی مصدری کی زیادتی ہو، اس کا مذکر بروزن اَفْعَلُ اور مؤنث بروزن فُعْلٰی آتا ہے اور بعض صیغوں میں تغیر بھی ہوتا ہے جیسے: خَیْرٌ اور شَرٌّ کہ اصل میں اَخْیَرُ اور اَشْرُّ تھے۔

اسم تفضیل کبھی اسم فاعل کے معنی میں زیادتی کرتا ہے جیسے: اَضْرَبُ زیادہ مارنے والا اَعْلَمُ زیادہ جاننے والا اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں زیادتی کرتا ہے جیسے: اَعْرَفُ زیادہ مشہور اَشْغَلُ زیادہ مشغول اور اسم تفضیل کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ صرف ثلاثی مجرد کے ان افعال سے آتا ہے جن میں رنگ وعیب کے معنی نہ ہوں اور اگر اسم تفضیل کو ثلاثی مجرد میں رنگ وعیب کے معنی والے افعال سے بنانا چاہیں یا ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مجرد یا رباعی مزید فیہ سے بنانا چاہیں تو اس کا طریقہ الگ ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے اَشَدُّ لاؤ پھر جس فعل سے اسم تفضیل بنانا ہو اس کا مصدر لے آؤ پس اسم تفضیل بن جائے گا جیسے: ثلاثی مجرد رنگ وعیب کے معنی والے افعال کی مثال: اَشَدُّ حُمْرَۃً سب سے زیادہ سرخ، اَشَدُّ عَرَجًا سب سے زیادہ لنگڑانے والا، ثلاثی مزید فیہ کی مثالیں اَشَدُّ اِجْتِنَابًا بہت زیادہ پرہیز کرنے والا، اَشَدُّ اِحْسَانًا بہت زیادہ احسان کرنے والا، رباعی مجرد کی مثال: اَشَدُّ زَعْفَرَۃً بہت زیادہ زعفران سے رنگنے والا، رباعی مزید فیہ کی مثال: اَشَدُّ تَبَخْتُرًا بہت زیادہ ناز سے چلنے والا وغیرہ۔

سوال (۲): اسم تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقے مع مثال بیان کریں نیز مثالوں میں مفضل اور مفضل علیہ کی بھی تعیین کریں؟

جواب (۲): اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں پر ہوتا ہے (۱) کبھی مِن حرف جر کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: زیدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو زید عمرو سے زیادہ افضل ہے اس

مثال میں زید مفضل (جس کو فضیلت دی گئی ہو) اور عمرو مفضل علیہ ہے (جس پر فضیلت دی گئی) (۲) کبھی اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے، اس مثال میں زید مفضل اور مفضل علیہ اسم تفضیل کے بعد پوشیدہ ہے یعنی "مِن عَمْرٍو" (۳) اور کبھی اسم تفضیل مضاف بن کر آتا ہے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ زید قوم میں سب سے زیادہ افضل ہے، اس مثال میں زید مفضل اور قوم مفضل علیہ ہے۔

سوال (۳): اسم تفضیل کا عمل بیان کریں اور وضاحت کریں کہ مفضل علیہ کو کب محذوف کیا جاتا ہے؟

جواب (۳): اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اور اس کا فاعل خود اس کے اندر ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو میں اَفْضَلُ کا فاعل ھُوَ ضمیر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے نیز اَفْضَلُ پر تنوین نہیں آئی اس لیے کہ غیر منصرف ہے۔

اور کبھی مفضل علیہ کو معروف و مشہور ہونے کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں اللہ مفضل اور اکبر اسم تفضیل ہے اور مفضل علیہ "مِنْ کُلِّ شَیْءٍ" محذوف ہے پس اصل عبارت یوں ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔

ہشتم مصدر بشرط آنکہ مفعول مطلق نباشد عمل فعلش کند چوں اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًوا، نہم اسم مضاف مضاف الیہ را بجر کند چوں جَاءَ نِیْ غُلَامُ زَیْدٍ بدانکہ اینجا لام بحقیقت مقدرست زیرا کہ تقدیرش آنست کہ غُلَامٌ لِزَیْدٍ

ترجمہ آٹھویں قسم: مصدر ہے بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو، وہ بھی اپنے فعل کا عمل کرتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا (مجھے زید کا عمرو کی پٹائی کرنا اچھا لگا) نویں قسم: اسم مضاف مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَاءَ نِیْ غُلَامُ زَیْدٍ (میرے

پاس (زید کا غلام آیا) واضح رہے کہ اس جگہ لام حقیقت میں پوشیدہ ہے، اس لیے کہ اس کی تقدیری عبارت یہ ہے کہ: غُلَامٌ لِزَیْدٍ۔

سوال (۱): مصدر کی تعریف کریں اور مصنف کی عبارت "عمل فعلش کند" کو مثال کے ساتھ سمجھائیں اور مثال میں مصدر کا عمل بھی بتائیں؟

جواب (۱): مصدر وہ اسم ہے جو خود کسی لفظ سے نہ نکلا ہو مگر اس سے افعال اور اسماء نکلتے ہوں بالفاظ دیگر مصدر وہ اسم ہے جو افعال و اسماء کا ماخذ و مشتق منہ ہو جیسے: الضَّرْبُ مارنا القیام کھڑا ہونا نیز کتاب کی عبارت "عمل فعلش کند" کا مطلب یہ ہے کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی جیسا فعل ہوگا ویسا ہی اس کا مشتق منہ یعنی مصدر ہوگا اگر مصدر لازم ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا، جیسے: اَعْجَبَنِی قِیَامُ زَیْدٍ مجھے زید کے کھڑا ہونے نے تعجب میں ڈال دیا، اس مثال میں قیام مصدر ہے اور لازم ہے زیدا س کا فاعل ہے جو اگرچہ لفظاً مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے مگر حقیقتاً فاعل ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے، اور اگر مصدر متعدی ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول بہ اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا، جیسے: اَعْجَبَنِی ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا، مجھے زید کے عمرو کو مارنے نے تعجب میں ڈال دیا، اس مثال میں "ضرب" مصدر متعدی ہے زیداس کا فاعل ہے جس کو اس نے محلاً مرفوع کیا ہے، اگرچہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور عمروا کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب کیا ہے۔

یاد رہے کہ اگرچہ مصدر عمل کرتا ہے مگر استعمال میں یہ عمل نظر نہیں آتا بلکہ مصدر اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو کر اپنے معمول مضاف الیہ کو جر اور دوسرے معمول کو نصب دیتا ہے، پس کبھی مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِی ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا میں ہے اور کبھی اپنے مفعول کی طرف

مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِی ضَرْبُ السَّارِقِ الْاَمِیْرُ مجھے امیر کے چور کو مارنے نے تعجب میں ڈالا۔

سوال (۲): اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل کیوں نہیں کرتا مثال کے ساتھ وضاحت کریں؟

جواب (۲): مصدر مفعول مطلق ہونے کی صورت میں اس لیے عمل نہیں کرتا کہ جب مصدر مفعول مطلق ہوتا ہے تو اس سے پہلے ایک فعل ہوتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ فعل عمل کرنے میں اصل اور اقوی ہے تو فعل کے ہوتے ہوئے مصدر جو کہ اسم ہونے کی وجہ سے عمل کرنے میں کمزور اور ضعیف ہے وہ عمل نہیں کرے گا بلکہ فعل ہی عمل کرے گا جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْباً زَیْداً میں نے زید کو مارا مارنا، اس مثال میں زیداً میں فعل عمل کر رہا ہے نا کہ ضَرْباً مصدر جو کہ مفعول مطلق ہے۔

سوال (۳): مضاف کی تعریف کریں اور اس کا عمل بیان کریں، نیز اس کی تینوں قسموں کو مع امثلہ بین کرتے ہوئے تقدیری عبارت بھی نکالیں؟

جواب (۳): مضاف وہ اسم ہے جس کی نسبت اس کے مابعد کی طرف کی گئی ہو یہ بھی عمل کرتا ہے اور اپنے مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ زید کا غلام آیا اس مثال میں غلام مضاف ہے جس نے اپنے مضاف الیہ زید کو جر دیا ہے۔

یاد رہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ایک حرف جر مقدر ہوتا ہے اور در حقیقت وہی مضاف الیہ کو جر دیتا ہے۔ مگر نام مضاف کا ہو گیا پس مضاف کو عامل قرار دینا مجازاً ہے اور وہ حروف جر جو مضاف الیہ کو جر دیتے ہیں تین ہیں (۱) یا تو لام حرف جر محذوف ہوتا ہے جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ کہ اصل میں غلامٌ لِزَیْدٍ ہے اس کو اضافت لامیہ کہتے ہیں، یا حرف جر مِنْ پوشیدہ ہوتا ہے جیسے: خَاتَمُ فِضَّةٍ کہ اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ ہے اس کو اضافت منیہ کہتے ہیں، یا حرف جر فِیْ محذوف ہوتا ہے جیسے: ضَرْبُ

نوٹ: کہ اصل میں ضرب فی الیوم ہے اس کو اضافت ظرفیہ کہتے ہیں۔

دہم اسم تام تمیز را نصب کند و تمامی اسم یا بتنوین باشد چوں مَا فِی السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً یا بتقدیر تنوین چوں عِنْدِی اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً و زَیْدٌ اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً یا بنون تثنیہ چوں عِنْدِی قَفِیْزَانِ بُرّاً یا بنون جمع چوں هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً یا بمشابہ نون جمع چوں عِنْدِی عِشْرُوْنَ دِرْهَماً تا تِسْعُوْنَ یا باضافت چوں عِنْدِی مِلْؤُهٗ عَسَلاً۔

ترجمہ: دسویں قسم: اسم تام تمیز کو نصب دیتا ہے اور اسم تام ہوتا ہے تنوین کے ذریعہ جیسے: مَا فِی السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً (آسمان میں ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہیں ہے) یا بتقدیر تنوین جیسے: عندی احد عشر رجلاً (میرے پاس دس آدمی ہیں) و زید اکثر منک مالاً (زید تجھ سے مال کے اعتبار سے زیادہ ہے) یا نون تثنیہ کے ذریعہ جیسے: عِنْدِی قَفِیْزَانِ بُرّاً (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) یا بنون جمع جیسے: هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بالاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً (کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو عمل کے اعتبار سے خسارے میں ہیں) یا مشابہ نون جمع کے ساتھ جیسے: عِنْدِی عِشْرُوْنَ دِرْهَماً تا تِسْعُوْنَ (میرے پاس بیس درہم ہیں) یا اضافت کے ذریعہ جیسے: عِنْدِی مِلْؤُهٗ عَسَلاً (میرے پاس اس برتن کے بقدر شہد ہے)۔

سوال (۱): اسم تام کی تعریف بیان کریں اور بتائیں کہ اسم تام کیوں عمل کرتا ہے؟

جواب (۱): اسم تام وہ اسم ہے جو ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں رہتے ہوئے وہ مضاف نہ بن سکے یعنی اس حالت میں کسی دوسرے اسم کی طرف اس کی اضافت کرنا محال ہو اور ایسی چار چیزیں ہیں جو اسم کے آخر میں آکر اس کو تام کر دیتی ہیں وہ یہ ہیں (۱) تنوین لفظی یا تقدیری (۲) نون تثنیہ (۳) نون جمع یا مشابہ نون جمع (۴) اضافت۔

اسم تام اس لیے عمل کرتا ہے کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہ ہے، جس طرح فعل فاعل سے مل کر تام ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل کر تام ہو جاتا ہے، نیز فعل جس طرح مفعول کو نصب دیتا ہے اسم تام بھی اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے گویا کہ یہ اشیائے اربعہ اس کے لیے فاعل کی طرح ہیں اور اسم تام فعل کے قائم مقام ہے۔

سوال (۲): مصنفؒ کی بیان کردہ تمام مثالیں جو تمامیت اسم پر دال ہیں مع ترجمہ کے بیان کریں ہر مثال میں اسم تام کے عمل کو واضح کریں اور کتاب کی عبارت ''تابیّنعون'' کی مثال کے ساتھ وضاحت کریں؟

جواب (۲): کبھی اسم تام ہوتا ہے تنوین کے ساتھ خواہ تنوین لفظی ہو جیسے: مَا فِی السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً آسمان میں ایک ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہیں ہے، اس مثال میں ''رَاحَةٍ'' اسم تام ہے تنوین لفظی کی وجہ سے اور اس نے سَحَاباً کو تمیز بنا کر نصب دیا ہے، خواہ تنوین تقدیری ہو جیسے: عِنْدِی اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً میرے پاس گیارہ مرد ہیں، اس میں ''اَحَدَ عَشَرَ'' تنوین تقدیری کی وجہ سے اسم تام ہوا ہے اس نے رَجلاً کو تمیز ہونے کی وجہ سے نصب دیا اس لیے کہ اس کی اصل احدٌ و عشرٌ تھی کہ تنوین مرکب بنائی کی وجہ سے محذوف ہو گئی اسی طرح تنوین تقدیری کی مثال جیسے: زیدٌ اکثرُ مِنكَ مَالاً زید مال کے اعتبار سے تجھ سے بڑھا ہوا ہے اس مثال میں ''اکثرُ'' تنوین تقدیری کی وجہ سے اسم تام ہوا ہے اس لیے کہ اصل میں اکثرٌ تھا غیر منصرف ہونے کی وجہ سے تنوین چلی گئی اس نے بھی اپنی تمیز کو نصب دیا، کبھی نون تثنیہ کے ذریعہ اسم تام ہوتا ہے جیسے: عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرّاً میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں، اس مثال میں ''قَفِیْزَان'' نون تثنیہ کی وجہ سے تام

ہوااور اس نے اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بناء پر نصب دیا ہے، کبھی اسم نون جمع کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے: هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو اعمال کے اعتبار سے خسارے میں ہیں، اس مثال میں الْاَخْسَرِيْنَ نون جمع کی وجہ سے اسم تام ہے چنانچہ اس نے عمل کیا اور بعد کے اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور کبھی اسم نون جمع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تام ہو جاتا ہے جیسے: عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَماً میرے پاس بیس درہم ہیں، اس مثال میں عِشْرُوْن نون جمع تو نہیں مگر نون جمع کے مشابہ ہے جس کی وجہ سے یہ تام ہو گیا اور اس نے اپنے بعد اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور اسی طرح کبھی اسم اضافت کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے:: عِنْدِیْ مِلْؤُهٗ عَسلاً میرے پاس اس (برتن) کی بھر پائی کے بقدر شہد ہے، اس مثال میں مِلْؤہ اضافت کی وجہ سے اسم تام ہے اس لیے اس نے عسلاً کو تمیز بنا کر نصب دیا ہے۔

مصنف ؒ "تاتِسْعُون" کی عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیس سے لے کر نوے تک دہائیاں مشابہ نون جمع ہیں اس لیے یہ تمام اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بنا پر نصب دیں گی، جیسے: عِنْدِیْ تِسْعُوْنَ رَجُلاً۔

سوال (۳) الف لام بھی تو اسم کو تام کرتا ہے پھر مصنف ؒ نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب (۳): اگر چہ اسم الف لام سے مل کر بھی تام ہو جاتا ہے مگر وہ عمل نہیں کرتا اور یہاں ان اسمائے عاملہ کا بیان چل رہا ہے جو عمل کرتے ہیں چونکہ وہ عمل نہیں کرتا اس لیے مصنف ؒ نے اس کو بیان نہیں کیا، جیسے: مافی السماءِ قدرُ راحةٍ سحاباً میں السماء ہے کہ اگر چہ الف لام کی وجہ سے تام ہے کہ اب اس کی اضافت نہیں ہو سکتی مگر چونکہ عامل نہیں ہے اس لیے بحث سے خارج ہے۔

یازدہم اسمای کنایہ از عدد و آں دو لفظ است کَمْ و کذا ، کَمْ بر دو قسم ست استفہامیہ و خبریہ، کم استفہامیہ تمیز را بنصب کند و کذا نیز چوں کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ ، وَعِنْدِی کَذَا دِرْهَماً ، وَکَمْ خبریہ تمیز را بجر کند چوں کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ ، وکَمْ دَارٍ بَنَیْتُ گاہے مِن جار بر تمیز کم خبریہ آید چوں قولہ تعالیٰ: کَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ۔

ترجمہ گیارہویں قسم اسمائے کنایہ عدد سے، یہ دو لفظ ہیں کم اور کذا، کم کی دو قسمیں ہیں، (۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ، کم استفہامیہ تمیز کو نصب دیتا ہے، ایسے ہی کذا بھی، جیسے: کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ (کتنے آدمی آپ کے پاس ہیں)، وَعِنْدِیْ کَذَا دِرْهَماً (میرے پاس اتنے درہم ہیں) اور کم خبریہ تمیز جر کو دیتا ہے جیسے: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ ، و کَمْ دَارٍ بَنَیْتُ (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا اور میں نے کتنے ہی گھر بنائے) اور کبھی کم خبریہ کی تمیز پر من حرف جار آتا ہے جیسے، اللہ تعالیٰ کا فرمان: کَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السمٰوات (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)۔

سوال (۱): اسمائے کنایہ کی تعریف اور اس کی دونوں قسمیں بیان کریں نیز کم استفہامیہ وخبریہ اور کذا کی مثالیں مع ترجمہ پیش کریں ساتھ میں ان کا عمل بھی بتائیں اور عمل کی تعیین بھی کریں؟

جواب (۱): اسمائے کنایہ وہ ہیں جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کریں چنانچہ اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کنایہ از عدد یعنی وہ اسم جس سے کنایہ مقدار عدد کی طرف ہو اور اس کے دو لفظ آتے ہیں پہلا کم بمعنی کتنا پھر کم کی بھی دو قسمیں ہیں اول کم استفہامیہ جس میں استفہام واستفسار کا معنی ہو اور کیت ومقدار کا سوال ہو یہ اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: کَم رَجُلاً عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے مرد ہیں، پس اس میں کم استفہامیہ ہے اس نے اپنی تمیز رَجلاً کو نصب دیا ہے، دوم کم خبریہ یعنی وہ کم جس

میں استفہام نہ ہو بلکہ کسی چیز کی خبر دی گئی ہو، اور یہ اپنی تمیز کو جر دیتا ہے جیسے: کَم دَارٍ بَنَيْتُ میں نے کتنے ہی گھر بنائے کَم مَالٍ اَنْفَقْتُ میں نے کتنا ہی مال خرچ کر دیا، ان دونوں مثالوں میں کم خبریہ نے اپنی تمیز کو جر دیا ہے، دوسرا لفظ کذا ہے بمعنی اتنا یہ صرف خبر کے لیے آتا ہے اور اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: عِندِی کَذَا دِرْهَماً میرے پاس اتنے درہم ہیں، پس کذا خبریہ نے اپنی تمیز دِرْهَماً کو نصب دیا ہے۔

سوال (۲): کم خبریہ اپنی تمیز کو جر دینے سے قاصر کب ہوتا ہے نیز وہ کونسی صورت ہے کہ حائل ہونے کے باوجود کم خبریہ جر دیتا ہے؟

جواب (۲): کم خبریہ اپنی تمیز کو اس وقت جر دینے سے قاصر ہو جاتا ہے جب کہ اس کی تمیز کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے کیونکہ اس وقت کم خبریہ کا عمل کمزور ہو جاتا ہے پس اس صورت میں اس کی تمیز منصوب ہوتی ہے جیسے: کم عندی داراً میرے پاس کتنے ہی گھر ہیں پس یہاں کم اور اس کی تمیز کے درمیان عندی حائل ہے اس لیے اس کا عمل کمزور ہو گیا، لہٰذا تمیز منصوب ہو گئی برخلاف مجرور ہونے کے، نیز وہ صورت کہ جس میں تمیز کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے کے باوجود جر آتا ہے وہ یہ ہے کہ حائل ہونے والی چیز حرف جر کی صورت میں ہو جیسے: کَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں۔

سوال (۳): مِنْ زائدہ کس پر داخل ہوتا ہے، کم خبریہ پر یا کم استفہامیہ پر اس مختلف فیہ مسئلہ کو اختلاف اور دلائل کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب (۳): مِنْ زائدہ کے دخول کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ مصنفؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ من حرف جار زائدہ صرف کم خبریہ کی تمیز پر داخل ہوتا ہے جیسے: کَمْ مِنْ مَلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ (سورہ نجم پ:۲۷) اور صاحب کافیہ کا قول ہے کہ من

زائدہ جس طرح کم خبریہ پر آتا ہے اسی طرح کم استفہامیہ پر بھی آتا ہے لیکن شارح کافیہ علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ من زائدہ کم خبریہ کی تمیز پر تو آتا ہے لیکن کم استفہامیہ کی تمیز پر اس کا استعمال میں نے نہیں دیکھا، چنانچہ علامہ زمخشریؒ اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب کافیہ کے قول کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ من زائدہ کم خبریہ اور کم استفہامیہ دونوں کی تمیز پر آسکتا ہے جیسے: قرآن میں آیا ہے: سَلْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِنْ اٰیَةٍ بَیِّنَةٍ، بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دیں۔

عوامل معنوی کا بیان

قسم دوم: در عوامل معنوی بدانکہ عوامل معنوی بر دو قسم ست اول ابتدا یعنی خلو اسم از عوامل لفظی کہ مبتدا و خبر را رفع کند چوں زَیْدٌ قَائِمٌ وایں جا گویند کہ زَیْدٌ مبتدا ست مرفوع بابتدا و قَائِمٌ خبر مبتدا است مرفوع بابتدا، وایں جا دو مذہب دیگر ست، یکے آنکہ ابتدا عامل است در مبتدا، و مبتدا در خبر، دیگر آنکہ ہر یکے از مبتدا و خبر عامل ست در دیگر، دوم خلو فعل مضارع از ناصب و جازم، فعل مضارع را برفع کند چوں یَضْرِبُ زَیْدٌ، ایں جا یَضْرِبُ مرفوع ست زیرا کہ خالی ست از ناصب و جازم، تمام شد عوامل نحو بتَوْفِیْقِ اللّٰہِ تعالیٰ و عَوْنِہٖ۔

ترجمہ دوسری قسم عوامل معنوی کے بیان میں، جاننا چاہیے کہ عوامل معنوی دو قسم پر ہیں، پہلی قسم ابتدا یعنی عوامل لفظی سے اسم کا خالی ہونا جو کہ مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے) اس جگہ یہ کہیں گے کہ زَیْدٌ مبتدا ہے اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے قَائِمٌ مبتدا کی خبر ہے، اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے، نیز یہاں

پر دو مذہب اور ہیں کہ ابتداء عامل ہے مبتدا میں اور مبتدا خبر میں، تیسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہیں، دوسری قسم، فعل مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا فعل مضارع کو رفع دیتا ہے جیسے یَضْرِبُ زَیْدٌ اس جملہ میں یَضْرِبُ مرفوع ہے اس لیے کہ عامل ناصب و جازم سے خالی ہے، عوامل نحو پورے ہوگئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

سوال (۱): عوامل معنوی کی تعریف بیان کریں نیز بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں اور وہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب (۱) عامل معنوی وہ عامل ہے جو لفظوں میں تو موجود نہ ہو مگر پوشیدہ ہو کر عمل کر رہا ہو پس عوامل معنوی عقلی چیز ہے جس کو لفظوں میں نہیں دیکھا جا سکتا پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ابتداء (۲) فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے خالی ہونا، ان میں سے پہلی قسم عامل ابتداء اسم یعنی مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہے اور ان کو رفع دیتا ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ دوسری قسم فعل مضارع پر داخل ہوتی ہے اس کو رفع کرتی ہے جیسے یَضْرِبُ زَیْدٌ۔

سوال (۲) عوامل معنوی کی دونوں قسموں کا عمل مثالوں کی روشنی میں بیان کریں اور عمل کی وضاحت بھی کریں؟

جواب (۲): پہلی قسم عامل معنوی ابتدا کی مثال زَیْدٌ قَائِمٌ، اس مثال میں زَیْدٌ مبتدا اور قائمٌ خبر ہے دونوں کو رفع عامل معنوی ابتدا نے دیا ہے اور دوسری قسم فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے خالی ہونا جیسے: یَضْرِبُ زَیْدٌ پس یَضْرِبُ کو رفع عامل معنوی نے دیا ہے اور وہ یعنی عامل معنوی نام ہے فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے خالی ہونا۔

سوال (۳) مبتدا و خبر کے متعلق چاروں مسلکوں کو بیان کریں اور ساتھ میں فعل مضارع

کے متعلق بھی دونوں مسلکوں کو بیان کریں، اور راجح مذہب کی نشاندہی کرتے چلیں؟

جواب (۳): مبتدا اور خبر کے عامل کے باب میں چار مسلک ہیں (۱) ایک مذہب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں میں عامل معنوی ابتداء عمل کرتا ہے یہ مذہب جمہور نحاۃ بصرہ کا ہے (۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا میں ابتدا عامل اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے (۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا میں خبر عامل اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے (۴) چوتھا مسلک یہ ہے کہ مبتدا میں ابتدا عامل اور خبر میں ابتدا اور مبتدا دونوں عامل ہوتے ہیں، ان چاروں اقوال میں پہلا قول راجح ہے اسی کو مصنفؒ نے اصح مانا ہے۔

مضارع کے باب میں بھی دو مسلک ہیں (۱) فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے خالی ہونا فعل مضارع کو رفع دیتا ہے یہ مسلک علامہ ابن مالکؒ کا ہے اور یہی راجح ہے (۲) بعض نحویین کا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع کو رفع اس وجہ سے آتا ہے کہ وہ اسم کی جگہ میں ہوتا ہے اور اسم کی جگہ پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فعل مضارع اسم کے معنی بھی دیتا ہے جیسے: زیدٌ یَضرِبُ زید مارتا ہے اور اسی طرح زیدٌ ضارِبٌ زید مارتا ہے، پس یَضرِب فعل ضارِبٌ اسم کی جگہ میں ہے مگر یہ مسلک بہت ضعیف ہے پہلا مسلک ہی ارجح واصح ہے۔

یہاں عوامل نحو کی دونوں قسمیں عامل لفظی ومعنوی کا بیان ختم ہو چکا، فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

خاتمہ: فصل اوّل توابع کا بیان

خاتمہ در فوائد متفرقہ کہ دانستن آن واجب ست وآن سہ فصل ست، فصل اول در توابع بدانکہ تابع لفظی ست کہ دوے از لفظ سابق باشد باعراب سابق از یک جہت، ولفظ سابق رامتبوع گویند وحکم تابع آنست کہ ہمیشہ دراعراب موافق متبوع

باشد تابع پنج نوع است۔

ترجمہ: یہ خاتمہ متفرق فوائد کے بیان میں ہے جن کا جاننا نہایت ضروری ہے، اس میں تین فصل ہیں، پہلی فصل توابع کے بیان میں، واضح رہے کہ تابع وہ لفظ ہے جس سے پہلے ایک لفظ ہو اور تابع کا لفظ دوسرے نمبر پر ہو اور دونوں کا اعراب ایک ہو دونوں کے اعراب کی جہت یکساں ہو پہلے لفظ کو متبوع کہتے ہیں، تابع کا حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے، تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔

سوال (۱): مصنفؒ نے عوامل لفظی کے بعد توابع کا بیان کیوں شروع کیا دونوں میں کیا مناسبت ہے؟

جواب (۱): مصنفؒ نے اب تک جو معربات ذکر کیے ہیں وہ اپنے اوپر عامل کے آنے کی وجہ سے بلا واسطہ اعراب قبول کرتے تھے مگر اب خاتمہ میں ان معربات کا ذکر کر رہے ہیں جو نہ براہ راست کسی کے معمول ہوتے ہیں اور نہ براہ راست اعراب قبول کرتے ہیں بلکہ وہ کسی عامل کے معمول کے تابع ہونے کی وجہ سے اعراب قبول کرتے ہیں۔

سوال (۲): تابع کی تعریف اور اس کا حکم بیان کریں؟

جواب (۲): تابع وہ اسم ہے جس سے پہلے ایک لفظ ہو اور یہ تابع کا لفظ دوسرے نمبر پر واقع ہو اور دونوں کا اعراب بھی ایک ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت اور حیثیت بھی ایک ہی ہو پہلے لفظ کو متبوع اور دوسرے کو تابع کہتے ہیں اور تابع کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے۔

سوال (۳): ”دوم از لفظ سابق، باعراب سابق، از یک جہت“ ان تینوں جملوں کی تشریح بالتفصیل مثالوں کی روشنی میں بیان کریں، نیز متبوع اور تابع کی وجہ

تسمیہ بھی بیان کریں؟

جواب (۳): دوم از لفظ سابق کا مطلب یہ ہے کہ پہلے والے لفظ سے دوسرا ہو اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کے بعد ہو چاہے دوسرا یا تیسرا یا چوتھا کسی بھی نمبر پر ہو جیسے: جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ حَافِظٌ کَرِيْمٌ جَمِيْلٌ ظَرِيْفٌ کہ اس مثال میں رَجُلٌ کے بعد ہر اسم تابع ہے اور باعراب سابق، کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کے اعراب کے موافق ہو یعنی جو اعراب متبوع کا ہو گا وہی اعراب تابع کا ہو جیسے: جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ، رَأَيْتُ رَجُلًا عَالِمًا مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عَالِمٍ تینوں مثالوں میں تابع متبوع کے اعراب کے موافق ہے نیز "از یک جہت" کا مطلب یہ ہے کہ جس وجہ سے ماقبل یعنی متبوع پر اعراب آئے اسی وجہ سے تابع پر بھی اعراب آئے جیسے: جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اس مثال میں رَجُلٌ مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اور عَالِمٌ بھی مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے پس ان دونوں کے اعراب کی وجہ اور جہت فاعل ہونا ہے، متن مذکور "از یک جہت" سے ضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا جیسی مثال سے احتراز مقصود ہے کہ یہاں بھی مشدودا پہلے لفظ کے بعد ہے اور اعراب میں بھی پہلے کے موافق ہے مگر دونوں کا اعراب از یک جہت نہیں ہے بلکہ زید امفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور مشدودا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس لیے اس کو تابع متبوع نہیں کہہ سکتے، متبوع یعنی جس کی اتباع کی جائے متبوع کو متبوع اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہاں بھی دوسرے والا لفظ اعراب میں اس کی اتباع کرتا ہے اور چونکہ دوسرا لفظ پہلے کی اتباع کرتا ہے اس لیے اس کو تابع کہتے ہیں۔

تابع متبوع کی مثال سہل انداز میں اس طرح سمجھئے کہ جیسے کسی عقیدت مند نے کسی بزرگ کی دعوت کی اب دعوت میں بزرگ صاحب اپنے کسی مرید کو بھی

لے گئے چنانچہ داعی دونوں کو دستر خوان پر بٹھاتا ہے حالانکہ مرید کی اس نے دعوت نہیں کی تھی، پس ان بزرگ صاحب کو کھلانا اس وجہ سے ہے کہ اس نے ان کو براہ راست دعوت دی ہے اور مرید کو کھانا کھلانا اس وجہ سے ہے کہ وہ ان بزرگ صاحب کا خادم بن کر آیا ہے، اب اس مثال میں بزرگ صاحب متبوع ہیں اور مرید تابع ہے کھانا ان کا عمل ہے اور دعوت ہونا یہ کھانے کی وجہ یعنی جہت اور سبب ہے، اسی طرح تابع میں بھی اعراب متبوع کی وجہ سے آتا ہے اور اعراب کی جہت بھی ایک ہوتی ہے، اور اعراب بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ فَافْهَمْ.

اوّل: صفت واو تابعیست کہ دلالت کند بر معنی کہ در متبوع باشد چوں جَاءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ یا بر معنی کہ در متعلق متبوع باشد چوں جَاءَ نِي رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ یا اَبُوهُ مثلاً قسم اول در دہ چیز موافق متبوع باشد در تعریف و تنکیر و تذکیر و تانیث و افراد و تثنیہ و جمع و رفع و نصب و جر چوں عِنْدِي رَجُلٌ عَالِمٌ و رَجُلَانِ عَالِمَانِ و رِجَالٌ عَالِمُونَ و اِمْرَأَةٌ عَالِمَةٌ و اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ و نِسْوَةٌ عَالِمَاتٌ اما قسم دوم موافق متبوع باشد در پنج چیز تعریف و تنکیر و رفع و نصب و جر چوں جَاءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوهُ ۔

ترجمہ: پہلی قسم صفت، صفت وہ ایسا تابع ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں موجود ہوں جیسے: جَاءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ (میرے پاس ایک عالم مرد آیا) یا ایسے معنی پر جو متبوع کے متعلق میں ہوں جیسے: جَاءَ نِي رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ یا اَبُوهُ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا غلام یا باپ اچھا ہے) یہ پہلی قسم دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوگی تعریف و تنکیر، تذکیر و تانیث، افراد و تثنیہ و جمع اور رفع و نصب و جر میں جیسے: عِنْدِي رَجُلٌ عَالِمٌ و رَجُلَانِ عَالِمَانِ و رِجَالٌ عَالِمُونَ و اِمْرَأَةٌ عَالِمَةٌ و اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ و نِسْوَةٌ عَالِمَاتٌ، رہی دوسری قسم تو

وہ متبوع کے موافق ہوگی پانچ چیزوں میں تعریف وتنکیر، رفع، نصب اور جر میں جیسے:
جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوْهُ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے)
سوال (۱): صفت کی تعریف اور اسکی دونوں قسموں کو مثال وترجمہ کیساتھ بیان کریں؟
جواب (۱): تابع کی پہلی قسم صفت ہے جس کو نعت بھی کہتے ہیں اور اس کے متبوع کو موصوف یا منعوت کہتے ہیں چنانچہ صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف وہ صفت جو اپنے موصوف کی حالت کو بیان کرے جیسے: جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ میرے پاس ایک عالم آدمی آیا یہاں عَالِمٌ صفت ہے جو کہ ایسے معنی پر دلالت کررہی ہے جو خاص اس کے موصوف میں ہیں یعنی علمیت کے معنی جو رَجُلٌ کی ذات میں ہیں۔ (۲) صفت بحال متعلق الموصوف جو صفت اپنے موصوف کے متعلق کی حالت کو بیان کرے جیسے: جَاءَ نِیْ رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ میرے پاس وہ مرد آیا جس کا غلام خوبصورت ہے یہاں حَسَنٌ صفت ہے اور رَجُلٌ موصوف ہے مگر حَسَنٌ صفت اپنے موصوف رَجُلٌ کی حالت بیان نہیں کررہی ہے بلکہ اس کے متعلق غلام کی حالت بیان کررہی ہے، متعلق موصوف اس کو کہیں گے جو موصوف سے کسی طرح تعلق رکھتا ہو جیسے کہ موصوف کا غلام یا اس کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ جیسے: جَاءَ نِیْ رَجُلٌ حَسَنٌ أَبُوْهُ یہاں حَسَنٌ صفت ہے جو اپنے موصوف کے متعلق یعنی رَجُلٌ کے باپ کی حالت بیان کررہی ہے۔
سوال (۲): صفت بحال الموصوف میں تابع کو متبوع سے کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے، نیز بیک وقت کتنی چیزوں میں مطابقت ہوگی، مصنفؒ کی بیان کردہ مثالوں کو پیش کرتے ہوئے ہر مثال میں چار چیزوں کی نشاندہی کریں؟
جواب (۲) صفت بحال الموصوف میں موصوف وصفت کے درمیان دس چیزوں

میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تعریف (۲) تنکیر (۳) تذکیر (۴) تانیث (۵) واحد (۶) تثنیہ (۷) جمع (۸) رفع (۹) نصب (۱۰) جر اور بیک وقت موصوف صفت کے درمیان چار چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف وتنکیر (۲) تذکیر وتانیث (۳) واحد تثنیہ وجمع (۴) اعراب یعنی رفع، نصب وجر۔

جیسے: عِنْدِی رَجُلٌ عالمٌ میں موصوف و صفت (۱) دونوں نکرہ ہیں (۲) دونوں مذکر ہیں (۳) دونوں واحد ہیں (۴) دونوں مرفوع ہیں، اور عِنْدِی رَجُلَانِ عَالِمَانِ میں موصوف صفت دونوں نکرہ ہیں دونوں مذکر ہیں دونوں تثنیہ ہیں دونوں مرفوع ہیں اور اسی طرح عِنْدِی رِجَالٌ عَالِمُوْنَ میں دونوں نکرہ ہیں دونوں مذکر ہیں دونوں جمع ہیں اور دونوں مرفوع ہیں۔

عِنْدِی اِمْرَاَةٌ عَالِمَۃٌ میں دونوں موصوف وصفت نکرہ ہیں دونوں مؤنث ہیں دونوں واحد ہیں دونوں مرفوع ہیں، عِنْدِی اِمْرَاَتَانِ عَالِمَتَانِ میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں دونوں تثنیہ ہیں دونوں مؤنث ہیں اور دونوں مرفوع ہیں، عِنْدِی نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں دونوں مؤنث ہیں دونوں جمع ہیں دونوں مرفوع ہیں، موصوف وصفت کے معرفہ ہونے اور منصوب ومجرور ہونے کی مثالیں ازخود نکال لیں، جیسے رَاَیْتُ زَیْدَنِ الْعَالِمَ، مَرَرْتُ بِزَیْدِ نِ الْعَالِمِ۔

سوال (۳): صفت بحال متعلق الموصوف میں تابع ومتبوع یعنی موصوف وصفت کے درمیان کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے، نیز بیک وقت کتنی چیزوں میں مطابقت ہوگی مع مثال وترجمہ مثال بیان کریں، اور ان کی مطابقت کو بھی واضح کریں، اور ساتھ ساتھ صفت کے فوائد بھی بیان کرتے چلیں؟

جواب (۳): صفت بحال متعلق الموصوف میں موصوف وصفت یعنی تابع ومتبوع کے

درمیان پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے(۱)تعریف(۲)تنکیر(۳)رفع(۴)نصب (۵)جر، اور بیک وقت دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے(۱)تعریف وتنکیر (۲)رفع، نصب وجر جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ اس مثال میں عَالِمٌ صفت اور رَجُلٌ موصوف ہے چنانچہ موصوف وصفت (۱)دونوں نکرہ ہیں(۲)دونوں مرفوع ہیں۔

صفت کے چند فوائد ہیں (۱)موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جب کہ موصوف نکرہ ہے جیسے: رَجُلٌ عَالِمٌ کہ رجل نکرہ تھا مگر صفت علم کے ساتھ متصف ہو کر مختص ہو گیا، (۲) موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے جب کہ موصوف معرفہ ہو جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدُنِ الظَّرِیْفُ (۳)موصوف کی مدح یا ذم کے لیے آتی ہے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں مدح کے لیے اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں صفت ذم کے لیے ہے (۴) کبھی تاکید موصوف کے لیے آتی ہے جیسے: صَیْحَةٌ وَّاحِدَةٌ ، کیوں کہ یہاں وحدت تو تائے مرۃ سے مفہوم ہو رہی تھی واحدۃٌ مزید تاکید کے واسطے لایا گیا ہے۔

بدانکہ نکرہ را بجملہ خبریہ صفت توان کرد چوں جَاءَ نِی رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ ودر جملہ ضمیرے عائد بنکرہ لازم باشد۔

ترجمہ واضح رہے کہ نکرہ کو جملہ خبریہ کی صفت بنا سکتے ہیں جیسے: جَاءَ نِیْ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے) اور جملہ میں ایک ضمیر جو نکرہ کی طرف لوٹے ضروری ہے۔

سوال (۱): صفت بحال متعلق الموصوف میں کس مصلحت کے پیش نظر تذکیر و تانیث، واحد تثنیہ وجمع میں مطابقت ضروری نہیں ہے اس مصلحت کو مثال وترجمۂ مثال کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب(۱): صفت بحال متعلق الموصوف میں تذکیر و تانیث، واحد تثنیہ و جمع میں مطابقت کی شرط اس لیے چھوڑ دی کہ اس میں صفت کی حیثیت فعل جیسی ہوتی ہے اور بعد والے اسم کی حیثیت فاعل جیسی جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ اَبُوهُ عَالِمٌ اس مثال میں عَالِمٌ صفت ہے جو عَلِمَ فعل کی طرح ہے اور اَبُوهُ کی حیثیت فاعل جیسی ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہی آتا ہے فاعل چاہے تثنیہ ہو یا جمع، تثنیہ کی مثال جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ اَخَوَاهُ میرے پاس وہ مرد آیا جس کے دو بھائی عالم ہیں، اسی طرح جمع کی مثال جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ اِخْوَانُهُ میرے پاس وہ مرد آیا جس کے بھائی عالم ہیں، پس تثنیہ و جمع کی مثال میں عَالِمٌ صفت واحد ہی ہے کیونکہ وہ فعل کی جگہ میں ہے اور آگے کا اسم تثنیہ و جمع ہوا کیونکہ وہ فاعل کی طرح ہے اور فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہی رہتا ہے فاعل بدلتا رہتا ہے، اس لیے صفت بحال متعلق الموصوف میں واحد تثنیہ جمع کی قید نہیں لگائی۔

اسی طرح اس میں تذکیر و تانیث کی بھی قید نہیں لگائی کیونکہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو اور مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ مُرْتَفِعٌ دَارُهُ، میرے پاس وہ مرد آیا کہ جس کا گھر بلند ہے اور اسی طرح یہ بھی صحیح ہے، جَاءَ نِی رَجُلٌ مُرْتَفِعَةٌ دَارُهُ اس مثال میں مُرْتَفِعٌ صفت ہے جو فعل کے مقام میں ہے، اور دَارُهُ فاعل کی جگہ میں ہے اور وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل کو مذکر و مؤنث دونوں لا سکتے ہیں پس اس لیے اس میں مذکر و مؤنث کی قید نہیں لگائی، لیکن جس طرح فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل مؤنث ہی آئے گا، اسی طرح یہاں بھی اگر متعلق موصوف مؤنث حقیقی ہو تو صفت مؤنث ہی ہو گی جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمَةٌ اُمُّهُ یہاں عَالِمَةٌ عَلِمَتْ فعل کی

طرح ہے اور اُمٌّ چونکہ مؤنث حقیقی ہے اس لیے صفت مؤنث آئی ہے۔

سوال (۲): کیا جملہ خبریہ نکرہ موصوف کی صفت بن سکتا ہے؟ اگر ہاں تو مثال سے واضح کریں اور اس کی شرط کی نشاندہی بھی کریں؟

جواب (۲): جی ہاں! جملہ خبریہ نکرہ موصوف کی صفت بن سکتا ہے کیونکہ جملہ خبریہ اپنے حکم میں شیوعیت و عمومیت رکھتا ہے یعنی وہ نتیجۃً نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور چونکہ موصوف پہلے سے نکرہ ہے اور موصوف وصفت میں نکرہ و معرفہ میں مطابقت ہوتی ہے اس لیے جملہ خبریہ خواہ فعلیہ ہو یا اسمیہ اس کی صفت بن جاتا ہے جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ اور جَاءَنِی رَجُلٌ اُمُّہٗ عَالِمَۃٌ جملہ اسمیہ کی مثال ہیں، یہاں اَبُوْهُ اور اُمُّہٗ مرکب اضافی ہو کر مبتدا ہیں اور عَالِمٌ اور عَالِمَۃٌ ان کی خبر ہیں پس مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر رَجُلٌ موصوف کی صفت بن رہے ہیں، اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ قَامَ اَبُوْهُ اَوْ قَامَتْ اُمُّہٗ۔

لیکن جب موصوف کی صفت جملہ خبریہ بن رہا ہو تو اس جملہ میں ایک ضمیر کا لانا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے۔

سوال (۳): مصنفؒ نے موصوف وصفت کی اس بحث میں جملہ خبریہ کا ذکر کیوں چھیڑ دیا؟

جواب (۳): یہ بات اس طرح نکلی کہ اب تک جتنی موصوف وصفت کی مثالیں دی گئی ہیں ان سب میں صفت مفرد تھی تو اگر کوئی آدمی جملہ کو صفت بنانا چاہے تو کیا بنا سکتا ہے؟ پس مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ ہاں جملہ خبریہ بھی صفت بن سکتا ہے کیونکہ وہ بھی نکرہ ہی کے حکم میں ہے البتہ جملہ انشائیہ موصوف کی صفت نہیں بن سکتا۔

تابع کی پہلی قسم میں متبوع کو موصوف اور تابع کو صفت کہتے ہیں۔

دوم تاکید و او تابعیست کہ حال متبوع را مقرر گرداند در نسبت یا در شمول تا سامع را شک نماند و تاکید بر دو قسم ست، لفظی و معنوی، لفظی بتکرار لفظ است چوں زَيْدٌ زَيْدٌ قَائِمٌ و ضَرَبَ ضَرَبَ زَيْدٌ و اِنَّ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔

ترجمہ: دوسرا تابع تاکید ہے، یہ ایسا تابع ہے کہ جو متبوع کے حال کو ثابت کردے نسبت میں یا شمولیت میں، تاکہ سامع کو شک نہ رہے تاکید کی دو قسمیں ہیں، (۱) لفظی (۲) معنوی، تاکید لفظی لفظ کے تکرار سے ہوتی ہے جیسے: زَيْدٌ زَيْدٌ قَائِمٌ (زید ہی کھڑا ہے) وَضَرَبَ ضَرَبَ زَيْدٌ (زید ہی نے مارا) وَاِنَّ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (بیشک زید ہی کھڑا ہے)۔

سوال (۱): تاکید کی تعریف کریں نیز در نسبت در شمول کی بھی وضاحت کریں؟

جواب (۱): تاکید وہ ایسا تابع ہے جو متبوع کے حال کو نسبت فعل یا شمول حکم میں اچھی طرح ثابت کردے تاکہ سامع کو کسی طرح کا شک نہ رہے در نسبت کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً فعل کی فاعل کی طرف نسبت کرنے میں شک ہو یعنی آپ نے کہا جَاءَ زَيْدٌ مگر متکلم کو یقین نہیں ہوا تو آپ نے جَاءَ فعل کی نسبت میں جو کہ زید کی طرف ہے تاکید کردی اور کہا کہ جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ یعنی زید ہی آیا، اب اس کو یقین ہو گیا پس گویا کہ آپ نے متبوع کے حال کو نسبت میں ثابت و مضبوط کردیا، اور در شمول کا مطلب یہ ہے کہ حکم کے تمام افراد کو شامل ہونے میں شک ہو جیسا کہ آپ نے کسی سے کہا کہ جَاءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ پوری قوم آئی پس جاء فعل کا حکم بظاہر تمام افراد کو شامل ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ قوم کے اکثر افراد مراد ہوں اور آنے کا حکم تمام افراد کو شامل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات فعل کی نسبت کسی چیز کی طرف کردی جاتی ہے حالانکہ اس کے بعض افراد کی طرف نسبت مقصود ہوتی ہے، اسی لیے قاعدہ ہے لِلْاَكْثَرِ

حُکْمُ الْکُلِّ کہ کبھی کبھی اکثر پر کل کا حکم لگا دیا جاتا ہے، پس اس لیے یہاں شمولیت افراد میں شک پیدا ہو گیا کہ آیا قوم کے تمام افراد آئے یا اکثر آئے، اس لیے کُلٌّ سے تاکید لائے تاکہ معلوم ہو کہ متبوع اپنے تمام افراد کو شامل ہے تاکہ سامع کو کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے۔

سوال (۲): تاکید کی کتنی قسمیں ہیں نیز تاکید لفظی کی تعریف مع مثال بیان کریں؟

جواب (۲): تاکید کی دو قسمیں ہیں تاکید لفظی اور تاکید معنوی، پس تاکید لفظی وہ تاکید ہے جو لفظوں کے تکرار کے ساتھ لائی جائے اور یہ تاکید اسم، فعل، حرف تینوں کے تکرار سے لائی جاتی ہے جیسے: زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ زید زید کھڑا ہے ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ مارا مارا زید نے، اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ بیشک بیشک زید کھڑا ہے۔

سوال (۳): تاکید معنوی کی تعریف اور اس کے آٹھوں الفاظ کو بیان کرنے کے بعد نَفْسٌ عَیْنٌ کِلَا، کِلْتَا کی تمام مثالیں ترجمہ کے ساتھ بیان کریں، نیز بتائیں کہ مصنف "عینٌ را بریں قیاس کن" سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب (۳): تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو مخصوص الفاظ کے ذریعہ متبوع کے معنی میں حاصل ہوئی ہو اور وہ کل آٹھ الفاظ ہیں (۱) نَفْسٌ وَعَیْنٌ (۲) کِلَا (۳) کِلْتَا (۴) اَجْمَعُ (۵) اَکْتَعُ (۶) اَبْتَعُ (۷) کُلٌّ (۸) اَبْصَعُ، نَفْسٌ اور عَیْنٌ کی مثالیں جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ نَفْسُهٗ زید میرے پاس بذات خود آیا، جَاءَ نِی الزَّیْدَانِ اَنْفُسُهُمَا میرے پاس دونوں زید بذات خود آئے، جَاءَ نِی الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ میرے پاس تمام زید بذات خود آئے، جَاءَ تْنِی اِمْرَاَةٌ نَفْسُهَا میرے پاس ایک عورت بذات خود آئی، جَاءَ تْنِی اِمْرَاَتَانِ اَنْفُسُهُمَا، وَجَاءَ تْنِی نِسَاءٌ اَنْفُسُهُنَّ، جَاءَ نِی زَیْدٌ عَیْنُهٗ وَجَاءَ نِی الزَّیْدَانِ اَعْیُنُهُمَا وَجَاءَ نِی الزَّیْدُوْنَ اَعْیُنُهُمْ، سب کا

ترجمہ میرے پاس زید بذات خود آیا جَاءَ تْنِی اِمْرَاَۃٌ عَیْنُھَا وَجَاءَ تْنِی اِمْرَاَتَانِ اَعْیُنُھُمَا وَجَاءَ تْنِی نِسَاءٌ اَعْیُنُھُنَّ میرے پاس سب عورتیں بذات خود آئی، کِلَا وَکِلْتَا کی مثالیں: جَاءَ نِی الزَّیْدَانِ کِلَاھُمَا میرے پاس دونوں کے دونوں زید آئے وَجَاءَ تْنِی الْمَرْاَتَانِ کِلْتَاھُمَا میرے پاس دونوں کی دونوں عورتیں آئی، کِلَا وَکِلْتَا دونوں صرف تثنیہ کی تاکید کے لیے آتے ہیں بخلاف نَفْسٌ وعَیْنٌ کے کہ وہ دونوں واحد تثنیہ وجمع سب کی تاکید کے لیے آتے ہیں۔

مصنف "عَیْنٌ را بریں قیاس کن" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عین بھی نفس ہی کی طرح ہے اور یہ بھی نفس ہی کی طرح واحد میں واحد اور تثنیہ وجمع میں تثنیہ وجمع استعمال ہوتا ہے نیز تابع کی اس قسم میں متبوع کو موکد اور تابع کو تاکید کہتے ہیں۔

وتاکید معنوی بہشت لفظ است نَفْسٌ و عَیْنٌ و کِلَا و کِلْتَا و کُلٌّ و اَجْمَعُ و اَکْتَعُ و اَبْتَعُ و اَبْصَعُ چوں: جَاءَ نِی زَیْدٌ نَفْسُہٗ و جَاءَ نِی الزَّیْدَانِ اَنْفُسُھُمَا و جَاءَ نِی الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُھُمْ و عَیْنٌ را بریں قیاس کن و جَاءَ نِی الزَّیْدَانِ کِلَاھُمَا و الْھِنْدَانِ کِلْتَاھُمَا و کِلَا و کِلْتَا خاصند بمثنی و جَاءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ واَکْتَعُوْنَ واَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ بدانکہ اَکْتَعُ و اَبْتَعُ و اَبْصَعُ اتباعند بہ اَجْمَعُ پس بدون اَجْمَعُ نیایند ومقدم بر اَجْمَعُ نباشد۔

ترجمہ تاکید معنوی آٹھ لفظ کے ذریعہ ہوتی ہے، نَفْسٌ، عَیْنٌ، کِلَا، کِلْتَا، کُلٌّ، اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ اَبْصَعُ جیسے: جَاءَ نِی زَیْدٌ نَفْسُہٗ، و جَاءَ نِی الزَّیْدَانِ اَنْفُسُھُمَا و جَاءَ نِی الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُھُمْ، عَیْنٌ کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے، وجَاءَ نِی الزَّیْدَانِ کِلَاھُمَا و الْھِنْدَانِ کِلْتَاھُمَا، کِلَا اور کِلْتَا تثنیہ کے ساتھ خاص ہیں، وجَاءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ یہ تینوں و اَکْتَعُوْنَ و اَبْتَعُوْنَ و

اَبۡصَعُوۡنَ ، واضح رہے کہ اَکۡتَعُ ، اَبۡتَعُ، اَبۡصَعُ، اَجۡمَعُ کے تالع ہیں لہٰذا اَجۡمَعُ کے بغیر نہیں آتے ہیں، نیز اجمع پر مقدم بھی نہیں ہوتے۔

سوال (۱): کُلُّ کس لیے آتا ہے جملہ میں اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے اس کی چاروں مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۱): کُلُّ واحد اور جمع کے لیے آتا ہے اور وہ جملہ میں مضاف ہوا کرتا ہے اور اس کا مضاف الیہ ہمیشہ ضمیر ہوتی ہے اور یہ واحد اور جمع میں اپنی حالت پر رہتا ہے اس کا مضاف الیہ ضمیر اپنے مرجع کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے، جیسے: مذکر کی مثال قَرَأْتُ الۡكِتَابَ كُلَّهٗ میں نے پوری کی پوری کتاب پڑھی، اِشۡتَرَيۡتُ الۡعَبِيۡدَ كُلَّهُمۡ میں نے پورے کے پورے غلام خریدے مؤنث کی مثال جیسے: قَرَأْتُ الصَّحِيۡفَةَ كُلَّهَا میں نے پورا کا پورا اخبار پڑھا، طَلَّقۡتُ النِّسَاءَ كُلَّهُنَّ میں ساری کی ساری عورتوں کو طلاق دیدی۔

سوال (۲): اَجۡمَعُ اَكۡتَعُ اَبۡتَعُ اَبۡصَعُ یہ چاروں الفاظ کس کے لیے آتے ہیں ان کی جمیع مثالوں کو ترجمہ کے ساتھ بیان کریں، نیز مصنفؒ کی بیان کردہ مثال پر ہونے والے اعتراض کو جواب کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۲): اَجۡمَعُ اَكۡتَعُ اَبۡتَعُ اَبۡصَعُ یہ سب ایک ہی معنی کے لیے آتے ہیں، اور یہ بھی واحد اور جمع کے لیے آتے ہیں ان میں اجمع پہلے آتا ہے اور یہ تینوں اس کے بعد میں آتے ہیں، مذکر کی مثال جیسے: اِشۡتَرَيۡتُ الۡعَبۡدَ اَجۡمَعَ اَكۡتَعَ اَبۡتَعَ اَبۡصَعَ میں نے پورا کا پورا غلام خریدا جَاءَنِي الۡقَوۡمُ اَجۡمَعُوۡنَ اَكۡتَعُوۡنَ اَبۡتَعُوۡنَ اَبۡصَعُوۡنَ میرے پاس پوری کی پوری قوم آئی، مؤنث کی مثال جیسے: اِشۡتَرَيۡتُ الۡجَارِيَةَ جَمۡعَاءَ كَتۡعَاءَ بَتۡعَاءَ بَصۡعَاءَ میں نے پوری کی پوری باندی خریدی، جَاءَتۡنِي

النِّسْوَةُ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ میرے پاس ساری کی ساری عورتیں آئیں۔

مصنفؒ کی بیان کردہ مثال جَاءَنِی الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ كُلُّهُمْ کو اَجْمَعُوْنَ وغیرہ کے ساتھ کیوں لائے کسی بھی ایک سے تاکید کا لانا کافی تھا دونوں کی کیا ضرورت تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر كُلُّهُمْ نہ لاتے تو سامع کو شبہ ہو سکتا تھا کہ پوری قوم نہیں آئی بلکہ اکثر افراد آئے ہوں گے لیکن كُلُّهُمْ سے اکثر افراد کی نفی کر کے تمام افراد کو آنے میں شامل کر دیا، پھر اس کے بعد اَجْمَعُوْنَ وغیرہ کو اس لیے لائے کیونکہ سامع کو شبہ ہو سکتا تھا کہ قوم تو پوری آئی مگر ایک ساتھ نہیں آئی بلکہ یکے بعد دیگرے سب علیحدہ علیحدہ آئے ہوں گے لہٰذا اَجْمَعُوْنَ وغیرہ لا کر اس شبہ کی نفی کر دی اور کہا کہ نہیں سب بیک وقت ایک ساتھ مل کر آئے۔

سوال (۳): عبارت مذکورہ ”پس بدون اجمع نیایند و مقدم بر اجمع نباشند“ سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں نیز یہ بھی بتائیں کہ غلام کو پورا خریدنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب (۳): عبارت مذکورہ ”پس بدون اجمع نیایند و مقدم بر اجمع نباشند“ سے مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اَكْتَعُ اَبْتَعُ اَبْصَعُ یہ تینوں اَجْمَعُ کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اگر اَجْمَعُ عبارت میں ہوگا تو یہ تینوں آئیں گے ورنہ نہیں گویا یہ اجمع کے تابع ہیں اور اسی طرح یہ اجمع سے پہلے بھی نہیں آ سکتے کیونکہ اجمع متبوع ہے اور یہ اس کے تابع اور تابع بعد میں آتا ہے اس لیے یہ اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

غلام کو پورا خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ دو آدمی مل کر آدھی آدھی قیمت دے کر ایک غلام خرید لیتے تھے اب غلام آدھا وقت ایک کی خدمت کرتا تھا اور آدھا وقت ایک کی، اس وجہ سے یہاں کہا گیا کہ میں نے پورا کا

پورا غلام خریدا یعنی اس میں کوئی دوسرا میرے ساتھ شریک نہیں ہے۔

سوم بدل واو تابعیست کہ مقصود بہ نسبت او باشد و بدل چہار قسم است: بدل الکل، و بدل الاشتمال و بدل الغلط و بدل البعض، بدل الکل آنست کہ کہ مدلولش مدلول مبدل منہ باشد چوں جَاءَ نِی زَیْدٌ اَخُوْکَ و بدل البعض آنست کہ مدلولش جزو مبدل منہ باشد چوں ضُرِبَ زَیْدٌ رَاسُہٗ و بدل الاشتمال آنست کہ مدلولش متعلق بمبدل منہ باشد چوں سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ و بدل الغلط آنست کہ بعد از غلط بلفظے دیگر یاد کنند چوں مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ۔

ترجمہ | تیسرا تابع بدل ہے یہ ایسا تابع ہے جو اپنی نسبت میں مقصود ہوتا ہے: بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل الکل (۲) بدل الاشتمال (۳) بدل الغلط (۴) بدل البعض، بدل الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو جیسے: جَاءَ نِی زَیْدٌ اَخُوْکَ (میرے پاس تیرا بھائی زید آیا) بدل البعض وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا جز ہو جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ رَاسُہٗ (زید کہ اس کے سر کی پٹائی کی گئی) بدل الاشتمال وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے: سُلِبَ زیدٌ ثَوْبُہٗ (زید کہ اس کا کپڑا چھینا گیا) بدل الغلط وہ تابع ہے کہ جس کو غلطی کے بعد دوسرے لفظ سے یاد کریں جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ (میں آدمی کے پاس سے گزرا نہیں گدھے کے پاس سے)۔

سوال (۱): بدل کی تعریف کریں نیز مصنفؒ کی تعریف میں ''نسبت او'' کو کس طرح جامع ومانع سے تعبیر کیا جائے گا؟

جواب (۱): بدل وہ ایسا تابع ہے جو سابق لفظ کے بعد ہو اور مقصود یہی دوسرا ہو اور متبوع کا ذکر صرف تمہیدا کیا گیا ہو، عبارت میں ''نسبت او'' کی قید بڑی اہم ہے

کیونکہ اس سے بدل کی تعریف سے تابع کی دیگر چار قسمیں نکل گئی ہیں جیسے:
صفت، تاکید، عطف بیان کہ ان تینوں قسموں میں نسبت متبوع کی طرف ہوتی ہے
یعنی نسبت میں مقصود متبوع ہوتا ہے جب کہ بدل میں مقصود بالنسبت تابع ہوتا ہے
اسی طرح تابع کی پانچویں قسم عطف بحرف بھی نکل گئی کیونکہ اس میں متبوع اور تابع
دونوں نسبت میں مقصود ہوتے ہیں حالانکہ بدل میں صرف تابع مقصود ہوتا ہے، یہ
کلمہ ''نسبت او'' بڑا جامع ومانع ہے۔

سوال (۲): بدل کی چاروں قسموں کو بیان کریں اور ساتھ میں مبدل منہ اور بدل کی تعیین بھی کرتے چلیں؟

جواب (۲): بدل کی چار قسمیں ہیں، (۱) بدل الکل وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو کہ اگر ایک کو حذف کردیا جائے تو معنی میں خلل واقع نہ ہو جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْكَ میرے پاس تیرا بھائی زید آیا، اس میں زید مبدل منہ اور اَخُوْكَ بدل ہے اور وہی اصل مقصود ہے کہ اگر زید کو حذف بھی کردیا جائے تو معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، (۲) بدل الاشتمال اور وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے: سُلِبَ زیدٌ ثَوْبُهٗ زید کہ اس کا کپڑا چھینا گیا، اس میں زید مبدل منہ ہے اور ثوبُهٗ بدل ہے جو مبدل منہ کا متعلق ہے (۳) بدل البعض وہ ایسا تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کا جز ہو جیسے: ضُرِبَ زیدٌ راسُهٗ زید کہ اس کا سر مارا گیا، زید مبدل منہ ہے اور رَاسُهٗ بدل ہے جو زید کا ایک جز ہے اور وہی اصل نسبت میں مقصود ہے، (۴) بدل الغلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد اس کی تلافی کے لیے دوسرے لفظ سے تعبیر کیا جائے، جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا نہیں گدھے کے پاس سے، اس میں رَجُلٌ مبدل منہ اور حِمَارٌ بدل

ہے کہ اصل میں متکلم گدھے کے پاس سے گزرنا بتانا چاہتا تھا مگر غلطی سے مرد کے پاس سے کہہ دیا پھر فوراً اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر دوبارہ حمار کہا جو اصل مقصود تھا۔

سوال (۳): قرآن کریم سے بدل کی مثال بیان کریں مبدل منہ اور بدل کی تعیین بھی کریں اور بدل کی چاروں قسموں کو جامع عربی الفاظ میں بھی تعبیر کریں؟

جواب (۳): قرآن کریم میں بدل الاشتمال کی مثال آئی ہے جیسے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ اس مثال میں "الشَّهْرِ الْحَرَامِ" مبدل منہ اور "قِتَالٍ فِيْهِ" بدل ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چار مہینوں میں قتل و قتال حرام سمجھتے تھے لہٰذا یہاں قتال یہ شہر حرام کا متعلق ہے۔

بدل کی چاروں قسموں کی عربی تعبیرات یہ ہیں (۱) بَدَلٌ هُوَ كُلٌّ یعنی وہ بدل جو مبدل منہ کا کل ہو (۲) بَدَلٌ هُوَ سَبَبُ اشْتِمَالٍ یعنی وہ بدل جو مشتمل ہونے کا سبب ہو (۳) بَدَلٌ هُوَ بَعْضٌ وہ بدل جو مبدل منہ کا جز ہو یعنی بعض حصہ ہو (۴) بَدَلٌ هُوَ سَبَبُ الْغَلَطِ وہ بدل جو غلطی کا سبب ہو پس یہ بھی معلوم ہوا کہ تابع کی اس قسم میں متبوع کو مبدل منہ اور تابع کو بدل کہتے ہیں۔

چہارم عطف بحرف و او تابعیست کہ مقصود باشد بہ نسبت با متبوعش بعد از حرف عطف چوں جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو وحروف عطف دہ است در فصل سوم یاد کنیم انشاء اللہ تعالیٰ واو را عطف نسق نیز گویند۔

ترجمہ | چوتھی قسم عطف بحرف ہے وہ ایسا تابع ہے کہ جو اپنے متبوع کی نسبت میں مقصود ہو اور حروف عطف کے بعد آئے جیسے: جَاءَنِیْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے) حروف عطف دس ہیں جنہیں ہم تیسری فصل میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس عطف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں۔

سوال (۱): عطف بحرف کی تعریف کرتے ہوئے اس کا دوسرا نام بیان کریں، اور ساتھ ہی تمام مثالوں کو مع ترجمہ پیش کریں نیز معطوف علیہ و معطوف کی تعیین بھی کریں؟

جواب (۱): عطف بحرف ایسا تابع ہے جو حرف عطف کے بعد آئے اور جو متبوع کے ساتھ نسبت میں خود بھی مقصود ہو پس عطف بحرف کا دوسرا نام معطوف علیہ ہے جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَعَمْرٌو میرے پاس زید اور عمرو آئے اس میں زید معطوف علیہ اور عمرو معطوف ہے۔

سوال (۲): مصنفؒ کی تعریف جامع و مانع کس طرح ہوگی وضاحت کریں؟

جواب (۲): مصنفؒ کی بیان کردہ تعریف جامع و مانع اس طرح ہے کہ آپ کی عبارت ''مقصود باشد بہ نسبت با متبوعش'' سے تابع و متبوع کی دیگر چار قسمیں عطف بحرف کی تعریف سے نکل گئی اس طرح کہ صفت، تاکید اور عطف بیان میں مقصود صرف متبوع ہوتا ہے جب کہ عطف بحرف میں دونوں مقصود ہوتے ہیں، نیز مذکورہ عبارت سے بدل بھی اس سے نکل گیا کیونکہ اس میں صرف تابع مقصود ہوتا ہے اس وجہ سے یہ تعریف جامع و مانع ہے۔

سوال (۳) حروف عاطفہ کے دونوں ناموں کو مع وجہ تسمیہ بیان کریں اور مثال کے ذریعہ واضح کریں نیز حروف عاطفہ کی تعداد بھی بتاتے چلیں؟

جواب (۳): حروف عاطفہ کو عاطفہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عطف کے معنی مائل ہونا ہے اور یہ حرف بھی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے حکم کی طرف مائل کر دیتے ہیں، حروف عاطفہ کا دوسرا نام حروف نسق بھی ہے نسق کے لغوی معنی ترتیب دینا ہے چونکہ بعض حروف عاطفہ ترتیب کے معنی بھی دیتے ہیں یعنی یہ بتاتے ہیں کہ پہلے معطوف علیہ وجود میں آیا پھر معطوف جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ فَعَمْرٌو ثُمَّ بَکْرٌ میرے پاس زید

آیا پھر عمرو آیا پھر اس کے تھوڑی دیر بعد بکر آیا، پس فاتعقیب مع الوصل کے لیے آتا ہے اور ثم تاخیر مع الوصل کے لیے آتا ہے، نیز حروف عاطفہ کی تعداد دس ہے جو آگے آرہے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تابع متبوع کی اس قسم میں متبوع کو معطوف علیہ اور تابع کو معطوف کہتے ہیں۔

پنجم عطف بیان واو تابعیست غیر صفت کہ متبوع را روشن گرداند چوں اَقسَمَ بِاللّٰہِ اَبُو حَفصٍ عُمَرُ وقتیکہ بعلم مشہور تر باشد و جاء نی زیدٌ اَبُو عَمرٍو وقتیکہ کنیت مشہور تر باشد۔

ترجمہ | پانچواں اور آخری تابع عطف بیان ہے، وہ ایسا تابع ہے کہ جو صفت کے علاوہ ہو (صفت نہ ہو) اور متبوع کو واضح کردے جیسے: اَقسَمَ بِاللّٰہِ اَبُو حَفصٍ عُمَرُ (اللہ کی قسم کھائی ابو حفص عمر نے) اس وقت جب کہ علم مشہور تر ہو اور جَاءَ نِی زَیدٌ اَبُو عَمرٍو (میرے پاس ابو عمر زید آیا) جس وقت کہ کنیت زیادہ مشہور ہو۔

سوال (۱): عطف بیان کی تعریف کرتے ہوئے اس کا دوسرا نام بھی بیان کریں نیز مصنفؒ کی بیان کردہ تعریف جامع و مانع کس طرح ہے اس کی بھی وضاحت کریں؟

جواب (۱): عطف بیان وہ ایسا تابع ہے جو متبوع کی وضاحت کرے، جب کہ خود صفت نہ ہو اور اس کا دوسرا نام بیان ہے، مصنفؒ کی مذکورہ تعریف جامع و مانع اس طرح ہے کہ غیر صفت کہہ کر تابع کی پہلی قسم کو خارج کردیا، کیونکہ وہ بھی اپنے متبوع یعنی موصوف کی وضاحت کرتی ہے مگر وہ خود صفت ہے اور یہاں تابع یعنی عطف بیان صفت نہیں ہوتا، نیز عبارت مذکورہ "متبوع را روشن گرداند" سے باقی تین قسمیں تاکید، بدل، عطف بحرف نکل گئیں، کیونکہ ان میں تابع اپنے متبوع کو واضح اور روشن نہیں کرتا پس تعریف جامع و مانع ہوئی۔

سوال (۲): عطف بیان کے باب میں متبوع اور تابع کو کیا کہتے ہیں علم اور کنیت کے مشہور ہونے کی مثال بیان کریں اور سامحہ میں مبیّن اور بیان کی تعیین بھی کریں؟

جواب (۲): تابع کی اس قسم میں متبوع کو مبیّن اور تابع کو بیان اور عطف بیان کہتے ہیں۔ جیسے: اَقْسَمَ بِاللهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ اللہ کی قسم کھائی ابوحفص عمرؓ نے اس مثال میں ابوحفص مبیّن ہے جو غیر مشہور ہے کنیت ہے اور عمر جو کہ علم ہے وہ بیان اور عطف بیان ہے جو کنیت سے زیادہ مشہور ہے اور جس نے آکر مبیّن یعنی غیر مشہور کنیت کو واضح کر دیا، یہ علم کے مشہور ہونے کی مثال ہے، اور جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَبُوْ عَمْرٍو میرے پاس زید عمرو کا باپ آیا اس مثال میں زید مبیّن ہے جو غیر مشہور علم ہے اور ابوعمرو کنیت ہے جو عطف بیان ہے جس نے مبیّن غیر مشہور کو واضح کر دیا، یہ کنیت کے مشہور ہونے کی مثال ہے، پس اگر علم غیر مشہور ہوتا ہے تو کنیت کے ذریعہ اس کی وضاحت کرتے ہیں، اور اگر کنیت غیر مشہور ہے، تو علم کے ذریعہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سوال (۳): "اَقْسَمَ بِاللهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ" اس شعر کو پورا کریں ترجمہ لکھیں شاعر کا نام اور شعر کا پورا خلفیہ و پس منظر بیان کریں؟

جواب (۳): مکمل شعر اس طرح ہے:

اَقْسَمَ بِاللهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ ❁ مَا مَسَّهَا مِنْ نَقَبٍ وَّلَا دَبَرُ

اِغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فَجَرُ

ابوحفص عمر نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس اونٹنی کے نہ تو پیر میں سوراخ ہے اور نہ پیٹھ میں زخم، اے اللہ تو ان کی مغفرت کر دے اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی۔

یہ ایک اعرابی عبداللہ بن کیسہ کی نظم کے اشعار ہیں۔

اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک اعرابی آپؓ

کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! میری اونٹنی بہت کمزور ہو گئی ہے اس کے پیروں میں سوراخ ہو گئے ہیں اور اس کی پیٹھ بھی زخموں سے چور ہے وہ سفر کے قابل نہیں رہی لہٰذا آپ مجھے کوئی اونٹنی عنایت فرما دیجیے تا کہ اس پر سفر کر کے اپنے وطن پہنچ سکوں تو حضرت عمرؓ نے کچھ حالات وواقعات پر نظر ڈال کر کہا تو جھوٹا ہے، غلط بیانی سے کام لیتا ہے یہاں تک آپ نے قسم کھائی میں تجھ کو اونٹنی نہیں دوں گا وہ بیچارہ مایوس ہو کر نکل چلا پس وہ اپنی کمزور اونٹنی کو لے کر چلا جا رہا تھا حالانکہ خود اس کی پیچھے پیچھے پیدل چل رہا تھا اور یہ اشعار کہہ رہا تھا کہ اچانک ایک وادی سے حضرت عمرؓ نے اس کو اترتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کے یہ اشعار سنے تو آپؓ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میری قسم جھوٹی کر دے تا کہ اس اعرابی کی بددعا کی بدولت میری مغفرت ہو جائے پھر آپؓ اس کے پاس گئے اور اس کو قوی وفربہ اونٹنی عطا کی، اور بہت ساز اور زادہ دے کر رخصت فرمایا۔

فصل دوم: در بیان منصرف وغیر منصرف منصرف آنست کہ ہیچ سبب از اسباب منع صرف درو نہ باشد، وغیر منصرف آنست کہ دو سبب از اسباب منع صرف درو باشد، و اسباب منع صرف نہ است عدل و وصف و تانیث و معرفہ و عجمہ و جمع و ترکیب و وزن فعل و الف نون مزیدتان، چنانچہ در عُمَرُ عدل است و علم و در ثُلٰثُ و مَثْلَثُ صفت است و عدل و در طَلْحَةُ تانیث ست و علم و در زَیْنَبُ تانیث معنوی است و علم و در حُبْلٰی تانیث ست بالف مقصورہ و در حَمْرَاءُ تانیث ست بالف ممدودہ و ایں مؤنث بجائے دو سبب است و در اِبْرَاهِیْمُ عجمہ است و علم و در مَسَاجِدُ و مَصَابِیْحُ جمع منتہی الجموع بجائے دو سبب ست و در بَعْلَبَكُّ ترکیب ست و علم و در اَحْمَدُ وزن فعل ست و علم و در سَکْرَانُ الف و نون زائدتان ست و وصف و در

عثمانُ الف ونون زائدتان ست وعلم وتحقیق غیر منصرف از کتب دیگر معلوم شود۔

ترجمہ | دوسری فصل منصرف وغیر منصرف کے بیان میں، منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی سبب نہ ہو، غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب موجود ہوں اسباب منع صرف نو ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، ترکیب، وزن فعل اور الف نون زائدتان، جیسا کہ عمر میں عدل اور علم ہیں، ثُلٰث ومَثْلَثُ میں صفت وعدل ہے، طَلْحَةُ میں تانیث اور علم ہے، زَیْنَبُ میں تانیث معنوی اور علم ہے حُبلٰی میں تانیث بالف مقصورہ ہے، حَمْرَاءُ میں تانیث بالف ممدودہ ہے اور یہ مؤنث دو سبب کے قائم مقام ہے، اِبْرَاهِیْمُ میں عجمہ اور علم ہے، مَسَاجِدُ ومَصَابِیْحُ میں جمع منتہی الجموع ہے جو ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، بَعْلَبَكُ میں ترکیب اور علم ہے، اَحْمَدُ میں وزن فعل اور علم ہے، سَکْرَانُ میں الف نون زائدتان اور وصف ہے اور عُثْمَانُ میں الف نون زائد تان اور علم ہے، غیر منصرف کی تحقیق دیگر کتابوں سے معلوم ہو جائے گی۔

اس متن سے متعلق تشریح اسم متمکن کی پانچویں قسم غیر منصرف کے ذیل میں گذر چکی ہے، دوبارہ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حروف غیر عاملہ کا بیان

فصل سوم: در حروف غیر عاملہ وآن شانزدہ قسم است اول حروف تنبیہ و آن سہ است اَلَا واَمَا وهَا۔

ترجمہ | تیسری فصل حروف غیر عاملہ کے بیان میں، اس کی سولہ قسمیں ہیں، پہلی قسم: حروف تنبیہ یہ تین ہیں (۱) اَلَا (۲) اَمَا (۳) هَا۔

سوال(۱): حروف تنبیہ کے لغوی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ یہ حروف کس پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب(۱): نَبَّهَ يُنَبِّهُ تَنْبِيهًا ، از باب تفعیل معنی متنبہ کرنا بیدار کرنا کسی چیز پر واقف کرنا، اور یہ حروف جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں تا کہ مخاطب کو متنبہ کیا جائے۔

سوال(۲): یہ کل کتنے حروف ہیں اور انکا ترجمہ کن الفاظ سے کیا جاتا ہے، چھ مثالیں بیان کریں؟

جواب(۲): یہ تین حروف ہیں (۱) اَلَا (۲) اَمَا (۳) ھَا اور ان کا ترجمہ آگاہ رہو خبر دار ہو جاؤ جیسے کلمات سے کیا جاتا ہے، جملہ اسمیہ پر دخول کی مثالیں جیسے: اَلَا زَیْدٌ قَائِمٌ ، اَمَا زَیْدٌ قَائِمٌ، ھَا زَیْدٌ قَائِمٌ، سب کا ترجمہ ایک ہے، آگاہ رہو کہ زید کھڑا ہے، جملہ فعلیہ پر دخول کی مثالیں: اَلَا قَامَ زیدٌ ، اَمَا قام زیدٌ ، ھَا قَامَ زَیْدٌ، سب کا ترجمہ: متنبہ رہو کہ زید کھڑا ہوا پس ان تمام مثالوں کے شروع میں یہ حروف غیر عاملہ ہیں، جنہوں نے کچھ عمل نہیں کیا،

سوال(۳): قرآن کریم سے حروف تنبیہ کی مثالیں بیان کریں؟

جواب(۳): قرآن کریم میں حروف تنبیہ کی مثال جیسے: اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک وہی لوگ فساد مچانے والے ہیں۔

دوم حروف ایجاب وآن شش ست نَعَمْ وبَلٰی واَجَل وإِیْ وجَیْرِ واِنَّ سوم حروف تفسیر وآن دو است اَیْ اَنْ کَقَوْلِهٖ تعالٰی وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ چہارم حروف مصدریہ وآن سہ است مَا و اَنْ واَنَّ۔ مَا واَنْ در فعل روند تا فعل بمعنی مصدر باشد۔

ترجمہ دوسری قسم: حروف ایجاب یہ چھ ہیں (۱) نَعَمْ (۲) بَلٰی (۳) اَجَل (۴) اِیْ (۵) جَیْرِ (۶) اِنَّ ، تیسری قسم حروف تفسیر یہ دو ہیں اَیْ ، اَنْ جیسا کہ اللہ

تعالیٰ کا قول ہے "وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ" (ہم نے پکارا ان کو یعنی اے ابراہیم علیہ السلام) چوتھی قسم: حروف مصدریہ یہ تین ہیں مَا ، أَنْ و أَنَّ ، پس مَا اور أن فعل پر داخل ہوتے ہیں تا کہ فعل مصدر کے معنی میں ہو جائے۔

سوال(۱): حروف ایجاب کے لغوی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ یہ کتنے حروف ہیں اور کس معنی کے لیے آتے ہیں، تمام حروف ایجابیہ کو ان کے تمام مدخولوں کے ساتھ مثالوں کی روشنی میں ذکر کریں؟

جواب(۱): اوجب یوجب ایجاباً از باب افعال معنی واجب کرنا، ثابت کرنا، اور یہ حروف ایجاب واثبات کے معنی ادا کرتے ہیں، یہ کل چھ حروف ہیں (۱) نَعَمْ (۲) بلیٰ (۳) أَجَلْ (۴) إِيْ (۵) جَيْرِ (۶) إِنَّ۔

ان حروف ستہ میں سے نعم خواہ کلام انشائیہ ہو یا خبریہ مثبت ہو یا منفی سب کے جواب میں آتا ہے، کلام انشائیہ مثبت کی مثال جیسے: أَجَاءَ زَيْدٌ ؟ کیا زید آیا اس کے جواب میں آئے گا نَعَمْ جَاءَ زَيْدٌ ہاں زید آیا، کلام انشائیہ منفی کی مثال جیسے: أَمَا جَاءَ زَيْدٌ کیا زید نہیں آیا جواب ہوگا نَعَمْ مَا جَاءَ زَيْدٌ جی ہاں! زید نہیں آیا، کلام خبریہ مثبت کی مثال جیسے: قَامَ زَيْدٌ ؟ زید کھڑا ہے جواب ہوگا نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ ہاں! زید کھڑا ہے، کلام خبریہ منفی کی مثال جیسے: مَا قَامَ زَيْدٌ؟ زید کھڑا نہیں ہے؟ اس کا جواب ہوگا نَعَمْ مَاقَامَ زَيْدٌ، جی ہاں! زید نہیں کھڑا ہے۔ بلیٰ یہ کلام منفی کے اثبات کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں جواب ہوگا قَالُوا بَلیٰ انہوں نے کہا کیوں نہیں (یعنی بیشک آپ ہمارے رب ہیں) إِيْ کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے استفہام کے جواب میں آتا ہے اور اس کے پہلے قسم کا لانا لازم ہے جیسے: أَجَاءَ زَيْدٌ کیا زید آیا؟ جواب ہوگا إِيْ وَ اللّٰهِ

جَاءَ زیدٌ جی ہاں! اللہ کی قسم زید آیا ہے۔

باقی تین حروف أَجَلْ جَیْرِ اِنَّ خبر کی تصدیق کے لیے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے: قَدْ جَاءَ زیدٌ تحقیق کہ زید آیا ہے جواب میں اس خبر کی تصدیق کے لیے آئے گا، أَجَلْ قَدْ جَاءَ زَیْدٌ. جَیْرِ قَدْ جَاءَ زیدٌ. اِنَّ قَدْ جَاءَ زیدٌ سب کا ترجمہ ہوگا جی ہاں! زید آیا ہے، اور خبر کے منفی ہونے کی مثال جیسے: لَمْ یَاتِكَ زیدٌ زید تیرے پاس نہیں آیا اس کا جواب ہوگا أَجَلْ مَا جَاءَ عِنْدِی زیدٌ. جَیْرِ مَا جَاءَ عِنْدِی زیدٌ. اِنَّ مَا جَاءَ عِنْدِی زیدٌ سب کا ترجمہ ہوگا جی ہاں میرے پاس زید نہیں آیا، مگر ہاں اِنَّ کا استعمال بہت قلیل ہے۔

سوال (۲): حروف تفسیر یہ کس معنی کے لیے آتے ہیں اور یہ کتنے حروف ہیں سب کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں نیز ساتھ میں عین قول، غیر قول اور معنی قول کی بحث کو بھی مثالوں کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (۲): حروف تفسیر یہ ماقبل کے جملہ کی پوشیدگی کی تفسیر کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہ دو حروف ہیں (۱) اَیْ (۲) اَنْ جیسے: جَاءَ زیدٌ اَیْ اَبُو عَبْدِاللّٰہِ زید آیا یعنی عبداللہ کا باپ، زید غیر مشہور ہونے کی وجہ متعین نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس میں ابہام اور پوشیدگی تھی اَیْ نے آکر اس کی تفسیر کر دی کہ زید سے مراد ابو عبداللہ ہے، اسی طرح جیسے: وَ نَادَیْنٰہُ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ ہم نے اس کو پکارا یہ کہ اے ابراہیم! یہاں پہلے جملہ میں (ہ) ضمیر میں جو پوشیدگی تھی اس کی اَنْ نے تفسیر کر دی یعنی ''ہ'' سے مراد حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ اَنْ ہر کسی کی تفسیر نہیں کرتا برخلاف اَیْ کے کہ وہ کہیں بھی آجاتا ہے کسی بھی لفظ کی تفسیر کر دیتا ہے مگر اَنْ کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا مفسَّر عین قول یا غیر قول نہ ہو

بلکہ معنیٔ قول ہو عین قول کا مطلب یہ ہے کہ جو فعل بھی لفظ قول سے مشتق ہوگا اس کے بعد اس کی تفسیر کے لیے اَنْ نہیں آئے گا جیسے: قُلْتُ اَنْ اِفْتِ میں نے کہا یہ کہ تو آ، یہ کہنا غلط ہے کیونکہ یہاں مفسّر عین قول ہے اور اسی طرح اس کا مفسّر غیر قول بھی نہ ہو یعنی لفظ قول کے علاوہ بھی نہ ہو جیسے: ذَهَبْتُ اَنْ اَلْعَبُ میں گیا یہ کہ میں کھیلوں، یہ بھی غلط ہے کہ اَن سے پہلا جملہ یعنی مفسّر غیر قول ہے۔ البتہ معنی قول ہو جیسے: مَا قُلْتُ لَهٗ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ میں نے کچھ نہیں کہا اس کو مگر جو تو نے مجھ کو حکم دیا یہ کہ تم بندگی کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے، یہاں اَمَرْتَنِی کی اَنْ کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہے اور اَمَرْتَهٗ تو عین قول ہے یعنی قول مصدر سے مشتق نہیں اور نہ غیر قول ہے بلکہ معنی قول ہے کیونکہ اَمَرَ کے معنی حکم دینا اور حکم بھی زبان سے دیا جاتا ہے اور کہنا بھی زبان سے ہوتا ہے اس لیے یہ معنی قول ہے یعنی قول تو نہیں مگر قول کے حکم اور معنی میں ہے۔

سوال (۳): حروف مصدر یہ کس معنی کے لیے آتے ہیں اور یہ کتنے حروف ہیں نیز یہ حروف کس پر داخل ہوتے ہیں مع مثال بیان کریں اور اَنْ کے لیے جو حکمِ زائد ہے اس کا بھی ذکر کرتے چلیں؟

جواب (۳): حروف مصدر یہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کرنے کے لیے آتے ہیں، اور یہ تین حروف ہیں (۱) مَا (۲) اَنْ (۳) اَنَّ ان میں ما اور اَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے: وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود کشادہ ہونے کے، یہاں ما مصدر یہ نے فعل رَحُبَتْ کو مصدر رُحْبٌ کے معنی میں کر دیا اَنْ کی مثال جیسے: اَعْجَبَنِیْ اَنْ خَرَجْتَ تیرا نکلنا مجھ کو پسند آیا یہاں اَنْ نے خَرَجْتَ فعل کو

خُرُوْجًا مصدر کے معنی میں کردیا یعنی اَعْجَبَنِی خُرُوْجُكَ اور اَنَّ صرف اسم پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِی اَنَّكَ قَائِمٌ مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا، یہاں اَنَّ نے قَائِمٌ کو قیام مصدر کے معنی میں کردیا ہے یعنی اَعْجَبَنِی قِیَامُكَ لیکن کبھی کبھی اَنَّ پر مائے کافہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت اَنَّ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِی اَنَّمَا قَائِمٌ مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا اور فعل کی مثال جیسے: اَعْجَبَنِی اَنَّمَا قُمْتَ مجھے تیرا کھڑا رہنا پسند آیا۔

پنجم حروف تحضیض وآں چہاراست اَلَّا و هَلَّا و لَوْلَا و لَوْ مَا، ششم حروف توقع وآں قَدْ است برائے تحقیق در ماضی و برائے تقریب ماضی بحال و در مضارع برائے تقلیل ہفتم حروف استفہام وآں سہ است مَا و همزه و هَلْ۔

ترجمہ پانچویں قسم: حروف تحضیض ہے اور یہ چار ہیں اَلَّا، هَلَّا لَوْلَا، اور لَوْمَا، چھٹی قسم حروف توقع ہے اور یہ قَدْ ہے فعل ماضی میں تحقیق کے لیے ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے اور فعل مضارع میں تقلیل کے واسطے آتا ہے، ساتویں قسم: حروف استفہام: یہ تین ہیں مَا، ہمزہ، هَلْ۔

سوال (۱): حروف تحضیض کیا معنی دیتے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں ان کے تمام معانی کی نشاندہی کریں؟

جواب (۱): حضّض از باب تفعیل معنی برانگیختہ کرنا ابھارنا، یہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارنے کے لیے لائے جاتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں یہ چار حروف ہیں (۱) اَلَّا (۲) هَلَّا (۳) لَوْ لَا (۴) لَوْمَا اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو تین معنی دیتے ہیں، (۱) توبیخ یعنی جھڑکنا (۲) تندیم عار دلانا (۳) تحضیض ابھارنا جیسے: اَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا تو نے زید کو کیوں نہیں مارا، هَلَّا اَکْرَمْتَ زَیْدًا تو نے زید کا اکرام

کیوں نہیں کیا،لَو لَا جِئْتَنِی تو میرے پاس کیوں نہیں آیا،لَوْ مَا اَکَلْتَ السَّمَكَ تو نے مچھلی کیوں نہیں کھائی ،اور اگر یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو ترغیب کے معنی دیتے ہیں جیسے:اَلَا تُطَالِعُ الْكُتُبَ فَتَكُوْنَ عَالِمًا ،تو کتابوں کا مطالعہ کیوں نہیں کرتا تا کہ تو عالم بن جائے ،هَلَّا تَجْتَهِدُ فَتَكُوْنَ فَائِزًا تو محنت کیوں نہیں کرتا تا کہ تو پاس ہو جائے ،لَوْلَا تَحْفِظُ الْقُرْآنَ فَتَكُوْنَ حَافِظًا تو قرآن کیوں یاد نہیں کرتا تا کہ تو حافظ بن جائے ،لَوْمَا تَتَعَلَّمُ فَتَكُوْنَ مُعَلِّمًا تو علم کیوں نہیں سیکھتا تا کہ تو معلم بن جائے۔

سوال(۲):حروف توقع ماضی اور مضارع پر داخل ہو کر کیا کیا معنی دیتا ہے مع مثال وترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب(۲):تَوَقُّعَ از باب تفعّل معنی امید کرنا،توقع کرنا، یہ صرف ایک حرف ہے ''قَدْ''اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے پس اگر فعل ماضی پر داخل ہو تو تین معنی دیتا ہے (۱)تحقیق جیسے:قَدْ ضَرَبَ زَيْدٌ تحقیق کہ زید نے مارا (۲) تقریب یعنی ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے:قَدْ رَكِبَ الْأَمِيْرُ قریب ہی زمانہ میں امیر سوار ہوا ہے(۳) توقع یعنی امید کے معنی دیتا ہے جیسے:قَدْ سَافَرَ زَيْدٌ توقع ہے کہ زید نے سفر کیا اگر مضارع پر داخل ہو تو دو معنی دیتا ہے بشرطیکہ فعل مضارع حروف ناصب و جازم اور سین وسوف سے خالی ہو،(۱) تقلیل کے معنی جیسے:قَدْ يَصْدُقُ الْكَذُوبُ کبھی کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ بول جاتا ہے(۲) تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے:قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے رکاوٹ ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اسی طرح قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ تحقیق کہ ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

سوال(۳): حروف استفہام کتنے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں مع مثال وترجمہ بیان کریں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ ہَل استفہام کے علاوہ اور کیا معنی دیتا ہے؟

جواب(۳): حروف استفہام تین ہیں (۱) ما (۲) ہمزہ (۳) ہل یہ حروف کلام میں سوال کو پیدا کرنے کے لیے آتے ہیں جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں، جملہ اسمیہ کی مثالیں جیسے: مَا اسْمُکَ تیرا نام کیا ہے؟ اَزَیْدٌ قَائِمٌ کیا زید کھڑا ہے؟ ہَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ کیا زید کھڑا ہے؟ جملہ فعلیہ کی مثالیں جیسے: مَا قَالَ زَیْدٌ زید نے کیا کہا؟ اَقَامَ زَیْدٌ کیا زید کھڑا ہوا؟ ہَلْ قَامَ زَیْدٌ کیا زید کھڑا ہوا؟

لفظ ھل استفہام کے علاوہ "قد" یعنی تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ہَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُوْرًا تحقیق کہ انسان پر زمانہ میں سے ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، یہاں ہَلْ قَدْ کے معنی میں ہے۔

ہشتم حروف ردع وآں کَلَّا است بمعنی گردانیدن وبمعنی حقا نیز آمدہ است چوں کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ، نہم تنویں وآں پنج است تمکن چوں زیدٌ وتنکیر چوں صہٍ اَیْ اُسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ ، امّا صہْ بغیر تنوین فمعناہ اُسْکُتِ السُّکُوْتَ الاٰنَ وعوض چوں یَوْمَئِذٍ ومقابلہ چوں مُسْلِمَاتٍ وترنم کہ در آخر ابیات باشد۔ شعر

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَ الْعِتَابَنْ ۞ وَ قَوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

و[illegible] ین ترنم در اسم وفعل وحرف رود اما چہار اولین خاص است باسم۔

ترجمہ | آٹھویں قسم حروف ردع یہ کَلَّا ہے جو کہ جھڑکنا اور روکنے کے معنی میں ہے جیسے: کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تحقیق کہ تم اس کو جان لوگے، نویں قسم: تنوین ہے یہ پانچ ہیں (۱) تنوین تمکن جیسے: زیدٌ (۲) تنوین تنکیر جیسے: صَہٍ اَیْ اسکُتْ

سُکُوتاً مّا فِی وقتٍ (کسی بھی وقت خاموش ہو جا) رہا صہٌ بغیر تنوین کے تو اس کے معنی اُسکتِ السُّکوتَ الآنَ ہیں (تو اب چپ ہو جا) (۳) تنوین عوض جیسے: یَوْمَئِذٍ (۴) تنوین مقابلہ جیسے: مُسْلِمَاتٍ (۵) تنوین ترنم وہ اشعار کے آخر میں ہوتی ہے جیسے: شعر

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَ الْعِتَابَنْ ❁ وَ قُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

(اے محبوبہ! تو ملامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں کہ اس نے درست کام کیا) یہ تنوین ترنم اسم، فعل اور حرف میں سے ہر ایک پر آتی ہے رہی شروع کی چار تنوین تو وہ اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

سوال (۱): حرف ردع کَلّا کس معنی کے لیے آتا ہے ہر ایک کو مع مثال بیان کریں، نیز کَلّا اسم ہے یا حرف اس کا اختلاف بھی واضح کریں؟

جواب (۱): ردع کے لغوی معنی جھڑکنا اور حرف ردع کَلّا ہے جو تین معنی کے لیے آتا ہے (۱) مضمون سابق سے روکنے اور جھڑکنے کے لیے جیسے کسی نے کہا زیدٌ یُبْغِضُكَ زید آپ سے بغض رکھتا ہے تو آپ نے جواب میں کہا کَلّا ہرگز نہیں، (۲) مضمون جملہ کی تحقیق کے لیے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تحقیق کہ تم اس کو جان لو گے (۳) کبھی کسی چیز کی عدم قبولیت کے لیے آتا ہے جیسے: کوئی کہے: اِفْعَلْ کَذَا ایسا کرو تو آپ کہیں کَلَّا ہرگز نہیں کَلّا کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے مصنفؒ کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ آپ نے اس کو حروف غیر عاملہ میں بیان کیا ہے اور پھر مبنی اصل ہونے کی وجہ سے وہ مبنی ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ اسم ہے پس اگر اسم مانیں تو حرف سے لفظی طور پر مشابہت ہونے کی وجہ سے مبنی ہے البتہ پہلا قول ہی راجح ہے۔

سوال (۲): تنوین کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں نیز بتائیں کہ تنوین کی تعریف سے کون کونسے الفاظ خارج ہونگے اور کیوں اور لگے ہاتھ تنوین کی پانچوں قسموں کی تعریف بھی مع امثلہ بیان کرتے چلیں؟

جواب (۲): نَوَّنَ از باب تفعیل معنی نون کو داخل کرنا اصطلاح میں تنوین اس نون ساکن کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخر میں دوز بر دوزیر دو پیش کو ادا کرنے سے بولنے میں آتی ہے اور لکھی نہیں جاتی اور نہ ہی وہ فعل کی تاکید کے لیے آتی ہے اس تعریف میں مذکورہ قید "فعل کی تاکید کے لیے نہ آتی ہو" سے نون خفیفہ نکل گیا اور دوسری قید کہ "لکھی ہوئی نہ ہو" سے لَدُنْ، لَمْ یَکُنْ کا نون نکل گیا۔

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو اسم کے آخر میں کلمہ کو منصرف ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے جیسے: زیدٌ رجلٌ (۲) تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دال ہو جیسے: صَہٍ معنی کسی بھی وقت چپ ہو جا اصل میں صہْ اسم فعل بمعنی امر حاضر تھا یعنی بمعنی اُسْکُتْ اور یہ معرفہ تھا عربی میں مطلب تھا اُسْکُتِ السُّکُوتَ الْاٰنَ یعنی تو اب چپ ہو جا پس جب اس پر تنوین آئی تو اس نے اس کو نکرہ بنا دیا اب صَہٍ کا عربی میں ترجمہ ہوا اُسْکُتْ سُکُوتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ یعنی کسی بھی وقت چپ ہو جا (۳) تنوین عوض وہ تنوین ہے جو اسم پر مضاف کے عوض میں لائی جائے جیسے: یَوْمَئِذٍ، حِیْنَئِذٍ، وَقْتَئِذٍ کہ اصل میں یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا تھا معنی جس دن کہ ایسا ہوا، یَوْمَ مضاف ہے اس کی اضافت اِذْ کی طرف ہے پھر اِذْ مضاف الیہ ہو کر اس کی اضافت کَانَ کذا کی طرف ہے پس کَان کذا کو تخفیفاً حذف کر دیا چنانچہ اب اِذ جس کی کَانَ کَذَا کی طرف اضافت ہو رہی تھی اور اب تک وہ اضافت کے ذریعہ تام تھا لہٰذا اب وہ اضافت نہ رہنے کی

وجہ سے ناقص ہو گیا اس لیے اب اس کے مضاف الیہ کان کذا کے عوض میں تنوین لے آئے کیونکہ تنوین بھی اسم کو تام کر دیتی ہے اس لیے اب اِذٍ تام ہو گیا اور اس طرح یَوْمَئِذٍ ہو گیا، مضاف الیہ چونکہ مجرور ہوتا ہے اس لیے اس کے عوض میں آنے والی تنوین بھی مجرور ہے، (۴) تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں جمع مؤنث سالم میں آتی ہے یعنی جب جمع مذکر سالم کو جمع بنانے کے لیے واؤ یا یاء نون دیدیا تو جمع مؤنث سالم کی طرف سے بھی تقاضہ ہوا کہ اسے بھی نون دیا جائے مگر چونکہ نون تو جمع مذکر سالم کو دیا جا چکا تھا اس لیے اب جمع مؤنث سالم کو نون کے بدلے میں تنوین دیدی تو یہ ہے وہ تنوین جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آئی ہے، جیسے: مُسْلِمَاتٌ (بہت سی مسلمانیاں)، (۵) تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعر یا مصرع کے آخر میں تزئینِ کلام اور تحسینِ صوت کے لیے بڑھائی جائے حرف اطلاق یعنی الف، واؤ، یا کے عوض میں جیسے:

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلُ وَ الْعِتَابَنْ ❁ وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

ترجمہ: اے محبوبہ! تو ملامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر، اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں کہ بیشک اس نے صحیح کام کیا۔

موانع تنوین پانچ ہیں (۱) معرف باللام ہونا (۲) مضاف ہونا (۳) غیر منصرف ہونا (۴) مبنی ہونا (۵) فعل ہونا۔

سوال (۳) مذکورہ شعر کے شاعر کا نام اور شعر کی بحر کا نام مع تقطیع بیان کریں نیز شعر کے دونوں ترجموں کو وجہ ترجمہ کے ساتھ لکھیں اور بتائیں کہ عَاذِلُ کی تحقیق اور شعر کا محل شاہد کیا ہے؟

جواب (۳): مذکورہ بالا شعر کے شاعر قبیلہ بنو تمیم کے جریر بن عطیہ تمیمی ہیں یہ شعر بحر

وافر میں ہے جس کے اوزان یہ ہیں:

مَفَاعِیلُنْ مَفَاعِلَتُنْ فَعُولُنْ ❁ مَفَاعِیلُنْ مَفَاعِلَتُنْ فَعُولُنْ

شعر کی تقطیع بحر کے مطابق اس طرح ہوگی[1]۔

مَفَاعِیلُنْ مَفَاعِلَتُنْ فَعُولُنْ
اَقِلْ لِلْ لَوْ مَ عَاذِلْ وَلْ عِتَابَنْ
مَفَاعِیلُنْ مَفَاعِلَتُنْ فَعُولُنْ
وَ قُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَد اَصَابَنْ

پس شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں تنوین ترنم بڑھائی گئی ہے اگر اس کو نہ بڑھاتے تو شعر وزن سے خارج ہو جاتا جیسا کہ فی الحال عِتَابَنْ اور اصَابَنْ اپنی بحر فَعُولَنْ کے مطابق ہیں لیکن تنوین کو حذف کر دیں تو فعولن کے مقابلہ میں عتاب اور اصاب ہوگا جس کی وجہ سے شعر بحر سے خارج ہو جائے گا اس لیے عتاب اور اصاب کے آخر میں استقامت وزن کے لیے حرف اطلاق الف بڑھایا گیا پس عتابا اور اصابا ہو گئے پھر تغنی و تحسین صوت کے لیے الف کے عوض تنوین ترنم لے آئے اصابن اور عتابن ہو گئے۔ (استاذ محترم اس تنوین کو میوزکل تنوین بولتے تھے)

اس شعر کے ترجمہ میں بھی اختلاف ہے ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ اے ملامت کر نے والی تو اپنی ملامت اور عتاب کو کم کر الخ۔

اس وقت جب کہ عاذل کو علم نہ مان کر اسم فاعل مانیں یعنی ملامت کرنے والی کہ اصل میں یَا عاذلةُ تھا حرف ندا یاء کو حذف کیا اور منادیٰ کے آخر سے ۃ کو گرا کر منادیٰ مرخم ہوا، اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اے عاذلہ! تو ملامت اور عتاب کو کم

(۱) اس بحث کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۳۰۷۔

کرا تھا جب کہ عاذِل کو محبوبہ کا نام مانیں کہ اصل میں یا عاذِلۃُ تھا، یا حرف ندا کو حذف کر دیا جو کہ جائز ہے اور اسی طرح منادیٰ عاذلۃ کے آخر سے ایک حرف ۃ کو بھی حذف کر دیا یہ بھی جائز ہے اس کو ترخیم منادیٰ کہتے ہیں، جیسے: یاعُثمان سے یاعُثمُ، یاحارِث سے یاحارِ۔

شعر میں محل شاہد دو ہیں عتابن اور اصابن نیز تنوین ترنم اسم، فعل، حرف سب پر آتی ہے جب کہ باقی جو تنوین کی چار قسمیں ہیں وہ صرف اسم کے ساتھ خاص ہیں، اسی لیے آپ نے دیکھا کہ اَصَابَنْ اصل میں اصاب فعل ماضی ہے اور فعل پر کبھی تنوین نہیں آتی اسی طرح والعِتَابَنْ اصل میں وَالعِتَابَ تھا یہاں اسم پر الف لام داخل ہونے کے باوجود تنوین آئی ہے اس لیے کہ یہ وہ تنوین نہیں، بلکہ یہ ''میوزکل تنوین'' ہے جو کہیں بھی آجاتی ہے۔

دہم نون تاکید در آخر فعل مضارع ثقیلہ وخفیفہ چوں اِضرِبَنَّ وَ اِضرِبَنْ۔

ترجمہ دسویں قسم: نون تاکید جو فعل مضارع کے آخر میں آتی ہے ثقیلہ ہو یا خفیفہ جیسے: اِضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ۔

سوال (۱): نون تاکید کیا معنی دیتا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب (۱): نون تاکید وہ نون ہے جو تاکید کے معنی دیتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) نون تاکید ثقیلہ (۲) نون تاکید خفیفہ جیسے: لَيَضْرِبَنَّ اور لَيَضْرِبَنْ۔

سوال (۲): نون تاکید کس پر داخل ہوتا ہے مع مثال و ترجمہ مثال بیان کریں؟

جواب (۲): نون تاکید ہمیشہ اس جگہ داخل ہوگا جہاں طلب کے معنی ہوں اور وہ چند محل ہیں، (۱) امر اس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے: اِضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ (ضرور بالضرور مار تو)، (۲) نہی اس میں بھی طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے: لَا

تَضرِبَنَّ ، لَا تَضرِبَنْ (ہرگز مت مارتو)،(۳)استفہام اس میں بھی طلب پائی جاتی ہے جیسے:ھَلْ تَضرِبَنَّ ، ھَلْ تَضرِبَنْ (کیاتو ضرور بالضرور مارے گا)،(۴)تمنّی اس میں بھی طلب ہوتی ہے جیسے:لَیتَکَ تَضرِبَنَّ لَیتَکَ تَضرِبَنْ (کاش تو ضرور بالضرور مارتا)،(۵)عرض اس میں بھی طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے:اَلَا تَنزِلُ بِنَا فَتُصِیبَنَّ خَیرًا ، اَلَا تَنزِلُ بِنَا فَتُصِیبَنْ خَیرًا (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اترتے تاکہ آپ ضرور بالضرور خیر پائیں) (۶)قسم اس میں بھی طلب ہوتی ہے، جیسے:وَاللّٰہِ لَاَ ضرِبَنَّ زیدًا ، وَاللّٰہِ لَاَضرِبَنْ زیدًا (خدائے پاک کی قسم میں زید کو ضرور بالضرور ماروں گا،(۷)فعل مضارع میں بھی نون تاکید آتی ہے جیسے:لَیَضرِبَنَّ اور لَیَضرِبَنْ (ضرور بالضرور مارے گا وہ ایک مرد)۔

سوال(۳):نون ثقیلہ اور نون خفیفہ میں سے کون اصل ہے دلائل کے ساتھ بیان کریں؟

جواب (۳): نون تاکید ثقیلہ اصل ہے یا نون خفیفہ اس میں اختلاف ہے، پہلا مذہب بصریین کا ہے وہ کہتے ہیں کہ نون خفیفہ اصل ہے اور نون ثقیلہ اس کی فرع ہے بصریوں کی دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ نون خفیفہ میں ایک نون ہے اور ثقیلہ میں دو ہیں اور ایک دو پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا نون خفیفہ اصل ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ نون تاکید خفیفہ اور ثقیلہ حرف ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں اور نون خفیفہ مبنی برسکون اور نون ثقیلہ مبنی بر فتح ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ مبنی کی اصل حرکت سکون ہے پس نون خفیفہ اصل ہوئی اور ثقیلہ اس کی فرع۔

اسکے برخلاف کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ نون ثقیلہ اصل ہے اور خفیفہ اس کی فرع ان کی بھی دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ میں دو نون ہیں اور خفیفہ میں ایک لہٰذا نون ثقیلہ کثرت نون کی وجہ سے افضل ہوگی اور خفیفہ ادنیٰ اور افضل

اصل ہوتا ہے ادنیٰ اس کی فرع اس لیے نون ثقیلہ اصل ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ کے تمام صیغے آتے ہیں اور خفیفہ کے بعض صیغے آتے ہیں لہٰذا جس کے کل صیغے آتے ہیں وہ افضل ہونے کی وجہ سے اصل ہے اور جس کے بعض صیغے آتے ہیں وہ ادنیٰ ہے اس لیے وہ فرع ہے۔

بہر حال بصریوں کا مذہب ہی صحیح ہے اور انہی کا قول مضبوط ہے۔

یازدہم حرف زیادت وآں ہشت حرف است اِنْ و مَا و اَنْ ولَا و مِنْ و کَاف و بَاو لَام چہار آخر در حروف جر یاد کردہ شد۔

ترجمہ گیارہویں قسم: حروف زیادت ہیں یہ آٹھ حروف ہیں، اِن، مَا، اَن، لَا، مِن، کاف با، لَام آخری چار حروف جارہ میں ذکر کیے جاچکے ہیں۔

سوال (۱): حروف زیادت کی تعریف، ان کے زائد ہونے کا مطلب اور ان کے فوائد بیان کریں؟

جواب (۱): حروف زیادت وہ حروف ہیں جو کلام میں زائد ہوتے ہیں نہ لفظی عمل کرتے ہیں اور نہ معنوی یعنی ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو نہ لفظی خلل واقع ہو اور نہ معنوی، البتہ ان کی موجودگی کے کچھ فوائد ہیں مثلاً یہ کہ ان سے الفاظ کی تزئین وتحسین ہوتی ہے اور اوزان شعر کی استقامت ہوتی ہے وغیرہ۔

سوال (۲): اِنْ، مَا، اَنْ، لَا کس پر داخل ہوتے ہیں مع امثلہ بیان کریں نیز بتائیں کہ مِنْ، کاف، با، لام یہ چاروں حروف جب لفظی عمل کرتے ہیں تو پھر غیر عاملہ میں کیوں داخل ہو گئے شراح نے مصنفؒ کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا ہے اور صحیح بات کیا ہے؟

جواب (۲): حروف زیادت کل آٹھ ہیں اِن، ما، اَن، لا، من، کاف با،

لام۔(۱)اِن اکثر ما نافیہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: ما اِن رَأیتُ زیدًا میں نے زید کو نہیں دیکھا، اسی طرح اِنْ کبھی ما مصدریہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: اِنْتَظِرْ مَا اِنْ جَلَسَ الْاَمِیْرُ ای مدَّۃَ جُلُوْسِہٖ تو انتظار کر امیر کے بیٹھنے کی مدت تک یہاں ما مصدریہ نے جَلَسَ فعل کو مصدر جُلُوسٌ کے معنی میں کر دیا ہے، کبھی ان لَمَّا کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے: لَمَّا اِنْ قَامَ زیدٌ قُمْتُ جب زید کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا، (۲) مَا یہ اِذ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: اِذْ مَا تَخْرُجْ اَخْرُجْ جب تو نکلے گا میں بھی نکلوں گا، اور کبھی مَا متیٰ کی ساتھ آتا ہے جیسے: متیٰ مَا تَخْرُجْ اَخْرُجْ جب تو نکلے گا میں نکلوں گا، کبھی اَیّ کے ساتھ آتا ہے جیسے: اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی تم اس کو جس نام سے پکارو پس اس کے لیے بہترین نام ہیں کہ اصل میں اَیًّا مَا تھا دونوں کا ادغام ہوگیا، اسی طرح مَا اَیْنَ کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: اَیْنَمَا تَجْلِسْ اَجْلِسْ جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بیٹھوں گا، اسی طرح کبھی اِنْ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: اِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، کہ اصل میں یہاں اِنْ مَا تھا ادغام ہو کر اِمَّا ہو گیا، کبھی مَا حرف جر باء کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَہُمْ پس اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے، اسی طرح مِنْ حرف جر کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِہِمْ اُغْرِقُوْا ان کے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کر دیئے گئے کبھی ما زائدہ مضاف کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ میں دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کروں پس مجھ پر کوئی زبردستی نہیں یہاں اَیّ مضاف ہے جس کے ساتھ ما آیا ہے، (۳) اَن یہ اکثر لَمَّا کے ساتھ آتا ہے جیسے: فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ جب خوش خبری دینے والا آیا اور کبھی اَن قسم اور

لَو کے درمیان آتا ہے جیسے: وَاللّٰہِ اَنْ لَوْ قَامَ زَیْدٌ قُمْتُ خدائے پاک کی قسم اگر زید کھڑا ہوا تو میں بھی کھڑا ہوں گا، کبھی اَنْ کاف تشبیہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے: ھِیَ کَاَنْ ظَبْیَۃٍ وہ عورت گویا کہ ہرنی (کی طرح خوبصورت) ہے۔ (۴) لَا یہ نفی کے بعد واؤ عاطفہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: مَا جَاءَ نِی زَیْدٌ وَ لَا عَمْرٌو میرے پاس زید آیا نہ عمرو۔ کبھی لَا اَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائد آتا ہے جیسے: مَا مَنَعَکَ اَنْ لَا تَسْجُدَ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، کبھی لَا لفظ اُقْسِمُ کے پہلے بھی آتا ہے جیسے: لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔

مِنْ، کَاف، بَا، لَامْ یہ چاروں حروف مصنفؒ نے اس لیے بیان کیے کہ مصنفؒ کے نزدیک ان کی دو حالتیں ہیں اگر یہ حروف جارہ میں استعمال ہوں تو عامل ہوں گے اور حروف زیادت میں استعمال ہوں تو غیر عامل ہوں گے مگر یہ جواب دیگر شراح نے محض مصنفؒ کی پشت پناہی کی ہے ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ ان حروف کو حروف زیادت میں بیان کرنا جبکہ یہ عامل ہیں مصنفؒ کی طرف سے تسامح ہے یا پھر دوسرا جواب مصنف کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ مصنفؒ کے نزدیک غیر عامل وہ ہے جو دو عملوں میں سے ایک عمل نہ کرتا ہو لفظی یا معنوی چونکہ یہ حروف لفظی عمل تو کرتے ہیں مگر معنوی عمل نہیں کرتے اس لیے ان کو حروف غیر عامل میں بیان کیا اور پہلے جو حروف غیر عاملہ بیان ہوئے ہیں وہ لفظی عمل نہیں کرتے مگر معنوی عمل کرتے ہیں مگر اس جواب میں بھی کوئی زیادہ قوت نہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ مصنف کا تسامح ہے۔

سوال (۳): من، کاف، با، لام کس کے ساتھ زائد ہوتے ہیں مع مثال و ترجمہ بیان کریں؟

جواب (۳): (۱) من کلام منفی میں زائد ہوتا ہے جیسے: مَا جَاءَ نِیْ مِنْ اَحَدٍ،

میرے پاس کوئی نہیں آیا، اور کلام استفہام میں بھی زائد ہوتا ہے جیسے: کَمْ مِنْ مَلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ آسمان میں کتنے فرشتے ہیں؟ (۲) کاف یہ بھی کلام حق میں زائد ہوتا ہے جیسے: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ اس (اللہ) کے مانند کوئی چیز نہیں ہے، (۳) باء یہ بھی لیس کی خبر پر زائد آتا ہے جیسے: لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ زید کھڑا نہیں ہے اور اسی طرح ما نافیہ کی خبر پر بھی با زائدہ آتا ہے جیسے: مَا زَیْدٌ بِغَائِبٍ زید غیر حاضر نہیں ہے، اور استفہام کی خبر پر بھی باء زائدہ آتا ہے جیسے: هَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ کیا زید کھڑا ہے؟ (۴) لام یہ مطلق زائد ہوتا ہے کہیں بھی آجاتا ہے جیسے: رَدِفَ لَکُمْ زَیْدٌ زید تمہارے پیچھے ہے ای رَدِفَکُمْ زَیْدٌ۔

دوازدہم حروف شرط وآں دو است اَمَّا و لَوْ اَمَّا برائے تفسیر وفا در جوابش لازم باشد کقولہ تعالیٰ "فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ"، وَلو برائے انتفائے ثانی بسبب انتفائے اول چوں "لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا"

ترجمہ: بارہویں قسم: حروف شرط ہیں یہ دو ہیں اَمَّا، لَوْ اَمَّا برائے تفسیر ہے اس کے جواب میں فا کا لانا لازم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ، فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ (پس ان میں سے بعض بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت بہر حال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہونگے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے) لَوْ انتفائے اوّل کی وجہ سے انتفائے ثانی کے لیے ہے۔ جیسے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا)۔

سوال (۱): حروف شرط کتنے اور کیا کیا ہیں بیان کریں نیز بتائیں کہ اما کی تعی

قسمیں ہیں اور وہ کیا عمل کرتا ہے؟

جواب(۱): حروف شرط دو ہیں (۱) اَمَّا (۲) لَو پہلا اَمَّا اس کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اَمَّا شرطیہ یا اجمال کے بعد تفسیر بیان کرنے کے لیے آتا ہے اور اس کے جواب میں فا کا لانا ضروری ہے نیز یہ معنوی عمل کرتا ہے جیسے: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ،پس ان میں کچھ بد بخت ہیں اور کچھ نیک بخت اس اتنی عبارت میں اجمال ہے لہٰذا اس کی تفسیر کرنے کے لیے اَمَّا آیا، فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ بہرحال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے پس اَمَّا نے پہلے جملے کے اجمال کی تفسیر کردی اور فَفِي الْجَنَّةِ میں فاء آیا ہے جو اَمَّا کے جواب میں ہے، دوسری قسم اَمَّا استینافیہ اس کے پہلے کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے: اَمَّا بَعْدُ بہرحال اس کے بعد۔

سوال(۲): لو کیا عمل کرتا ہے مثال کے ساتھ بیان کریں نیز لو کے استعمال کو آیت کریمہ سے ثابت کریں؟

جواب(۲): "لَوْ" بھی معنوی عمل کرتا ہے یعنی پہلے کلام کے منتفی ہونے کی وجہ سے دوسرے کلام کی نفی کرتا ہے جیسے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اگر آسمان و زمین میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا، لیکن چونکہ آسمان و زمین میں چند معبود نہیں ہیں، یہ پہلے جملے کا حکم منتفی ہے اس وجہ سے آپ نے دوسرے جملے کی بھی نفی کردی یعنی آسمان و زمین میں فساد نہیں ہے۔

سوال(۳): لو اور ان شرطیہ جو ماضی و مضارع پر آتے ہیں ان کو کیوں بیان نہیں کیا مثال سے واضح کریں؟

جواب(۳) وہ حروف شرط لو اور ان جو فعل ماضی و مضارع پر آتے ہیں ان کو اس

لیے بیان نہیں کیا کہ وہ معنوی عمل کے ساتھ لفظی عمل بھی کرتے ہیں اور یہاں تو حروف غیر عاملہ کا بیان ہے اس لیے وہ اس بحث سے خارج ہیں، جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ، اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ، لَوْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ، لَوْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اگر تو مارے گا میں ماروں گا۔

سیزدہم لَوْ لَا واَوْ موضوع است برائے انتفاع ثانی بسبب وجود اول چوں: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ، چہاردہم لام مفتوحہ برائے تاکید چوں: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو پانزدہم مَا بمعنی مادام چوں: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ۔

ترجمہ: تیرہویں قسم: لَوْ لَا یہ موضوع ہے اول کے وجود کی وجہ سے دوسرے کے انتفاء کے واسطے جیسے: لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے) چودھویں قسم: لام مفتوحہ تاکید کے واسطے آتا ہے جیسے: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (یقیناً زید عمرو سے افضل ہے) پندرہویں قسم مَا جو کہ مادام کے معنی میں ہے جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ۔ (میں کھڑا ہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھا ہے)

سوال (۱): لَوْ لَا کیا معنی دیتا ہے مثال دے کر اس کو لَوْلَا کے عمل پر منطبق کریں نیز مثال کا خلفیہ بھی بیان کریں؟

جواب (۱): لولا پہلے کے موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے کی نفی کرتا ہے جیسے: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے، چونکہ پہلے یعنی علیؓ موجود تھے اس لیے دوسرے یعنی عمرؓ ہلاک نہیں ہوئے۔

یہ جملہ حضرت عمرؓ نے اس وقت کہا تھا جب آپ کے دور خلافت میں لوگ ایک عورت کو آپ کے پاس لے کر آئے جس سے زنا کا صدور ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اس کو حمل تھا پس حضرت عمرؓ نے قرآنی فیصلہ کے مطابق اس کو سنگسار کر دیے

جانے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے تو آپ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! شریعت کا حکم حاملہ کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو جب تک سنگ سار نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور اس بچہ کی مدت رضاعت پوری نہ ہو جائے اور آپ نے اس حکم کی تائید میں آپ ﷺ کی حدیث یاد دلائی، جب حضرت عمرؓ نے سنا تو بے اختیار فرمایا کہ اگر آج علیؓ موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا، اس لیے کہ آج میرے فیصلہ سے ایک معصوم بچہ ناحق مارا جاتا کہ جس کا کوئی قصور نہیں تھا پس حضرت علیؓ نے مجھے ایک معصوم کے قتل سے بچالیا۔

سوال (۲): لام مفتوحہ کیا معنی دیتا ہے نیز اس کے کتنے نام ہیں مع مثال بیان کریں؟

جواب (۲): لام مفتوحہ تاکید کے معنی دیتا ہے اور اس کے تین نام ہیں (۱) لام مفتوحہ (۲) لام تاکید (۳) لام ابتدائیہ، اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے اسم کی مثال: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو تحقیق کہ زید عمرو سے افضل ہے فعل کی مثال: اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بیشک تیرا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

سوال (۳): ما اسمیہ اور ما حرفیہ کی کتنی قسمیں ہیں نیز یہاں کون سا ''ما'' مراد ہے مع مثال بیان کریں؟

جواب (۳): اوّلاً مَا کی دو قسمیں ہیں (۱) مَا اسمیہ (۲) مَا حرفیہ، پھر مَا اسمیہ کی تین قسمیں ہیں (۱) مَا موصولہ (۲) مَا موصوفہ (۳) مَا شَرطِیّہ، اور اسی طرح مَا حرفیہ کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) مَا نافیہ (۲) مَا کافہ (۳) مَا بمعنی مَادام، یہاں مَا پہلی تقسیم کے مطابق مَا حرفیہ ہے پھر مَا حرفیہ کی تیسری قسم مَا بمعنی مَا دام ہے جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِيْرُ میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہے۔

شانزدہم حروف عطف آں دہ است: واؤ و فا و ثُمَّ وَ حَتّٰی و اِمّا و اَوْ و اَمْ

و لَا و بَلْ و لٰکِنْ۔

ترجمہ | سولہویں قسم: حروف عطف وہ دس ہیں: واو، فا، ثم، حتّٰی، اِمّا، اَوْ، اَم، لَا، بَل، لٰکِن۔

سوال (۱): حروف عاطفہ کتنے ہیں سب کو بیان کریں؟

جواب (۱): کل حروف عاطفہ دس ہیں (۱)واو (۲)فا (۳)ثُمَّ (۴)حتّٰی (۵)اِمّا (۶)اَوْ (۷)اَمْ (۸)لَا (۹)بَلْ (۱۰)لٰکِنْ۔

سوال (۲): تمام حروف عاطفہ کو مع مثال و ترجمہ بیان کریں؟

جواب (۲): واوَ جیسے: جاءَ نِی زیدٌ وَ عمروٌ میرے پاس زید اور عمرو آئے، فا جیسے: قَامَ زیدٌ فَعَمْرٌو زید کھڑا ہوا پس عمرو کھڑا ہوا، فا تقریب مع الوصل کے لے آتا ہے ثُمّ جیسے: دَخَلَ زیدٌ ثُمَّ عمروٌ زید داخل ہوا پھر عمرو داخل ہوا، ثم تاخیر مع الوصل کے لیے آتا ہے جاننا چاہیے کہ تقریب مع الوصل کہتے ہیں کسی کام کا یکے بعد دیگرے ہونا مثلاً پہلے زید داخل ہوا پھر فوراً اس کے پیچھے عمرو داخل ہوا، اور تاخیر مع الوصل کہتے ہیں کہ کسی کام کا تھوڑی تاخیر کے بعد ہونا مثلاً پہلے زید داخل ہوا پھر تھوڑی تاخیر کے بعد عمرو داخل ہوا مگر اس تاخیر کے درمیان کوئی دوسرا داخل نہیں ہوا یعنی زید کے بعد داخل ہونے والا عمرو ہی ہے گرچہ تھوڑی دیر کے بعد، حَتّٰی جیسے: قَدِمَ الْحَاجُ حتّٰی المشَاۃُ حاجی لوگ آ گئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی، اِمّا جیسے: اَلْعَدَدُ اِمّا زوجٌ اَوْ فردٌ عدد یا تو جفت ہے یا طاق ہے، اَوْ جیسے: جاءَ نِی زَیْدٌ اَو عَمْرٌو میرے پاس زید آیا یا عمرو آیا، اَم جیسے: اَزیدٌ عِنْدَکَ اَمْ عمروٌ کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟ لَا جیسے: مَا جاءَ نِی زَیْدٌ وَ لَا عَمْرٌو میرے پاس نہ زید آیا نہ عمرو، بَلْ جیسے: مَا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو میرے پاس زید نہیں آیا بلکہ عمرو آیا، لٰکن جیسے: جاءَ نِی زَیْدٌ

لٰكِنْ عَمْرٌو مَا جَاءَ میرے پاس زید آیا لیکن عمرو نہیں آیا۔

سوال (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد کیا ہے؟

جواب (۳) حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد چھپن ۵۶ ہے۔

تم هذا الشرح بتوفيق الله تعالىٰ و عونه فی

٦/من جمادی الثانیه ١٤٢٦ھ قبیل المغرب المصادف

١٣/ من جولائی ٢٠٠٥ء یوم الاربعاء

❁❁❁

لٰكِنْ عَمْرٌو مَا جَاءَ میرے پاس زید آیا لیکن عمرو نہیں آیا۔

سوال (۳): حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد کیا ہے؟

جواب (۳) حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد چھپن ۵۶ ہے۔

تم هذا الشرح بتوفيق الله تعالى و عونه في

٦/ من جمادى الثانيه ١٤٢٦ھ قبيل المغرب المصادف

١٣/ من جولائى ٢٠٠٥ء يوم الاربعاء

❁❁❁